1058

سلسلۂ یوسفیہ

شمارہ (۳)

پھول بن

سنہ ۱۰۷۶ھ

از

ابن نشاطی

مرتبہ

عبدالقادر سروری ام اے ایل ایل بی

لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ

سنہ ۱۳۵۷ھ

ہر دو ٹائیٹل مطبوعہ تاج پریس

مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی ایچ، ڈی (ریڈر اردو جامعۂ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خان صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعۂ عثمانیہ رکن

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) 〃

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعۂ عثمانیہ) 〃

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ایم اے۔ شریک معتمد

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وؔلی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی، ٹکسال باہر قرار دے کر دؔلی کے ان شعرا کو، جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وؔلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کردی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانیٔ شہر حیدرآباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کرسکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدّنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر دام فیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشنِ ولیؔ کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولیؔ کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولیؔ سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہیؔ، غواصیؔ، نصرتیؔ، رستمیؔ وغیرہ ولیؔ سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولیؔ سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابلِ قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مسرّت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کرکے

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔“

چنانچہ نواب صاحب معظم کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی ”مجلس اشاعت مخطوطات“ کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) ”

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) ”

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)...... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن و کاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست مشتملات

مقدمہ

صفحات مقدمہ

(۱)

دکن میں اُردو مثنوی کا ارتقا

اردو مثنوی اور اصناف کی طرح اپنی ایک تاریخ رکھتی ہے۔ اس کی مقبولیت، اس کی خصوصیات اور اس کے لوازم مختلف زمانوں میں کچھ نہ کچھ بدلتے رہے ہیں۔ اس کا پورا سرمایہ کم و بیش چار سو سال کی پیداوار پر حاوی ہے۔

مثنوی کو دوسری اصناف کے مقابلہ میں علیحدہ جانچنے کی بعض وقت ضرورت اور خواہش اس وجہ سے داعی ہوتی ہے کہ یہ صنف چند معین خیالات کے اظہار کا آلہ رہی ہے۔ چنانچہ اس کی اصطلاحی آسانیوں کی وجہ سے ابتدا میں صوفیائے کرام نے اس کو ذریعہ بنایا تھا۔ بعد میں جب یہ زیادہ ادبی بن گئی تو قصے کے ساتھ اس کا پیوند لگا۔ اس کے بعد ایک زمانہ اس پر ایسا بھی آیا کہ یہ کسی قدر کم طویل قصوں یا مرقع کی نظموں کی صورت میں فروغ پاتی رہی۔ موجودہ زمانے میں یہ صنف، ظاہری شکل اور معنوی خصوصیات ہر اعتبار سے بہت کچھ

بدل گئی ہے۔

اس طرح اردو مثنوی کی پوری ارتقائی رفتار کو ہم چند ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مثلاً (۱) ابتدائی عہد کے مثنوی پارے جو زیادہ تر صوفیائے کرام کے رشحات پر مشتمل ہیں۔ یہ موجودہ رسم الخط میں لکھی ہوئی ایسی بھاشا کے نمونے ہیں جن میں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ ان کی بحریں عموماً برج کی ہیں۔ اور یہ منتشر پارے ساتویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر دسویں صدی ہجری کے زمانہ پر حاوی ہیں۔ دوسرا دور ابتدائی مکمل اور طویل مثنویوں کا ہے۔ اس میں پنجاب گجرات اور بیجاپور کے ابتدائی دور کے چند کارنامے شامل ہیں۔ اور یہ تقریباً سب کے سب ارشاد و ہدایت اور تصوف و عرفان کے حامل ہیں ان میں قابلِ ذکر گجرات کے حضرت خوب محمد چشتی کی مثنوی "خوب ترنگ" اور بیجاپور کے ایک نہایت مقدس بزرگ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق اور ان کے خاندان کے ملفوظات ہیں جو نظم اور نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔ اسی دور میں اردو مثنوی کا حقیقی ڈول ڈالا گیا۔ اور اس کے آخری زمانے کا تعلق دکن اور خاص طور پر بیجاپور سے ہے۔

دکن میں مثنوی کا ارتقاء ڈھائی سو سال سے زیادہ مدت پر حاوی ہے۔

حضرت شاہ میراں جی کی وفات ۹۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے زمانے سے لے کر ۱۱۶۰ھ، یعنے حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی کی مثنوی "بوستانِ خیال" کی تحریر تک، مثنوی کو مسلسل اور خاطر خواہ ترقی ہوتی رہی۔

اس ڈھائی سو سال کے طویل عرصہ کی پیداوار کو ہم کم سے کم تین عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا عنوان ہے "عہدِ زرین کی مثنویاں"۔ دوسرا عنوان "عہدِ مغلیہ کی مثنویاں" اور تیسرا عنوان "آصفجاہی عہد کی دکنی مثنویاں" ہو سکتا ہے۔ اس طرح پہلا عنوان "اردو مثنوی کے ارتقا" کا گویا تیسرا باب ہوگا۔ اور دوسرا اور تیسرا عنوان بہ ترتیب، چوتھا اور پانچواں باب۔

حضرت شاہ میراں جی شمس العشاقؒ کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی آپ اوائل عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور بیجاپور کو اپنا مستقر بنایا۔ آپ کے علم و فضل، تقدس اور سیرت کے اثرات نے، ارادت مندوں کا ایک بڑا گروہ آپ کے اطراف جمع کر دیا تھا۔ چونکہ ان میں سے اکثر عربی زبان سے ناواقف اور فارسی سے بھی کچھ زیادہ مانوس نہیں تھے اس لیے، آپ نے خود ان کی زبان سیکھی اور اس میں ارشاد و ہدایت فرمائی۔ یہ ملفوظات آپ کے مریدین اور معتقدین نے عوام کے فائدہ کی خاطر لکھ لیے۔

اس وقت اسی طرح کے کئی مخطوطے دستیاب ہوتے ہیں، جو اسی یا قریبی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں، اور نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔

نظموں میں آپ کی مثنویوں "خوش نامہ" اور "خوش نغز" کے علاوہ کئی اور چھوٹی چھوٹی مثنویاں شامل ہیں۔ ان کے اقتباسات، موجودہ زمانہ کی اکثر ایسی کتابوں میں شایع ہو چکے ہیں، جو اس دور سے متعلق ہیں۔

حضرت شاہ میراں جی کے فرزند، حضرت شاہ برہان الدین جانم بھی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کے ملفوظات میں "سکھ سہیلا" "منفعت ایمان" اور "ارشاد نامہ" وغیرہ اب منظر عام پر آچکے ہیں۔ اسی طرح حضرت شاہ برہان الدین جانم کے فرزند حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کے ملفوظات میں بھی کئی نظمیں اور کسی قدر طویل مثنویاں شامل ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" "نظم قربیہ" "محب نامہ" قابلِ ذکر ہیں۔ اس خاندان کے ارشادات تمام تر مذہبی اور متصوفانہ خیالات پر مشتمل ہیں۔

اسی طرح کے اور بھی نظم و نثر کے رسالے موجود ہیں، جو صوفیائے کرام کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالے زیادہ تر بیجاپور کے ابتدائی چار حکمرانوں کے عہد سے متعلق ہیں۔

دکن کی ادبی تاریخ میں بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ تا ۱۰۳۷ھ) اور گولکنڈہ کے محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ تا ۱۰۲۰ھ) کے عہد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں سلاطین کی سرپرستی میں، ادبی ذوق کی ترقی شروع ہوئی اور بلند پایہ شعرا نشوونما پانے لگے۔ ان میں محمد قلی کے درباری شاعر وجہی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے، جس کی مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۷ھ) عمدہ شعری کارنامہ ہے۔ وجہی کے بعد اس فن کو سب سے زیادہ ترقی عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد کے مشہور شاعر غواصی نے دی۔ غواصی کی دو مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور "طوطی نامہ" (۱۰۵۹ھ) قدیم اردو کے ترقی یافتہ اور بسیط شعری کارنامے ہیں۔ اس نے اردو مثنوی کو جس معیار تک پہنچا دیا تھا، وہ بعد کے شعرا کے لیے نمونہ بن گیا۔

مقیمی جو اسی عہد کا شاعر ہے اور بیجاپور کے ابتدائی ادبی مثنوی نگاروں میں سے ہے، اپنے آپ کو غواصی کا خوشہ چیں بتلاتا ہے۔ اس کی مثنوی "چندر بدن اور مہیار"، جو ۱۰۴۰ھ سے قبل لکھی گئی ہے، ادبی اعتبار سے زیادہ اہمیت تو نہیں رکھتی، لیکن اس کا قصہ عرب کے، لیلے مجنوں کے

قصے کی طرح بے حد مشہور ہے۔

مقیمی کے زمانے سے مثنوی لکھنے کا طریقہ بیجاپور میں عام ہوگیا۔ اب مذہبی مثنویوں کے بجائے ادبی مثنویاں لکھی جانے لگیں۔ چنانچہ امینؔ نے جو مقیمی ہی کا معاصر اور ہم وطن تھا' اس کے اثر سے فارسی کے ایک قصے کا ترجمہ "بہرام وحُسن بانو" کے نام سے کیا۔ لیکن اس کی تکمیل وہ نہ کرسکا۔ اور بعد کے ایک بیجاپوری شاعر دولتؔ نے ۱۰۵۰ھ میں اس کی تکمیل کی۔

مقیمی تک زیادہ تر اردو مثنویوں کا مواد یا تو طبعزاد ہوتا تھا یا برج بھاشا سے ماخوذ۔ صرف محمد قلی کے زمانے کے ایک شاعر احمدؔ نے فارسی سے استفادہ کرکے "لیلیٰ مجنوں" لکھی تھی۔ لیکن "بہرام اور حسن بانو" کے بعد سے جو مثنویاں اردو میں لکھی جانے لگیں ان میں زیادہ تر فارسی مثنویوں سے استفادہ کیا گیا۔ چنانچہ اس زمانے میں محمد عادل شاہ کے دربار کے ایک شاعر صنعتیؔ نے ۱۰۵۵ھ میں حضرت تمیم انصاری صحابی رسولؐ کی مہمات کے ایک قصے "قصۂ بے نظیر" کا ترجمہ کیا۔ اور اس کے دوسرے سال اسی کے ہموطن شاعر' ملک خوشنود نے "ہشت بہشت" کو اردو نظم کا جامہ پہنایا۔ ۱۰۵۹ھ میں



بیجاپور ہی کے ایک اور شاعر کمال خاں رستمی نے ابن حسام کے مشہور فارسی رزمیہ "خاورنامہ" کو نظم کیا۔ یہ اردو کی پہلی قابلِ ذکر رزمیہ مثنوی ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے بلکہ بیان اور زورِ قلم کے اعتبار سے بھی یہ کارنامہ قابلِ قدر ہے۔ "خاورنامہ" کے بعد جو مثنوی لکھی گئی وہ گولکنڈہ کے شاعر جنیدی کی "ماہ پیکر" (۱۰۶۴ھ) ہے۔ لیکن اس کا مخطوطہ اب نایاب ہے۔ اس کا ذکر مختلف حوالوں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے بارہ سال بعد گولکنڈے کا ایک اور شاہکار لکھا گیا یہ ابن نشاطی کی مثنوی "پھولبن" ہے۔ جو اس میں شک نہیں کہ ایک فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ لیکن آزاد۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ ماحول اور عہد کے اثرات نمایاں ہیں۔ غواصی کے بعد یہ دوسرا بڑا اور اسی کی ٹکر کا شاعر تھا۔ جس نے مثنوی کے معیار کو اسلوب اور تکمیل کی حد تک بلند کیا بعد کے شاعروں نے غواصی کی طرح اس کے کارنامے کو نمونہ بنایا۔ چنانچہ ہنر فرزند عشرتی کی مثنوی "نیہ درپن" (۱۱۴۴ھ) میں اس کے ثبوت ملتے ہیں۔

بیجاپور میں علی عادل شاہ ثانی کے عہد تک اردو شاعری کا ذوق خاطرخواہ ترقی کر چکا تھا۔ چنانچہ خود اس کے دربار نے ملک الشعراء

نصرتی جیسے زبردست سخن پردازوں کی پرورش کی۔ نصرتی بیجاپور کے لازوال شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مثنویوں میں سے ایک "گلشن عشق" جو ۱۰۶۸ھ میں لکھی گئی، ہندوستان کے مشہور قصے "منوہر مدمالتی" کی عشقیہ داستان ہے اس کی دوسری مثنوی "علی نامہ" رزمیہ اور تاریخی مثنوی ہے۔ اس میں علی عادل شاہ اور مرہٹوں مغلوں کی جنگوں کے حالات نہایت تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ لفظیات کے اعتبار سے "علی نامہ" کی وسعت کو اردو کے بہت کم کارنامے پہنچ سکتے ہیں۔ نصرتی کے اسلوب میں ادبیت اور لطف بھی موجود ہے۔ وہ جنگوں کے نقشے نہایت عمدگی سے اور حقیقی پیش کر سکتا تھا۔ "علی نامہ" کی تکمیل ۱۰۷۶ھ میں ہوئی۔ اس عہد کی آخری مثنویوں کے ذکر سے پہلے گولکنڈہ کی ایک اور مثنوی "بہرام و گل اندام" کا تذکرہ ضروری ہے جو ۱۰۸۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ بہت زیادہ اہم کارنامہ نہیں ہے۔ تاہم غواصی اور ابن نشاطی کے دبستان کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کا حامل ہے۔

دوسری مثنوی "ظفرنامہ نظام شاہ" ایک رزمیہ ہے جو تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں رام راجہ سے دکن کی دوسری سلطنتوں کی جو جنگ ہوئی تھی، اس کا شاعرانہ حال درج ہے۔ اس کا مصنف حسن شوقی بلند پایہ شاعر تھا۔

جس کو پہلے نظام شاہی دربار (احمد نگر) سے توسل رہا۔ پھر وہ بیجاپور آیا۔ آخر میں محمد قطب شاہ کے زمانہ میں گولکنڈہ آگیا تھا۔ اس کی ایک اور مثنوی "مہزبانی نامہ" بھی ہے۔

نصرتی کے بعد سوائے ہاشمی کے بیجاپور میں ایسے بلند پایہ شاعر کم پیدا ہوئے جن کے کارنامے دیرپا دلچسپی کے حامل ہوں۔ صرف شاہ ملک کا ذکر اس کی ضخیم مثنوی "شریعت نامہ" کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۰۰ھ میں لکھی گئی تھی۔ ہاشمی وسیع دلچسپیوں کا انسان تھا۔ عادل شاہی سلطنت کے زوال کی وجہ سے زمانہ بھی بدل چکا تھا، اس لیے اس نے اپنی شاعری میں عام راستہ سے تجاوز کیا اور ریختی اور غزل پر توجہ صرف کی۔ اس دور میں دکن کی آخری مثنویاں زیادہ تر گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ چنانچہ امین، غلام علی، فائز، اور لطیف، جن کی تصنیفات ۱۰۹۰ھ سے لے کر ۱۱۱۰ھ کے زمانہ پر حاوی ہیں، سب گولکنڈہ ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔

امین، حضرت عمر کے فرزند ابوشحمہ کے متعلق ایک فرضی قصے کا مصنف ہے، جو ۱۰۹۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس کے ایک سال بعد غلام علی نے "پدماوت" کے قصہ کو منظوم کیا۔ اس کا ماخذ فارسی سے زیادہ ہندی قصہ

تھا۔ فائز، "رضوان شاہ روح افزا" (سنہ ۱۰۹۴ھ) کا مصنف ہے۔ لطیف نے ایک رزمیہ مثنوی لکھی ہے جو "ظفر نامہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں "خاورنامہ" کا زور بیان اور "علی نامہ" کا لطف موجود نہیں ہے۔

سنہ ۱۱۰۰ھ کے قریب دو ڈھائی سال کے اندر اندر بیجاپور اور گولکنڈے کے ادبی اور علمی مرکزوں کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ علما اور خاص طور پر اردو زبان کے شاعر، جو عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی سرپرستی میں اپنے ذوق کی تکمیل میں منہمک تھے، منتشر ہونے لگے۔ کیونکہ ان سلاطین کے جانشین یعنی مغلیہ امراء کو اردو شاعری کا چسکا ابھی نہیں لگا تھا۔ شہنشاہی احساس کے ساتھ فطرتاً وہ شہنشاہی دربار کی ادبی روایات اپنے ساتھ لائے تھے۔ تاہم اردو شاعروں کے قدم اکھڑے تو اس سرزمین میں فارسی شعراء کے قدم بھی نہ جم سکے اردو شعراء ہی نے دکن کے اگلے ادبی روایات کا تسلسل قائم رکھا۔ لیکن یہ خود منتشر ہوگئے تھے ان کی شعری پیداوار کی یکسانیت منتشر ہوگئی اور یہ خصوصیت انکے کارناموں سے ظاہر ہے۔

چنانچہ دکن میں مغلوں کے تسلط کے بعد جو کارنامے ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ بڑی حد تک ان کے پیدا کرنے والوں کی ذہنی حالت کا عکس پیش کرتے ہیں۔ اس زمانے کی شعری پیداوار کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) مرثیے (۲) مذہبی نظمیں (۳) متصوفانہ نظمیں (۴) نیم مذہبی نظمیں۔

دکن کے شعرا نے مرثیہ کے لیے متنوع شعری صنفوں کا استعمال کیا ہے لیکن اس طرز کا زیادہ کلام قافیہ کی ترتیب میں قصیدے کی شکل رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ہمارے دائرہ سے باہر ہے۔ دوسری قسم کی نظموں میں، ولی ویلوری کی "روضۃ الشہدا" (سنہ ۱۱۳۰ھ) ضعیفی کی "ہدایت ہندی" ذوقی کی "وصال العاشقین" جیسی طویل مذہبی نظمیں شامل ہیں۔ اس دور میں تیسری قسم کی نظمیں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔ ان میں سب سے پہلے قاضی محمد محمود بحری کی "من لگن" کا ذکر ضروری ہے۔ بحری اصل میں بیجاپور کے رہنے والے تھے بیجاپور کی شکست کے بعد یہ حالِ تباہ گولکنڈہ پہنچے۔ دو سال بعد گولکنڈہ کی سلطنت کا سایہ بھی سر سے جاتا رہا۔ "من لگن" تصوف کی قدیم نظموں میں خاص اہمیت رکھتی ہے یہ اور وجدی کی "پنچھی باچھا" جو "منطق الطیر" کا ترجمہ ہے، بہت پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ عشرتی کی متصوفانہ نظمیں "چیت لگن" اور "دیپک پتنگ" بھی کافی مقبول تھیں۔

نیم مذہبی نظموں میں محمد علی عاجز کے قصے قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں فقہ، عقائد وغیرہ کے مسائل کو قصے کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا تھا۔ ان قصوں

کو بھی اپنے زمانہ میں کافی مقبولیت حاصل رہی۔

دکن میں مثنوی کی ترقی کا آخری زمانہ' آصفجاہی سلطنت کے قیام کا ابتدائی دور ہے۔ یہ ایک عبوری زمانہ ہے' جس میں قدیم خیالات اور قدیم روایات کی کچھ تو شکست وریخت ہوئی اور کچھ نئی تعمیر شروع ہوئی۔ زبان اور خیال کے سانچوں کے لحاظ سے' اس دور سے بڑا انقلاب رونما ہونے لگا۔

اس دور کا سب سے بڑا شاعر' ولی ہے۔ جس نے اپنی شاعری میں نئے ماحول اور بدلے ہوئے مذاق کو سب سے زیادہ جگہ دی۔ اس کے بعد، شعراء کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا آسان ہوگیا۔ مثنوی کی حد تک ولی کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ اس نے صرف دو تین چھوٹی چھوٹی مثنویاں لکھیں۔ ان میں سے دو بزرگوں کی تعریف میں ہیں۔ مگر ایک مثنوی جو تیس پینتیس شعر کی ہے' نہایت اہم ہے۔ اس مثنوی کا عنوان "مثنوی در تعریف سورت" ہے۔ یہ اگلی تمام مثنویوں کے مقابلہ میں جداگانہ نوعیت رکھتی ہے۔ اس وقت تک اردو میں مثنوی مرقع نگاری کے لیے استعمال نہیں ہوئی تھی۔ ابتدائی چھوٹی چھوٹی مثنویاں متصوفانہ تھیں۔ بعد میں وجہی کے زمانہ سے اس نے قصے

لکھے گئے - کچھ رزمیہ مثنویاں بھی لکھی گئیں - عربی شعراء اس نوع کے خیالات کے لیے' قصیدہ کا استعمال کرتے تھے - فارسی شعراء نے بھی انہیں کی پیروی کی - ولی کے اثر سے' جب دہلی میں اردو شاعری کو فروغ ہوا تو ابتدائی زمانہ کے شعرائ جیسے شاہ حاتم اور آبرو نے ولی کی اسی مثنوی کی پیروی کی - میر تقی میر کے سامنے یہ نمونے تھے - اس لیے ان کی وہ مثنویاں جو فارسی کی تقلید میں نہیں لکھی گئی ہیں' اسی طرز کی ہیں - فارسی کی قصہ دار مثنویوں کے نمونے پر میر نے جو مثنویاں لکھیں وہ' ابتدائی نوعیت کی ہیں -

ولی کے بعد دکن میں دونوں طرح کی مثنویاں رائج ہوگئیں - خود ان کے جانشین' حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی نے' ایک طویل مثنوی "بوستانِ خیال" کے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھیں' جو متصوفانہ خیالات سے مملو ہیں - سراج کی طویل اور قصہ دار مثنوی "بوستانِ خیال" اس دبستان کی دکنی مثنویوں کا سب سے بہتر کارنامہ ہے' اور اردو کی تمام مثنویوں میں اس کا درجہ "سحر البیان" کے بعد ہے - انداز بیان' صداقت جذبات' تکمیل اور شعری خوبیوں کی بدولت "بوستان خیال" ہر زمانہ میں قدر کی نظر سے دیکھی جائیگی -

بوستانِ خیال" کے بعد دکن میں مثنوی نگاری کے ذوق پر تنزل
طاری ہونے لگا تاہم اس آخری دور میں بھی دو تین مثنویاں ایسی لکھی گئیں،
جن کی ادبی اہمیت کبھی کم نہیں ہو سکتی۔ ان میں سب سے پہلے قابلِ ذکر
لالہ لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی کی "تصویر جاناں" ہے۔ جو قصے کی ندرت
اصلیت اور ادبی معیار کی بلندی کے باعث اردو کی بہترین مثنویوں میں
شمار کی جا سکتی ہے۔ دوسری مثنوی "لعل و گوہر" ہے۔ جس کے مصنف
عارف الدین خاں عاجز اورنگ آباد کے شعراء میں خاص اہمیت رکھتے
ہیں۔ یہ مثنوی قدیم طرز کے فوق فطری قصوں سے کچھ زیادہ امتیاز نہیں رکھتی،
لیکن عاجز کا انداز بیان صاف ستھرا اور موجودہ روزمرہ سے بہت قریب
ہے۔ چونکہ اس زمانے میں، اورنگ آباد کو سیاسی مرکزیت حاصل تھی، اس لیے
یہاں اچھے اچھے شاعر جمع ہو گئے تھے۔ اور دکن کا پایۂ تخت حیدرآباد
میں منتقل ہونے تک، اورنگ آباد کو ادبی مرکزیت حاصل رہی۔ چنانچہ
کئی سخن پرداز اکنافِ ہند سے آ کر یہیں فروکش ہو گئے تھے۔ ان میں شاہ
غلام قادر ساحی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جو برہان پور سے آ کر اورنگ آباد میں
رہ گئے تھے۔ وہ اچھے شاعر تھے اور ان کے اطراف شاگردوں کا ایک خاصہ

مجمع تھا۔ وہ شفیق کے ہم عصر اور دوست تھے۔ شفیق نے اپنے تذکرے "چمنستان شعرا" میں ان کی ایک مثنوی "شمشاد و صنوبر" کے اقتباسات دیے ہیں۔ یہ مثنوی خاصی ضخیم بتلائی جاتی ہے۔ لیکن اب تک اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ یہ مثنوی اچھی ہوگی۔

اس خاکے کے ختم کرنے سے پہلے ایک اور سخن سنج کا ذکر ضروری ہے، جو اپنے زمانے کے استاد شمار کیے جاتے تھے۔ یہ شیر محمد خاں ایمان، شاگرد حضرت شاہ تجلی ہیں۔ ایمان کا نشو و نما نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی کے آخر عہد میں ہوا۔ یہ پرگو شاعر تھے۔ انہوں نے کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھی ہیں، جو پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہیں۔

موخرالذکر سخن سنج در اصل قدیم دبستان کے آخری شاعر تھے ان کے بعد، نئے عہد کے نئے تخیلات اور نئے روزمرہ کے اثرات نے قدیم دبستان کو متاثر کرنا شروع کیا۔ اور قدیم تخیلات پر بڑی شکست و ریخت طاری ہوئی۔ اس دوران میں، دکن کی اردو شاعری پر پژمردگی سی چھا گئی تھی۔ یہاں تک موجودہ عہد سے پہلے جب یہ شکست و ریخت مکمل ہوگی، جدید احساس نے اردو شاعروں میں ایک نئی روح پھونک دی۔

۲

مُصنّف

اور

کارنامہ

(۱)

مُصنّف

یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر "پھول بن" مشہور اور مقبول ہے، اس کے مصنف، ابن نشاطی کی حیات اسی قدر تاریکی میں ہے۔ یوں تو اس عہد کے اکثر و بیشتر شعرا کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، لیکن ان میں بھی ابن نشاطی کی زندگی کے واقعات خاص طور پر، ہماری نظر سے اوجھل ہیں۔ قدیم اُردو شعرا کے تذکروں کی کمی کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو، شعرا کے تذکرے لکھنے کا خیال اس زمانہ میں نہیں پیدا ہوا تھا، دوسرے اس عہد کی تاریخیں بھی کم ملتی ہیں۔ جو تاریخیں موجود ہیں، وہ تمام تر فارسی میں ہیں۔ ان میں سے بھی ابن نشاطی کے زمانے، یعنے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد پر بہت کم حاوی ہیں۔ فارسی تاریخوں میں، کہیں کہیں ایسے فارسی شعرا کا ذکر کر دیا جاتا ہے،

جو دربار سے توسل رکھتے تھے۔ ان تاریخوں کے مصنفین میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اردو شعراء کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔

ابن نشاطی کے کارنامہ کا ذکر سب سے پہلے غالباً اسٹیوارٹ نے کیا، جس کی فہرست میں "پھولبن" شامل تھی۔ اس نے مثنوی کے اشعار سے پتہ چلا کر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ "بساتین" کا ترجمہ ہے (ملاحظہ ہو شعر ۲۳۹) لیکن مصنف کے حالات کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس لیے اس معاملے میں وہ خاموشی اختیار کرتا ہے۔

ابن نشاطی کا تذکرہ سب سے پہلے، گارساں دتاسی نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن وہ اس کا دوسرا نام آواری سمجھتا تھا اور اسی نام کے تحت اس نے مصنف اور "پھولبن" کے واقعات لکھے ہیں جو حسب ذیل ہیں :—

"آواری۔ (ابن نشاطی) ایک مسلمان مصنف ہے، جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ حسب ذیل کتابوں کا مصنف ہے۔

(ا) ایک پریوں کا افسانہ، جو دکھنی نظم میں ہے، اور جس کا عنوان "پھولبن" ہے۔ یہ طیلہ شاہ TAILA SHAH اور شہزادی پھولبن کا قصہ ہے۔

یہ ایک فارسی کتاب "بساتین" کا ترجمہ تبلایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ذکر محمد ابراہیم نے اپنے دیباچہ "انوار سہیلی" (صفحہ ۱۱) میں، دکھن کی مشہور ترین کتاب کی حیثیت سے کیا ہے۔ اگر اسٹیوارٹ کے قول کا اعتبار کیا جائے، تو اس کی تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ (سنہ ۱۶۴۹ء) میں ہوئی۔ ایک مخطوطے کے اعتبار سے جو انڈیا آفس کا مملوکہ ہے، اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ - ۱۶۵۶ء) ہے۔ یہ نسخہ جو عمدہ نقوش سے مزین ہے بدقسمتی سے ناکمل ہے۔ کئی اوراق غائب ہیں، اور کئی ایسے بے ترتیب ہیں کہ اس کے استعمال کو مشکل بنا دیتے ہیں۔

اس کتب خانہ میں ایک اور مخطوطہ اس نظم کا صرف ابن نشاطی کے نام کے ساتھ موجود ہے۔ جس کے ۱۳۰ صفحات ہیں اور سائز آکٹیو ہے۔

(۲) اس مصنف کی ایک اور تصنیف "طوطی نامہ" (طوطے کی کہانیاں) بھی ہے، جو ہندوستان کا ایک مقبول قصہ ہے۔ یہ ایک مثنوی ہے جو سنہ ۱۰۴۹ھ (سنہ ۱۶۳۹ - سنہ ۱۶۴۰ء) میں لکھی گئی ہے۔ یہ نخشبی کی فارسی کتاب کا ترجمہ، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا چربہ ہے، جس کا ایک نسخہ عجیب و غریب نقوش سے مزین، پارس میں بھی ہے یہ نسخہ جو ہندوستان سے جنرل الارڈ

کے ساتھ آیا تھا، بیرن فوئیے (کونشی) M. LE BARON FEUILLET DE CONCHES
کے پاس موجود ہے۔

اسی موضوع پر دوسرے ہندوستانی کارنامے جو غواصی اور حیدری کے ہیں، ان کا ذکر میں ان کے مقام پر کرونگا۔ کئی اور ترجمے بھی مختلف مصنفین کے موجود ہیں۔ ان میں سے جن سے میں واقف ہوں ایک دکھنی نثر میں ہے اور جس کا نسخہ ان فلکونے F. FALCONER کے قبضہ میں ہے۔ دوسرا ہندوی زبان اور ناگری خط میں ہے جس کا ایک نفیس نسخہ چھوٹی تقطیع کا میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ میں ہندوستانی زبان کی ایک جلد ہے جو "منتخبِ طوطی نامہ" سے موسوم ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ انتخابات کہاں سے لیے گئے ہیں۔

آداری کی کتابیں سلطان عبداللہ قطب شاہ، جانشین محمد برادر قلی قطب شاہ کے نام سے منسوب ہیں، قلی قطب شاہ کی ہندوستانی شاعری قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اس کا ذکر میں "قطب شاہ" کے مضمون میں کرونگا۔ یہ وہی عبداللہ ہے جس نے مغل شہنشاہ

شاہجہاں کی اطاعت قبول کی تھی۔
دوسری کتاب وہی معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر غواصی کے تذکرہ میں کیا جائیگا۔ کیا یہ موخرالذکر مصنف اور اس تذکرہ کا مصنف شاید ایک ہی ہوں گے"۔ (تاریخ زبان و ادب ہندستانی و ہندی جلد اول ص ۲۵۲)

دتاسی کا یہ بیان ابن نشاطی کی ذات کی حد تک مختصر اور ایک حد تک پریشان کن ہے۔ اس مضمون سے متعلق چند نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلا نوٹ "آدری" کے متعلق ہے۔ اسے وہ فارسی لفظ "آوارہ" کا ہم معنی سمجھتا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی میں اس نے اس کا مطلب جس لفظ سے ظاہر کیا ہے وہ "کاہل 'بے مقصد پھرنے والا" کا مترادف ہے۔ دوسرا نوٹ' "پھولبن" پر ہے۔ اسے وہ ہیرائین کا نام بھی بتاتا ہے۔ تیسرا نوٹ "بساتین" سے متعلق ہے۔ اور وہ لکھتا ہے کہ "ممکن ہے کہ یہ وہی فارسی کارنامہ ہو جو جادو کے موضوع پر ہے اور جس کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے"۔
لیکن آخری حصہ بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسے "آواری" اور "غواصی" کے ایک ہی شخص ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ تاہم وہ اس کا تصفیہ نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ میں

اسے جو غلط فہمیاں ہوئی ہیں، ان کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

ابن نشاطی کے زمانے سے کوئی سو سال بعد، جب اُردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو اس وقت تک اکثر شعراء گمنام ہو چکے تھے۔ صرف غواصی کا ذکر تو اُردو شعراء کے ابتدائی تذکروں میں ملتا ہے، لیکن دوسرے بہت سے شعراء ان تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہے۔

حال کے زمانے کی بعض تصنیفات، جیسے "دکن میں اردو" اور "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرے زیادہ تر دتا سی ہی کے بیان پر مبنی ہیں۔ مثلاً "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی پر حسب ذیل نوٹ لکھا گیا ہے:۔

"ابن نشاطی، گولکنڈہ کا باشندہ ہے۔ اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر ہے۔ اس نے دو کتابیں لکھی ہیں اور انہیں سلطان عبداللہ کے نام سے نامزد کیا ہے[1]۔"

یہی ناکافی مواد "اردو شہ پارے" کی اشاعت تک ہماری دسترس میں تھا

[1] اردوئے قدیم۔ مطبوعہ تاج پریس صفحہ ۵۹۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ نے، مثنوی کے تفصیلی مطالعے سے بعض مزید امور کا پتہ چلایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وہ (ابن نشاطی) ..... نثر نویس تھا۔ اور اس سے قبل شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی وہ اپنے زمانے کے زندہ شاعروں کی توصیف و تعریف کا خواہشمند نہیں۔ وہ ان کا ذکر بھی نہیں کرتا، صرف فیروز، محمود، خلیقی (خیالی؟) اور شوقی کو پسند کرتا ہے ....

"پھولبن" کا خاتمۃ البیان، گولکنڈے کی اُردو شاعری اور مصنف کی زندگی کی نہایت اہم دستاویزوں میں سے ہے۔ یہ اصل کتاب کی تکمیل کے کئی برس بعد شریک کیا گیا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو، اس تصنیف کے بعد سے کیسی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک طرف بادشاہ نے اسے شایان شان سرفراز کیا تو دوسری جانب کتاب کے ادبیانہ طرز بیان نے پبلک کو بھی اس کا گرویدہ بنا لیا۔

"اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ قلعہ سدھوٹ میں ایک دولتمند جاگیردارنی تھی، جو..... ادبیات سے بے حد لگاؤ رکھتی تھی۔ وہ ابن نشاطی کی تصنیف سے بے حد محظوظ ہوئی۔ اور چاہا کہ اس کو عمدہ تصاویر کے

ساتھ نقل کر دیا جائے۔ اس نے شادی کے بیان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا۔ یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہیں کہ انڈیا آفس کا مخطوطہ خوش قسمتی سے وہی نسخہ ہے جو اس خاتون کیلئے لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد خوشنما اور اعلیٰ درجہ کی تصاویر ہیں اور نفیس خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔

خود مصنف کی بھی ایک پاکیزہ اور چھوٹی تصویر ہے، جو غواصی کی تصویر سے، جو اس کے سیف الملوک کے مخطوطے میں ہے، زیادہ اصلی اور فن کارانہ ہے۔ اس میں ابن نشاطی ایک ادھیڑ شخص دکھایا گیا ہے، جو اپنے دیوان خانے میں، ہاتھ میں بیاض لیے بیٹھا ہے۔" (اردو شہ پارے صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۱)

مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اپنی حالیہ تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں "پھولبن" اور ابن نشاطی کے متعلق زیادہ تر یہی امور لکھے ہیں لیکن انہوں نے سدھوٹ کے نسخے میں، جو اضافے بعد کو کئے گئے ہیں، ان کو کسی قدر صراحت سے بیان کیا ہے۔

ان تمام واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ابن نشاطی کے حالات پر، خارجی ذریعوں سے بہت کم روشنی پڑ سکی ہے۔ ان کا سب سے بڑا اور واحد ماخذ، اس کی تصنیف، "پھولبن" ہی ہے۔

گارساں دتاسی کو ابن نشاطی اور "پھولبن" کے متعلق چند غلط فہمیاں ہوگئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ "آواری" اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کو اسی کی تصنیفات بتلاتا ہے۔ آخر میں وہ اس شبہ کا اظہار کرتا ہے کہ ممکن ہے غواصی اور آواری ایک ہی شخص ہو۔ اس طرح اس کے بیان کے بموجب آواری، غواصی اور ابن نشاطی، تینوں ایک شخص قرار پاتے ہیں۔ پھر "پھولبن" کے قصے کے متعلق بھی اس کے بیان کا ایک حصہ صحیح نہیں ہے۔

بظاہر دتاسی کو یہ غلط فہمی، اسٹیوارٹ کی توضیحی فہرست کے سبب ہوئی۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا نوٹ حسبِ ذیل ہے:-

"۹ و ۱۰۔ "پھولبن" اور "طوطی نامہ"۔ دو جلدیں۔ کوارٹو (تقطیع) شکستہ آمیز تحریر اول الذکر تیلو شاہ TAILU SHAH اور شہزادی "پھولبن" کی داستان ہے۔ جو "بساتین" کا ترجمہ بتلائی جاتی ہے۔ یہ کئی تصویروں سے مزین ہے جن سے ایرانی لباس کی وضاحت ہوتی ہے۔ موخر الذکر نخشبی کے فارسی "طوطی نامہ" کا دکھنی نظم میں

ترجمہ ہے۔

مصنف، آواری۔ عبداللہ قطب شاہ (۱۶۴۹-۱۶۵۳ء) کے نام سے معنون ہیں۔" (فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان۔ مطبوعہ ۱۸۰۲ء صفحہ ۱۸)۔

اس میں شک نہیں کہ اسٹیوارٹ نے اثباتی طور پر یہ نہیں لکھا کہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کا مصنف آواری ہے۔ لیکن اسی کے بیان سے اس غلط فہمی کی گنجائش ہے۔ اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ دتاسی کا ماخذ یہی فہرست تھی۔ تاہم اس نے کتابوں کو پڑھ کر ابن نشاطی اور غواصی کا بھی پتہ چلا لیا تھا، گو وہ اس غلطی کی اصلاح نہ کرسکا، جو اسٹیوارٹ کے بیان سے پیدا ہوگئی تھی۔ بلکہ ایک حیثیت سے اس کی توضیح کرتا ہے۔ اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہ ہوسکا تھا۔

مرتب اوراق ہذا کا خیال یہ ہے کہ اسٹیوارٹ کی غلط فہمی کی بنا اس طرح ہوئی کہ نقص کتابت یا کسی اور سہو کی وجہ سے پہلے کسی نے "غواصی" عواصی پڑھ لیا اور اسی طرح انگریزی میں لکھ دیا۔ دوبارہ پھر اس نام کی نقل کرتے وقت [illegible] کا "یس" جو بعض وقت تحریر میں "آر" سے بہت مشابہ ہوجاتا ہے "آر" پڑھ لیا گیا۔ اور یہ "اواری" ہوگیا۔ اس امر کی [illegible] کہ اواری و [illegible]

غواصی کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں تھا' اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ دتاسی نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ تصنیف (سنہ ۱۰۴۹ھ) لکھا ہے' وہ غواصی کے "طوطی نامہ" ہی کا سنہ ہے۔

جہاں دتاسی نے 'غواصی کے" طوطی نامہ" کا ذکر علیحدہ کیا ہے' وہاں' مصنف کے نام کے متعلق کسی طرح کی غلط فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔

دوسری چیز' "پھولبن" کے قصے کے متعلق غلط فہمی ہے۔ اسٹیوارٹ اور دتاسی دونوں ہی نے اس کو نیلو' نیلا یا طیلہ شاہ اور شہزادی پھولبن کی داستان بتلایا ہے۔ مرتب کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس غلط فہمی کی بنیاد کیا تھی۔ کیونکہ جیسا کہ قصے سے ظاہر ہے۔ کہیں کسی بادشاہ کا نام قصہ گو نے نہیں بتلایا۔ صرف ایک جگہ شعر نمبر ۲۰۴ میں اگر پادشاہ کا نام سمجھا ہی جاسکتا ہے تو وہ سلطان عادل ہے دوسرا نام رانی سونتی کا ہے' آخری قصے میں تین نام آتے ہیں سمن بر' ہمایوں فال اور ملک آرا۔ ان میں سے کسی نام کے مذکورہ بالا ناموں سے خلط ملط ہونے کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

پھر ... شہزادی کا نام "پھولبن" بہت ہی عجیب و غریب

چیز معلوم ہوتی ہے ۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "پھولبن" کسی ایک بادشاہ کا قصہ ہے ۔

"پھولبن" جس طرح ابن نشاطی کے حالات کا ماخذ ہے، اسی طرح وہ اس کا سرمایہ حیات' بلکہ عین حیات ہے ہمارے لیے اس کی زندگی اسی کارنامے سے شروع ہوتی ہے' اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے ۔ اس سے پہلے کا ابن نشاطی ہماری دسترس میں نہیں ہے ۔

ابن نشاطی کے خاندان اور ولادت کا حال بالکل پردہ خفا میں ہے ۔ لیکن اس کی تعلیم و تربیت کے متعلق ، بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی ۔ وہ ایک لکھا پڑھا انسان تھا ' فارسی ادب اور شاعری کے علاوہ' فن بلاغت اور خاص طور پر علم معانی اور بدیع سے اسے خاص لگاؤ تھا ۔ اپنی فارسی دانی پر وہ ایک حد تک ناز بھی کرتا ہے کہ تجھے آج فارسی میں دستگاہ حاصل ہے ۔ تیرے بغیر کوئی ترجمہ بھی نہیں کر سکتا ساری صنعتوں پر تیری نظر ہے بے کار اپنی اوقات مت ضایع کر" ۔

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج
تجھے معلوم ہے سارے صنایع نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

جن حساس طبیعتوں کی پرورش ایسے شعری ماحول میں ہوئی ہو، جیسا کہ عبداللہ کے زمانہ میں گولکنڈے میں موجود تھا' ان کا شاعر بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ابن نشاطی کی طبیعت میں وہ فطری ملکہ موجود تھا جو ایک اچھے شاعر کے لیے از بس ضروری ہے' لیکن وہ اپنی شاعری سے زیادہ' اپنی انشا پردازی پر نازاں تھا۔ چنانچہ مثنوی کے خاتمہ کے اشعار میں وہ کہتا ہے کہ " انشار کی طرف میری توجہ ہمیشہ رہی' اور اس سے طبیعت کو ایک حظ حاصل ہوتا ہے"۔

اہے انشا پو میرا میل دائم طبیعت کو مری ہے حظ ملائم

لیکن اس وقت اس کی انشار پردازی کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ کس زبان میں انشا پردازی کرتا تھا۔ جس طرح اس نے اپنی انشا کا ذکر کیا ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ فارسی میں تھی تو غالباً اس کا ذکر وہ ضرور کر دیتا' اس لیے ممکن ہے کہ یہ انشا پردازی وہ اردو ہی میں کرتا ہو' کیونکہ اس وقت سے کئی برس پہلے محمد قلی قطب شاہ کے ملک الشعراء' وجہی نے "سب رس" کی شکل میں اردو انشار کا ایک نفیس نمونہ چھوڑا تھا۔ بہرحال یہ قیاس ہے' جس کا کوئی ثبوت اس وقت موجود نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ' یہ انشا پردازی وہ جس زبان میں بھی کرتا ہو' اسکی

اچھی جھلک اس نے "پھولبن" میں دکھا دی ہے۔

نظم میں بھی وہ ایک اعلیٰ معیار پیشِ نظر رکھتا تھا۔ "پھولبن" کو اس نے سلاست اور سادگی کے ساتھ ساتھ صناعی کا عمدہ نمونہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو پوری نظم بلیغ ہے، لیکن جیسا کہ خود اس نے بیان کیا ہے۔ اس میں انتالیس صنعتیں استعمال کی ہیں۔ اپنی نظم کے متعلق وہ یوں اظہارِ خیال کرتا ہے کہ،

"جو عقلمند صنعت کو سمجھ سکتا ہے، وہی میری اس نکتہ دانی کی داد دیکھتا ہے۔ سخن فہم حضرات ہی جان سکتے ہیں کہ میں نے کیسی صنعت سے ابیات سرانجام کی ہیں۔ جو ہر شعر میں دکھایا جا سکتا ہے میں نے دکھایا ہے اور انتالیس صنعتیں نظم میں استعمال کی ہیں۔ اس نظم کو دیکھ کر شاعری کا کام آسان ہو گیا مثنوی کا پایہ بلند اس لیے رکھا ہے کہ ہر شخص اس پر حرف گیری نہ کر سکے۔ اس نظم میں انشاء پردازی کے پورے لوازم موجود ہیں۔ غزل کا مرتبہ اس میں شک نہیں کہ بلند ہے، لیکن میری ہر بیت ایک غزل کے برابر ہے اگرچہ شعر کا فن بلند رتبہ رکھتا ہے لیکن محض شعر کچھ نہیں جب تک اس میں نصیحت یا صنعت دونوں میں سے کوئی ایک بات موجود نہ ہو اگر میری توجہ اس سے پہلے شعر کی طرف

ہوتی تو میں اب تک ہزاروں ہی اشعار لکھ ڈالتا۔ مجھے تو انشاء پردازی سے ہمیشہ دلچسپی رہی اور اس میں ایک لطف آتا تھا۔"

جو کوئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی — وہی سمجھے میری یو نکتہ دانی
وہی سمجھے سمجھ ہے جن کوں کچھ بات — جو میں باندھیا سو یو صنعت سوں ابیات
ہر ایک مصرعہ اوپر ہو کر بجد خوب — رکھیا میں قافیہ لا مستند خوب
دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا — صفت کینا ہوں شصت و شش محل کا
رکھیا میں مثنوی اونچی یو اس دھات — سکت نیں کس کوں انپڑانے وہاں ہات
میری ہے نظم میں انشا کے دھاتاں — اہے انشا کے دھاتاں ہور باتاں
غزل کا مرتبہ گرچہ اوّل ہے — ولے ہر بیت میرا ایک غزل ہے
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی — ولے کیا کام آوے بات خالی
اوّل بارے نصیحت اس میں اچھنا — نصیحت نیں تو صنعت اس میں اچھنا
یو دو فن اس میں نیں تو ہیچ ہے سب — نہیں وو شعر بے جا ہیچ ہے سب
منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا — ہزاراں سونچ بیتاں لکھ کو اچھتا
اہے انشا پو میرا میل دائم — طبیعت کوں میری ہے خط لازم
سمج ہر کس کوں میرا طبع ہونا — کر میں یک دکھایا ہوں نمونہ"

اس پارے کے علاوہ، پوری نظم میں جگہ جگہ، اس کی شاعرانہ طبیعت کے ثبوت موجود ہیں۔

ابن نشاطی کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ وہ نہایت منکسر مزاج واقع ہوا تھا۔ اردو شعرا میں یہ خصوصیت بہت کم دیکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے کے تقریباً تمام اساتذہ نے شعر کے فن میں اپنی استادی جتانے کی طرح طرح سے کوشش کی ہے، اور بعض وقت معاصرین پر چوٹیں بھی کیں ہیں۔ ابن نشاطی بھی رسماً اس گفتگو کا آغاز کرتا ہے، لیکن حتی الامکان وہ تعلّی سے احتراز کرتا ہے اور اس گفتگو کو وہ یہ کہہ کر جلد ہی ختم کر دیتا ہے کہ،

”خواہ مخواہ بڑائی جتانے سے کیا فائدہ۔ سننے والے طعنہ دینگے۔ اے ابن نشاطی! تو اپنی تعریف آپ نہ کر۔ ہاں اگر کچھ ہنر آتا ہے تو ظاہر کر۔ شعر لکھتے وقت مجھ پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں اگر کچھ بڑائی کی بات نکل گئی ہو، تو اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ روانیٔ طبع کے ہاتھوں میں مجبور تھا۔ اس لیے اگر کوئی بات ایسی نکل گئی ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اے ابن نشاطی! خود نمائی سے کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا میں غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہو کر [illegible]“

"بزرگی کیا سبب یوں چپ کے لینا   کہ سن کر دیوینگے ہر کوئی جھینا
رتن اپنی صفت کے نت نکورول   ہنر کچھ شعر کا سمجا ہے تیوں بول
یو باتاں بولنے تومست نہا ہیں   تکلف بات کا متاں اپر نیں
رکھو معذور نا کرول کوں بھاری   قلم کے ہات تھی سب اختیاری
نہ کر ابن نشاطی خود نمائی   سٹے ہیں یاں ہمایاں سب ہمائی"

جس طرح وہ تعلّی کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے زمانے کے شعرا پر چوٹیں کرنے کو بھی درست نہیں سمجھتا لیکن کلاسکی شعراء کی طرح اس مقصد کو ایک زیادہ ہنرمندانہ پیرایہ میں اس طرح ادا کرتا ہے کہ اپنے کمال کی صحیح داد دینے کے لیے وہ اساتذہ پیشین کو یاد کرتا ہے۔ منقولہ بالا اقتباس کے بعد ہی وہ اشعار ہیں جن میں وہ کہتا ہے۔

"افسوس ہے کہ اس وقت استاد فیروز نہیں۔ ورنہ وہ میری شاعری کی داد دیتا۔ سید محمود بھی باقی نہیں رہا جو اچھی اور بری شاعری میں تمیز کر سکتا حیف ہے کہ شیخ احمد زندہ نہیں کہ میرے کلام کی بلند پائیگی کو سمجھ سکتا۔ اگر اس وقت حسن شوقی موجود ہوتا، مجھ پر ہزار دفعہ رحمت بھیجتا، یا پھر ملا خیالی ہوتا تو میرے کمال کی داد دے سکتا۔"

نہیں وو کیا کروں فیروز استاد | کہ دیتا شاعری کا کچھ میری داد
اہے صد حیف جو نیں سید محمود | کتے پانی کوں پانی دود کوں دود
نہیں اس وقت پرو شیخ احمد | سخن کا دیکھتے باند صیا سو میں سد
حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال | ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی | یومیں برتیا ہوں صاحب کمالی

اس کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے "پھولبن" سے پہلے شعر لکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انشا پردازی کی طرف ہی زیادہ مائل رہا۔ اس وقت قطب شاہی سلاطین کی علم پروری اور ادب نوازی کی بدولت پایۂ تخت میں بہت سے ایسے علما فضلا جمع ہو گئے تھے، جن کو ادب اور شاعری سے غیر معمولی شغف تھا۔ محمد قلی کے زمانے سے اس فضا پر گہرا رنگ چڑھ گیا تھا اور عبداللہ کا عہد تو گویا اس مذاق کے عروج کمال کا زمانہ تھا۔ جس طرح لکھنو کے ادبی عروج کے وقت وہاں کے معمولی پڑھے لکھے لوگوں کی طبیعتوں میں بھی شعر اور ادب کا ذوق رچ گیا تھا، اسی طرح گولکنڈہ کی فضا میں بھی یہ تخم بکھرے ہوئے تھے۔ ابن نشاطی تو اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا، اس زمانے کے معمولی معمولی لوگ بھی اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔ غالباً

اسی کو دیکھ کر ابن نشاطی کے دل میں بھی کوئی یادگار کام کر جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ "پھولبن" کے سبب تالیف کے سلسلہ میں وہ مشرقی شعرا کے ذہنی مستعین اور دیوتا یعنے "ہاتف" کی رسمی گفت گو کے بعد لکھتا ہے۔

"اے ابن نشاطی! تو کسریٰ نہیں کہ تیرے انصاف کی وجہ سے تیرے بعد تیری شہرت دنیا میں باقی رہے، اور نہ تو حاتم ہے کہ تیری سخاوت کے چرچے رہ جائیں۔ تو وہ ابراہیم ادہم بھی نہیں، جن کے زہد و تقویٰ کی باتیں آج مشہور ہیں۔ اگر تو رستم ہوتا تو شاید "شاہنامہ" پڑھنے والے تیری داستانیں پڑھ کر تجھے یاد رکھتے۔ مناسب یہ ہے کہ تو جس طرح بن پڑے کوئی ایسا بڑا کام کر جا کہ دنیا میں تیرا نام رہ جائے"۔

توں کسریٰ نیں جو لیہے تیری عدالت ‌ ‌ ‌ توں حاتم نیں جو رہے تیری سخاوت
نہیں ہے توں وو ابراہیم ادہم ‌ ‌ ‌ کہینگے زہد میں تج کوں مقدم
توں رستم نیں جو تیری داستاناں ‌ ‌ ‌ پڑیں ہر بزم میں "شہ نامہ" خواناں
بھلا وو ہے تو اپنا یادگار آج ‌ ‌ ‌ دنیا میں ہر سند کر آشکار آج"

ہم کو شاعر کے قول پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس نے اس سے پہلے شعر نہیں لکھا۔ لیکن نظم کو پڑھ کر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ نو مشقی کا

کارنامہ ہے۔ اس میں اس زمانے کی نظموں کی تمام بہترین خوبیاں موجود ہیں، اور اس کے اسلوب کے متعلق ہم جناب آغا حیدر حسن صاحب سے بالکل متفق ہیں کہ "نصرتی کی مثنوی گلشن عشق تسلسل اور بلند خیالی میں تو اس سے بڑھ جاتی ہے، لیکن سلاست اور روانی میں اس کو نہیں پہنچ سکتی"۔ شعر کے بعض بہترین نقادوں کے خیال کے مطابق "صنعت گری" اور "روانی طبع" میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، خاص طور پر قدیم اردو مثنویوں میں آخری چیز بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف چند مثنویوں کو چھوڑ کر، اکثر مثنویاں مطالب اور معانی کی حد تک ماخوذ ہیں۔

بعض اور قدیم شعراء کے مقابلہ میں، ابن نشاطی اپنے ذاتی واقعات کی طرف نظم میں بہت کم اشارہ کرتا ہے۔ جو واقعات بھی معلوم ہو سکے ہیں، وہ ضمناً اس کے قلم سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً اس کی ابتدائی زندگی کا حال، اس کی نظم سے بالکل معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن خاتمہ کے دو تین اشعار سے مترشح ہوتا ہے کہ، اس کا ابتدائی زمانہ زیادہ خوش حالی میں نہیں بسر ہوا، یا کم از کم زمانے نے اس کے حوصلوں کے مطابق اسے نہیں نوازا۔ اس عہد کے اکثر مشاہیر اور شعرائ کی طرح، اس کا مطمح نظر دربار تھا۔ اور اس وقت تک دربار میں رسائی اسے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے۔

"اگر مجھے دربار میں رسائی میسر ہوتی، تو میرا قلم اس سے بڑھ کر گہر افشانی کرسکتا۔ اور اگر مجھے کچھ فراخی نصیب ہوتی، تو اس سے زیادہ آب دار شعر سرانجام کرسکتا۔ جو مرتبہ ایک حقیقی بڑے آدمی کا ہے مجھے مل جاتا تو میں شعر کے فن میں مسیحائی کر دکھاتا۔ زمانے نے میری قدر نہ جانی۔ اور میرا صحیح مرتبہ مجھے حاصل ہونے نہ دیا"

حضور یاں ہیں مرا گر سلک اچھتا گہر ریز اس نے میرا کلک اچھتا

فراغت اس تے گر ٹک منج کوں ہوتا لے موتیاں خوب ہیں اس تے پروتا

بڑیاں کے نا د اچھنا توڑ اپن مسیحا کا دکھاتا بات میں فن

زمانہ نا سمج کر قدر میرا بچھایا ہے دلی سوں صدر میرا"

غرض اس مایوسی کی حالت میں اسے خیال پیدا ہوا کہ "اس طرح کا جینا اور مرنا دونوں برابر ہیں۔ کوئی کام کر جاؤں جو دنیا میں یادگار رہ جائے ایک شاعرانہ طبیعت کے لیے ظاہر ہے کہ ایک عمدہ نظم کے سرانجام سے زیادہ کوئی موزوں کام نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے، اس نے "پھولبن" کو منظوم کرنا شروع کیا مبارک ماہِ رجب میں اس کی ابتدا ہوئی، اور عید رمضان کے روز یہ اختتام کو پہنچی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنی پوری توجہ اس نظم پر

صرف کی، اور تین مہینے کی مسلسل محنت کے بعد، جب نظم مکمل ہوگئی اور اس نے اس پر نظر ڈالی، بے ساختہ احساس شکر سے اس کا دل لبریز ہوگیا اور حسب ذیل اشعار اس کی زبان سے نکل پڑے۔

"ہزاراں شکر یو قصّہ ہنر کا   مٹھائی ہیں لیا جا گا شکر کا
ہزاراں شکر میری بات کے پھول   پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر میری طبع کا فن   ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام   ہنرمندی سوں پایا خوب اتمام
پو "پھلبن" تین مہینے لگ لگایا   پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت دل لھو ہوا پر   کتک دن کوں دسیا یو مشک ہو کر"

مکمل ہو جانے کے بعد، اس نے اس "پھلبن" کو سلطان عبداللہ کے نذر کردیا۔

اچھو یو وو مبارک "پھول بن" ہو   نظر میں جم اچھو شہ کی، چمن یو

("ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ ہنرمندانہ قصہ، شیرینی میں، مٹھائی کی جگہ لے سکا۔ اور میرا کلام استادوں کے پاس مقبول ہوا۔ اس قصہ کی بدولت، میری طبع کے جوہر عالم پر آشکار ہوئے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ، میرے ذوق کا کام، ہنرمندی کے باعث، عمدگی سے انجام کو پہنچ گیا۔ اس "پھولبن" کو میں نے تین مہینے مسلسل سینچا۔ جب کہیں

چل کر یہ بدر بن کر عالم پر چمکایا۔ اس میں بڑی مشقت کھینچنی پڑی، لیکن جب یہ پورا ہوگیا تو اس کی خوشبو سے سارا عالم مہک اٹھا۔"

"پھولبن" ابن نشاطی کے عنفوانِ شباب کا کارنامہ ہے۔ اس کا پتہ حسبِ ذیل شعر سے چلتا ہے جو سببِ تالیف کے سلسلہ میں آیا ہے۔

مطول کر تو میری زندگانی　　تو برخوردار کر میری جوانی

یعنی "خداوندا، تو مجھے طویل عمر نصیب فرما، اور میری جوانی کو برخوردار بنا۔"

اگر بیس پچیس سال کی عمر میں، اس نے یہ کتاب لکھی ہوگی تو، اس لحاظ سے اس کی ولادت کا زمانہ ۱۰۴۰ھ سے ۱۰۴۵ھ تک ہوسکتا ہے۔ اپنا نام اس نے ہر جگہ ابن نشاطی ہی بتلایا ہے، اور یہی نام نظم میں جگہ جگہ آتا ہے۔

"پھولبن" کے لکھنے کے بعد، ابن نشاطی کو جو مقبولیت اور سرفرازی حاصل ہوئی، اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس کی ابتدائی زندگی کے مقابلے میں بعد کی زندگی پر، اور خاص طور پر مذکورہ بالا واقعہ پر تین طرح سے روشنی پڑتی ہے۔ ایک تو خود، ابن نشاطی کی نظم کے وہ چند اشعار ہیں، جن میں، اپنی نظم کی مقبولیت پر وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ دوسرے سڈھوٹ کا مکتوبہ نسخہ ہے، جس کے اضافہ سے اس کی مقبولیت اور چند تصویروں سے، دربار میں اس کی رسائی اور،

خانگی زندگی میں اس کے مرتبے کا پتہ چل سکا ہے۔ اس نسخہ کی ایک تصویر میں ابن نشاطی سلطان عبداللہ کی محفلِ نشاط میں شعرخوانی کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ دوسری تصویر میں وہ اپنے دیوان خانے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے اس کے پیچھے خادم دست بستہ کھڑا ہے اور سامنے بیاض ہے، جس میں وہ حسبِ ذیل شعر کا مصرعۂ اول لکھ چکا ہے۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی نزاکت سوں کیا میں نقشبندی

ایک آخری ثبوت اس کا یہ ہے کہ "پھولبن" کے لکھے جانے کے اٹھ سال [۶۸] بعد ۱۱۴۴ھ میں گولکنڈہ کے ایک اور مشہور شاعر، سید محمد عشرتی کے فرزند، ہنر نے "پھولبن" کے جواب میں جو مثنوی "نیہ درپن" کے نام سے لکھی تھی، بعض وقت غلطی سے عشرتی کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے۔ یہ مثنوی کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کے خاتمے پر، مصنف لکھتا ہے کہ "میں نے "نیہ درپن" رمضان کے غرہ کو ختم کی۔ اسی عید مسعود کو ابن نشاطی نے "پھولبن" لکھ کر اپنی مراد پائی تھی۔ اسی مبارک مہینے میں، خدا نے میرے مقصد کے درخت کو بار آور کیا۔" "نیہ درپن" کے اشعار حسبِ ذیل ہیں:۔

بنایا "پھولبن" ابن نشاطی تھی باس اسکی سب کے تئیں خوش آئی

جواب اس کا جو یو ہے "نیہ درپن" ہے سچ وو عشق کی انکھاں کا انجن

. . . .

ہوا تیار جس دیساں میں "پھلبن" مصنف تس لکھیا ہجرت کے یو سن

"سنہ ہجری لے آیا جب یو رکھ بار اگیارا سوکوں کم تھے بیس پر چار"

سٹیا مج "نیہ درپن" نے یو جھلکار اگیارا سو پو تھے چالیس پر چار

اتھا رمضان کا غرہ سو جس دن ہوا یو "نیہ درپن" بدر اسی چھن

اسی مہینے کی تھی جو عید مسعود ملیا ابن نشاطی تائیں مقصود

اسی ماہِ مبارک بیچ کرتار میرے مقصد کے رکھ کوں بھی دیا بار

ابن نشاطی، جیسا کہ دتاسی نے لکھا ہے، شیعہ مذہب رکھتا تھا اس کا ثبوت "پھولبن" کے وہ اشعار ہیں، جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ چنانچہ محولہ بالا اشعار کے علاوہ "سبب تالیف" کے اشعار ۱۵۶ تا ۱۷۵ کے مطالعہ سے، یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو سکے گی کہ اس کا مذہبی جذبہ کس قدر گہرا ہے۔ یہاں شاعر کا طرز نہایت درد آگین اور موثر ہو جاتا ہے۔ اس حصّہ کی ابتدا محبت کے ذکر سے ہوتی ہے لیکن آگے چل کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ محبت، دنیوی نہیں بلکہ روحانی ہے۔

نہایت شاعرانہ انداز کے چند اشعار کے بعد وہ کہتا ہے۔ "کہو کہ میں اپنے عشق کا احوال کیونکر بیان کروں اور محبت کے راز کس طرح کھولوں۔ اگر مجھے شاہِ شہیداں توفیق عطا فرمائیں اور راہِ شہیداں سے فرصت ملے، تو اپنے شوقِ دل کو کسی قدر وضاحت سے بیان کر سکونگا۔ دکن سے جب کربلا پہونچونگا خامے کی طرح سر کے بل چلونگا۔ پہلے آنسو کی آب پاشی کرکے پھر پلکوں سے جاروب کشی کا کام لونگا۔ اس گنبد تلے، سایہ کی طرح پڑا رہونگا، اور اس مبارک دیوار کو لگ کر نقش دیوار بن جاؤنگا۔ اپنے دل کو اس آستان کی قندیل اور تن کو، فرش بنا دونگا۔ پھر اس مرقدِ پاک پر سے اپنے آپ کو وار کر، دل کا دُکھ اشک خونیں سے ظاہر کرونگا۔ اپنی دونوں آنکھوں کو فرات اور لہو رو کر تن کو کربلا کا میدان کر دکھاؤنگا میرے دل میں سیلاب گریہ کا جوش ہے، اس آب سے نامۂ اعمال کی سیاہی دُھل سکتی ہے۔"

اس طرح مناجات میں بھی اس کے مذہبی جذبات کا کافی اظہار ہوا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے۔ "خداوندا، اپنے عشق میں ثابت قدم رکھ۔ میرے سینے میں اپنے اسرار بھر دے، اور آنکھوں کو اس قابل بنا کہ وہ تیرا دیدار دیکھ سکیں۔ تو میری زبان میں شیرینی عطا کر۔ اگر دنیا نہ مل سکے تو

اتنا غم نہیں۔ لیکن میرے دین میں کمی نہ ہو" (اشعار ۵۰ تا ۵۵)۔

ابن نشاطی نہ صرف ایک اچھا مثنوی نگار تھا اور بیانیہ شاعری پر اُسے پورا قابو حاصل تھا، بلکہ غزل یعنے غنائی شاعری بھی وہ اچھی کرسکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ادبی رجحانات سے متاثر تھا۔ ولی سے پہلے غزل کو زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ یوں جتنے جتنے شعراء نے غزل لکھی ہے، لیکن محمد قلی کے سوا، کسی نے غزل میں کوئی نمایاں کارنامہ نہیں چھوڑا۔ قدیم اساتذہ جیسے وجہی، نصرتی، غواصی وغیرہ، جو مثنوی اور قصیدہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے، غزل کی طرف زیادہ متوجہ نہ تھے۔ ولی نے اُردو غزل کو اتنا بلند کیا کہ وہ فارسی کے ہم پلہ ہوگئی، اور چونکہ فارسی غزل کی شاعری کا ذوق، ہندوستان بھر میں ادبی حلقوں پر چھایا ہوا تھا، اس لیے اُردو غزل کو فوراً ہندوستان گیر مقبولیت حاصل ہوگئی۔ ابن نشاطی کے زمانے کے شعراء پر بیانیہ شاعری کا رنگ اس قدر غالب تھا کہ غزل نہ لکھنا، شاعر کو کمال کے زینہ سے نیچے نہیں گرا سکتا تھا۔ چنانچہ خود ابن نشاطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

تاہم نمونے کے طور پر اس نے ایک غـزل لکھ دی ہے، جو سلاست اور شیرینی کی وجہ سے ایک خاص لطف رکھتی ہے۔ اس غزل کو پڑھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اگر ابن نشاطی اس ذوق کو ترقی دیتا، تو وہ اُردو کے بہترین غزل گو شعرا میں شمار ہو سکتا تھا۔

(۲)

کارنامہ

مثنوی کے ارتقا کے گذشتہ سرسری خاکے سے، یہ چیز واضح ہے کہ "پھولبن" قدیم اُردو کی ترقی یافتہ، بسیط ادبی مثنوی ہے۔ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو اس زمانے کے کسی ہندوستانی شعری کارنامے میں پائی جاسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ "پھولبن" چند ایسی خصوصیتوں کی بھی حامل ہے۔ جو اس زمانے کی دوسری مثنویوں میں نہیں پائی جاتیں، یا بعد کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک چیز کسی واقعہ کی جزئیات پر شاعر کی گہری نظر، اور اس کے بیان کی صداقت اور سلاست ہے۔ قدیم ادب میں یہ کسی قدر بعد کے زمانے کی پیداوار ہے، اس لیے اس کی زبان بھی نسبتاً صاف اور قابلِ فہم ہے۔ اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں وہ دقتیں نہیں ہیں،

جو اس سے پہلے کے کارناموں، مثلاً نصرتی کی مثنویوں یا خود اسی عصر کی دوسری تصنیفات میں ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی کی زبان، اس کے اکثر معاصرین کے مقابلے میں بھی زیادہ صاف اور سلیس ہے۔ "پھولبن" بہت زیادہ طویل مثنوی بھی نہیں ہے، جس کے پڑھنے سے طبیعت اکتا جائے۔ ایک اور امتیاز بھی "پھولبن" کو یہ حاصل ہے کہ اس میں بعض ایسے اشارے آگئے ہیں جن سے کچھ اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی نے اپنے سے پہلے کے بعض ایسے شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کے متعلق کسی اور جگہ سے مواد دستیاب نہیں ہو سکتا آخری چیز یہ ہے کہ جو شخص بھی اس کے مطالعہ میں تھوڑی بہت زحمت برداشت کرے اس کے لیے دلچسپی کا کافی سامان مہیا ہے۔ یہ مثنوی کا سادہ سیدھا اور بے تکلف اسلوب، بیان کی خوبی، قدیم طرزِ تحریر کی صفائی اور سب سے بڑھ کر ایک پر لطف قصے کی دلکشی ہے۔

"پھولبن" ایک ایسا ادبی کارنامہ ہے، جس کا حقیقی مقصد مسرت دہی ہے۔ اور یہ چیز شعر اور قصے، دونوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں شاعری کا وہ تمام لطف موجود ہے جو کسی زبان کے ابتدائی دور کے شعری کارناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا قصہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے

انوکھا اور خاصا دلچسپ ہے۔ اس لیے جب تک اس کی زبان عام فہم رہی، ادبی حلقوں میں اس کا مطالعہ ضروری سمجھا جاتا رہا۔ اس کا ثبوت اس کے مخطوطات کی وسیع تعداد، اور اس کی شہرت ہے، جس کے مقابلہ میں خود مصنف کی شہرت بھی ماند پڑ گئی تھی۔ اس وقت بھی، جب اس کی زبان قدیم سمجھی جاتی ہے، اس کی وقعت کم نہیں ہوئی اور یہ قدیم ادب کے شہ کاروں میں شمار ہوتی ہے۔

کسی ادبی کارنامے کی خوبی، اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو سکتی۔ بہتر سے بہتر تنقید بھی، اس کے صرف چند پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ یہی حال "پھولبن" کا ہے۔ اس میں جو صناعی صرف ہوئی ہے، اور ایک مکمل کارنامے کے لحاظ سے، اس کا جو پایہ ہے، وہ تو اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں صرف اس کے چند نمایاں خد و خال کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے

شعری اعتبار سے "پھولبن" کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کے اسلوب کی سادگی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک اردو شاعری، کافی ترقی کر چکی تھی پھر بھی "پھولبن" میں ابتدائی نظموں کی پوری سادگی

موجود ہے۔ اس زمانے تک "شعری اصطلاحات یا لفظیات" جیسی کوئی چیز اردو میں رائج نہیں ہوئی تھی، اور ہر شاعر حتی الامکان اپنی بول چال کی زبان ہی میں شعر لکھتا تھا۔ اسی لیے زبان اور اسلوب میں، قدیم شعرا کی بعض وقت حد سے زیادہ "غیر رسمیت" اور بے تکلفانہ طرز نگارش بعد کی رسمی شاعری کی عادی طبیعتوں کے لیے، اجنبی سی معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ میر اور سودا، مصحفی اور میر حسن تک کے کلام میں بعض وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ شاعر کسی چیز کو جس طرح ادا کرتے ہیں، وہ اسے اس طرح ادا نہیں کرتے۔ مثلاً میر کا ایک شعر ہے

[illegible] جیالا کی کو ترے کھینچ کسالا   لے یار دست سلمہ اللہ تعالیٰ

اس مفہوم کو بعد کے شاعر کچھ اس طرح ادا کرتے۔

مرتا ہوں ترے ہجر میں اے یار خبر لے   اب سانس ہے لینا مجھے دشوار خبر لے

لیکن موجودہ شاعری میں یہی چیز، جو "ہندی شاعری کی طرف رجعت" کے رجحان کے تحت ادا کی جا رہی ہے، وہ ایک "وضع" بن گئی ہے۔ "پھولبن" کی حد تک ایک اور وجہ اجنبیت یہ ہے کہ اس زمانے کے

بہت سے الفاظ اب استعمال نہیں ہوتے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود، ہم اس کی غیر معمولی سادگی اور سادہ بیانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ذیل کا اقتباس ملاحظہ کے قابل ہے۔ اس میں ملک سندر کا بادشاہ اپنے مکار وزیر کو، سمن برکے پر چانے کی ترکیبیں بتلاتا ہے اشعار کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"بادشاہ نے کہا" تو سچ مچ دُور بیں ہے۔ تیری عقل پر آفریں۔ لیکن یہ بھی جان لے کہ وہ گل، بے خار نہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بیٹھا ہوا ہے۔ کسی بادشاہ کا فرزند، اس پر فریفتہ ہو کر اور اپنا گھر بار چھوڑ کر، اس چنچل کو یہاں لے آیا ہے۔ اور وہ بھی دن رات اس کے ساتھ جورو کی طرح زندگی بسر کر رہی ہے۔ تو پہلے اس مرد کو راستے سے ہٹا۔ لیکن یہ کام اس طرح کرنا کہ وہ دلبر مجھ سے رنجیدہ نہ ہو، اور اس کے نازک، پھول جیسے دل کو صدمہ نہ پہنچے۔"

کیا شہ اس کوں سچ توں دوربیں ہے — کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے
ولے نیں ہے کتے وو پھول بن خار — سنیا ہوں ہیں کہ ہے اس گنج پر مار
بڑے یک پادشاہ کا کوئی فرزند — دوانا ہو دل اسکی زلف سوں بند

دے کر چھوڑ آپنا گھر دار یکبار — لے کر آیا ہے اس چنچل کوں اس ٹھار
وو چنچل بھی لگا کر جیو اس سات — رہی ہے جورو ہول دیس ہور رات
اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا — بلوں اس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا
دغا شہزادہ کوں اس دھات دینا — اول حیلے سوں جیو اس وضع لینا
کہ وو دھن مجھ سوں آزردہ نہ ہوئے — وو نازک پھول پژمردہ نہ ہوئے"

ابن نشاطی کے اسلوب کی خصوصیت اس کے معاصر بلکہ پیشرو شعراء کے مقابلے میں بھی زیادہ نمایاں ہے۔ چنانچہ آغا حیدر حسین صاحب نے اپنے مضمون میں، جو رسالہ "تحفہ" میں شایع ہوا تھا، اس خصوصیت کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے۔ یہ سادگی نہ صرف زبان کی حد تک ہے، بلکہ خیالات اور انداز فکر میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جگہ جگہ جزئیات کے ایسے نفیس مرقعے پڑھنے والے کی نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں کہ ان سے نظم اور قصے کے لطف میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طرح کے مرقعے قدیم مثنویوں میں دستیاب ہوتے، اور متوسط عہد کی مثنویوں کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں دستیاب

ہوتے ہیں، لیکن یہ کہنا شاید مبالغہ نہیں کہ مرقع نگاری میں "پھولبن" کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ اس میں واقعات کے ایسے جزئیات بھی نظر انداز نہیں ہونے پاتے، جن کی طرف عام حالتوں میں ذہن منتقل نہیں ہوتا حالانکہ ادبی مسرت زائی اور لطف کے یہی گوشے ہوتے ہیں۔ ایسے مکمل مرقعے، ترقی یافتہ شاعری میں بھی دستیاب ہوتے ہیں، لیکن جو لطف اور بے ساختگی قدیم زمانے کی شاعری کے مرقعوں میں دیکھی گئی ہے، وہ بعد کے مرقعوں میں کم پائی جاتی ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں یہ چیزیں سوچ سمجھ کر سرانجام کی جاتی ہے، اور قدیم شاعری میں یہ چیزیں، روانی میں شاعر کے قلم سے نکل پڑتی تھیں۔

قدیم قصوں کی مقبولیت کا ایک اہم عنصر بھی، یہی مرقعے اور ان کی وضع اظہار کی بے ساختگی ہوتی ہے۔ یہ نہایت جزئی تفصیلات پر حاوی ہوتے ہیں مثلاً "پھولبن" میں جہاں خط لکھنے کا ذکر کیا جاتا تھا، وہاں محض یہ کہہ کر ٹال نہیں دیا جاتا کہ خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔ بلکہ اس میں منشی کو طلب کرنے، اس کے بیٹھنے کی وضع، قلم کی خوبی کاغذ کا رنگ، روشنائی کی خصوصیت، القاب کے لوازم اور سب سے بڑھ کر،

مضمون کی سادہ پرکاری، ایسے جزئیات ہیں جو خط کو بھی ایک زندہ چیز بنا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قدیم شاعری اور داستانوں کے مرقعوں میں سے اکثر مرقعے ایسے ہوتے ہیں، جو لطف بیان سے زیادہ گہری اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی وہ زاویے ہیں جہاں سے شاعر کے ماحول پر روشنی پڑتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنے کارنامے کو فارسی کی اساس پر مبنی کیا تھا، اور فارسی شاعری، اس وقت تک عروج کمال کو پہنچ چکی تھی، اس لیے "پھولبن" میں ایسے بیانات کا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ایک چیز قابل ذکر ہے کہ، ابن نشاطی، جزئیات میں ایک حد تک خود اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔ بعض اور مثنویوں کی طرح "پھولبن" کی فضا پورے طور پر ایک نصب العینی فضا نہیں ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پس منظر اس زمانے کی عام اور درباری زندگی ہے۔ مثلاً جہاں وہ سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچتا ہے، اس کی دیواروں پر قطب شاہی بزم کی تصویریں بھی دکھاتا ہے۔ اسی طرح، سندھ کے بادشاہ کی طرف سے جب اس کا وزیر

سمن بر کو، ہمایون فال کی موت کی خبر سنانے جاتا ہے، تو سمن بر کی حرکات سکنات کا جو نقشہ وہ کھینچتا ہے، اس میں بڑی حد تک خود اس کے ماحول کا عکس موجود ہے۔

ان مرقعوں اور مناظر کے پہلو بہ پہلو "پھول بن" کے وہ مرقعے بھی ہیں، جن کا مقصد محض شاعرانہ کمالات دکھانا ہے۔ انہیں میں وہ مرقعے بھی شامل ہیں، جو داستان گوئی کی خصوصیت سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں یہ ہوتا ہے کہ جہاں کھانوں کا ذکر آجاتا ہے، داستان گو کھانوں کی پوری قسمیں بیان کرنے تک دم نہیں لیتا۔ اسی طرح جہاں ہتیاروں کا تذکرہ ہو، وہاں وہ ہر طرح کے ہتیاروں کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

اشخاص قصہ کی نفسی کیفیتوں اور چند باتوں کے مرقعوں کی بھی "پھول بن" میں کمی نہیں ہے۔ یہاں بھی اس کی یہ خصوصیت موجود ہے کہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات تک نظر انداز نہیں ہونے پاتیں۔

ابن نشاطی کے اسلوب کا خاص وصف درد اور اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں اصل نظم کا حصہ کم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر خود شاعر کے اسلوب میں یہ خصوصیت موجود نہ ہو تو اصل کے موثر اور دلکش ٹکڑے بھی پھیکے

ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ترجمے میں، اگر ترجمہ کرنے والے کی ذاتی کوئی چیز نہ بھی ہو تب بھی اسلوب اس کا اپنا ہوتا ہے" پھولبن" میں اصل سے مطابقت کو جانچنے کا موقع نہیں تھا، کیونکہ اصل مثنوی ہم کو کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔ لیکن شواہد ایسے موجود ہیں، جن سے یہ کہنا آسان ہو گیا ہے کہ شاعر نے، اس میں اپنے ذاتی عنصر کو کافی جگہ دی ہے۔ مرتب کو اس کا یقین ہے کہ "پھولبن" اصل نظم سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جس کا ایک ثبوت اس کی شہرت اور مقبولیت ہے۔ "پھولبن" قدیم ہونے کے باوجود آج تک زندہ ہے اور اس کے مقابلہ میں اصل نظم مردہ ہو کر رہ گئی ہے۔

اس خیال کی مزید تائید مناجات کے حصّے سے بھی ہوتی ہے۔ یہ حصہ بڑی حد تک خود ابن نشاطی کی ذات سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے اصل نظم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ حصہ "پھولبن" کا بہترین حصّہ ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ "پھولبن" کے اسلوب کی خوبی اصل سے زیادہ خود ابن نشاطی سے متعلق ہے۔

ایک چیز جو اس دور کی بعض مشہور نظموں میں کھٹکتی ہے، وہ سلسلۂ خیال کے جوڑ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کی نظموں میں، بہت سی باتیں بے کہے

سمجھی جا سکتی تھیں۔ یہ چیز اردو ہی کی قدیم نظموں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دنیا کی اکثر زبانوں کی قدیم تحریروں کا یہی حال ہے۔ قدیم اردو میں اس کا ایک اچھا نمونہ مقیمی کی "چندر بدن و مہیار" ہے اس خاص نقطۂ نظر سے یہ مثنوی نہایت سقیم ہے۔ اس میں جگہ جگہ "کہ" اور "سو" ایک وسیع مطلب کا قایم مقام ہوتا ہے۔ "پھول بن" میں ایسے کھانچے بہت کم، بلکہ پوری نظم میں شاید دو چار سے زیادہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی خاص طور پر وہاں محسوس ہوتے ہیں جہاں نئے بیان کی ابتداء ہوتی ہے۔ ورنہ عام طور پر "پھول بن" کا تسلسل کہیں مجروح نہیں ہونے پاتا۔ متوسط دور کی مثنویوں میں ایسے کھانچے بہت کم ہو گئے ہیں اور بعض مشہور مثنوی نگاروں مثلاً نواب مرزا شوق کے پاس تو اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے پیشِ نظر ایسے نمونے یا جدید دور کی بیانیہ نظمیں یا قصے ہوں، وہ قدیم نظموں کی اس خصوصیت کو ایک کمی محسوس کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اچھی شاعری ایمائی ہوتی ہے۔ لیکن اس سے مراد مطلب کا خبط نہیں ہے۔ تسلسل کے اپنے موجودہ معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے، ہم "پھول بن" میں بھی کہیں کہیں یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سیاق و سباق کے تسلسل کے لیے کچھ الفاظ یا جملوں کا اضافہ ضروری

تھا۔ مثلاً ذیل کے تین پارے ملاحظہ ہوں ۔

(۱) وو مالی روز ات یک پھول لائے ۴۴۸ نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے
کہ یک دن پھول دیکھا سو جہاندار ۴۴۹ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

(۲) دھوپیں آہاں کیے ہو سر پر بدل چھائے ۵۹۸ گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پو چھلے آئے
سو وو اوتار پد من ذات بدلی ۵۹۹ طبیعت کی میری سب دھات بدلی

(۳) نقل روح کے قصّے کے سلسلے کا ایک شعر ہے، جس میں بادشاہ کے ہرن کے جسم میں منتقل ہو جانے کا حال لکھتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

بہر حال اس سند چند روز تھا شاہ   سو دیکھا رہیں یک طوطے کوں ناگاہ

ان میں سے بعض کھانچوں کے متعلق مرتب کا قیاس ہے کہ وہ کتابت کا قصور ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس خصوصیت کی وجہ سے، قدیم نظموں میں بعض جگہ نہایت پرلطف ڈرامائی کیفیت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ "پھول بن" سے اس کی دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال میں، اس بادشاہ کا حال بیان کیا گیا ہے، جس کا وزیر لشکر لے کر چین کا ملک فتح کرنے گیا تھا۔ اتفاق سے چین کے چند نقاش اس ملک میں وارد ہوئے، کسی نے بادشاہ کو اس کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی وزیر کا

خیال بادشاہ کے ذہن میں تازہ ہو گیا، اور طرح طرح کے اندیشے دل میں گذرنے لگے۔

(۱) ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں — کہ جاتا ہے طوطا جیوں میان نیں
جو کوئی پھر پھر کو بدلاوے ہے ایماں — تراں بار اس کوں کرنا ہو ر قرباں
جو کوئی اپکار کیس کا نا کرے یاد — فلک چھپلو اسے جیوں نرگ کے ناد
اندیشہ خوب نیں کر دل میں آکر — ندیم یک تھا سو بولیا اس بلاکر

(۲) طوطا، ستنونتی سے پریشاں حالی کا سبب پوچھتا ہے۔

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر — ہوا کئے غم سوں گل کر دل تیرا تیر
جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ — دیتی پھر کر جواب اس وہات وو ناہ
کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات — دیوانیں سو سہاوے کس سندرات

(۳) طوطا ستنونتی کو اپنا ماجرا سناتا ہے، اور اسے ترکیب بتلاتا اور کہتا ہے کہ تو وزیر سے کہہ کہ "تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے۔ وہ نقل روح کا فن جانتا تھا"۔ اگر وہ اپنا ہنر دکھانے تیار ہو جائے تو، تو مری ہوئی قمری کو اس کے آگے رکھ دے۔ اور جب وہ اپنی روح کو مردہ قمری کے تن میں منتقل کر دے تو آگے اپنا کام میں جانتا ہوں۔ ایک روز جب وہ بوالہوس حرم میں آیا، تو ستنونتی نے طوطے سے جو کچھ سنا تھا کہدیا، وہ اُچھل کر

کہنے لگا۔ "تو مجھے جس طرح آزمانا چاہتی ہے آزما۔" اس نے فوراً مردہ قمری کو اس کے سامنے اس طرح رکھ دیا جیسے کوئی آزمانے کو رکھتے ہیں۔"

دکھانے گر ہنر آئیگا تو کافر | موی قمری کوں اس کے سامنے دھر
کرے جب روح کوں نا موئے تیوں نام | وہاں تے میں سمجھتا ہوں میرا کام
حرم میں ٹیک دن آیا سو وو کولا | سکھی تھی جس وٹس سوں تیوں نھی بول
اچھل پڑ کر کہا جتت اپر آ | "تو کیوں منج آزماتی ہے سو آزما"
موی قمری کوں لیا کر دریانے | سٹے سٹتے ہیں جیوں کئی آزمانے

غرض "پھولبن" صوری اور معنوی ہر اعتبار سے ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے اور اس زمانے کی بہترین نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن نشاطی کو صرف اس ایک نظم کی وجہ سے جو لازوال شہرت نصیب ہوئی وہ قدیم یا جدید زمانے کے کم شعراء کو نصیب ہو سکی ہوگی۔

ایک چیز جو "پھولبن" کے ادبی معیار کو سمجھنے میں ایک حد تک مدد دے سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے قصے حتی الامکان ان کے اصلی رنگ روپ میں پیش کیے جائیں۔ اس لیے ذیل میں قصوں کا خاکہ کسی قدر تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس خاکہ میں صرف چند طویل تشریحات

ترک کر دی گئی ہیں۔

مشرق میں کہیں ایک شہر تھا، جو کنچن پٹن کہلاتا تھا۔ یہ شہر ندی کے کنارے اس طرح آباد تھا کہ ندی اس کے حصار کی خندق معلوم ہوتی تھی۔ پورا شہر، شہر کی ہر چیز کنچن یعنے سونے کی تھی، حصار، برج، محلات حتیٰ کہ زمین اور درخت، کنکر اور گچ سب سونے کی تھی۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے سونا ہی سونا نظر آتا، اسی لیے اس کا نام کنچن پٹن پڑ گیا تھا۔ اس شہر کے استحکام اور خوبی کا یہ حال تھا کہ اس کے حصار کی بلندی ابر بلکہ ہوا کو بھی گذرنے نہیں دیتی تھی۔ پانی بھی اس کی وسعت کو پہنچتا پہنچتا دو چار منزل دم لے لیتا تھا۔ ایسا نادر شہر روئے زمین پر آنکھوں کے مسافر نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کے کان کے جاسوس نے سنا تھا۔ اس کی ہوا کی یہ تاثیر تھی کہ سدا نشو و نما کا ہنگام رہتا۔ اگر کوئی سوکھی لکڑی لاکر گاڑتا تو وہ سرسبز ہو جاتی اور اس میں شاخیں نکلنے لگتیں۔ اس زمین پر کانٹے بھی بکھیرے جاتے تو وہ پھول کے بھانٹے ہو کر پھوٹتے تھے۔ اس کے محلات میں اگر کوئی چترکار تصویر اتارتا تو وہ تصویر فوراً حرکت کرنے لگتی۔ جو چشمے وہاں سے نکلتے، مٹھاس میں، شہد سے زیادہ تھے، اگر اس

پانی کا ایک قطرہ آزمانے کو کوئی دریا میں ڈال دیتا، تو تعجب نہیں کہ تمام سمندر میٹھا ہو جاتا۔

اس شہر کے تمام لوگ خاطر جمع اور خوش حال تھے اور سب کے دل کے آہو جفا کے تیروں سے ہر وقت فارغ البال۔ عشرت گویا وہاں پیدا ہوتی تھی۔ اس میں سے جتنی بھی لیجیے، کمی نہ ہوتی تھی۔ غرض وہاں سب کچھ تھا اور اگر کچھ نہ تھا تو وہ غم ہے۔ اس شہر پر عجیب آسمانی فیض نازل تھا کہ اس میں پہنچ کر بوڑھے بھی تازہ جوانی پاتے تھے۔ اس پر ہمیشہ خوشی کی بارش ہوتی رہتی۔ اسی حالت میں وہ شہر بستا تھا۔

اس شہر کا ایک بادشاہ تھا نہایت نامور اور خوش بخت، اسے دنیا کے بادشاہوں میں سروری حاصل تھی۔ بڑے بڑے تاجدار اس کی اطاعت اور ضبط میں تھے۔ روئے زمین پر اس کا ثانی نہ تھا۔ اور بحر و بر اس کے حکم میں تھے۔ مہربانی کے آسمان کا یہ سورج، جہاں پرور کے نام سے دنیا میں مشہور تھا۔ جو کوئی فلک کا ستایا اس کے پاس آتا، جی کی طرح پرورش پاتا۔ اور جو کوئی ہاتھوں کی سیپی کو اس کے سامنے پھیلاتا مقصد کے موتی سے پُر جاتا۔ کسی کو کسی پر دست درازی کی

مجال نہ تھی، اگر ہوا خاک کو پریشان کرتی تو زمین کو ہوا سے "تاوان دلایا جاتا اور اگر کہیں دھرتی پانی کو چرا لیتی تو، اس کو کھود کر پانی نکالا جاتا۔ شہر گویا ایک باغ تھا اور بادشاہ ایک باغبان۔ اسی کی بدولت سارا جہان تازہ تھا۔

نوا نبر کا خبر دینے والا، چاند سورج کی بات اس طرح کہتا ہے کہ، جب سورج بلندی سے پستی کی طرف آیا، اور مغرب کے معبد میں جا کر ٹھیرا ساتھ ہی رات کی نشانیاں نمودار ہوئیں اور سارا عالم نیند کے سجدے میں گر پڑا۔ درندوں نے اپنی اپنی گوی کے گوشوں کی راہ لی، اور چرندے کونوں سے لگ کر بیٹھ گئے۔ پنکھی بھی آشیانوں میں معتکف ہو گئے۔ راحت کی فراغت نصیب ہوئی تو بادشاہ نے بچھونے پر استراحت کیا۔ اور جب نیند لگ گئی تو خواب میں ایک درویش کو دیکھا، جس کے جسم پہ اجلا سا پیرہن تھا اور ایک باریک سیلے سے کمر بندھی ہوئی تھی۔ سر پہ شملے کی عوض دستار اور ہاتھ میں ایک رنگین طرحدار عصا تھا۔ وہ ہاتھ میں مصلّٰے لیے ہوئے تھا، اور اس کا دل ریاضت کی بدولت مصفّا۔ اگرچہ اس کا پورا جسم لہو سے خالی تھا، لیکن پیشانی پر سجدے کی لالی

موجود تھی، وہ اس حالت سے بادشاہ کے دربار میں کھڑا نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اجازت کا منتظر ہے۔

جب صبح ہوئی اور پرندوں نے تسبیح و تہلیل شروع کی، اور سورج خطابت کا ساز و سامان لئے آسمان کے منبر پر خراماں ہوا۔ پادشاہ یکبارگی نیند سے بیدار ہوا اور رات کے خواب کو دھیان میں لایا۔ اس کے دل میں خواب کے متعلق طرح طرح کے اندیشے گذرنے لگے، فوراً خادم کو بلایا اور حکم دیا کہ دربار میں دیکھ آ کہ کوئی اس طرح کا درویش تو نہیں کھڑا ہے، اگر وہ دربار میں نہ ملے تو اس کو جہاں ملے ڈھونڈ کر لے آ۔" خادم دربار میں گیا، بازار ڈھونڈا لیکن ایسا درویش نہ ملا۔ وہ گلی گلی اس ولی کو ڈھونڈتا پھرتا تھا، آخر ایک خانقاہ میں پہنچا، جس کے در و دیوار پر نور برستا تھا۔ وہاں اربابِ طاعت اور اہلِ عبادت جمع تھے۔ اور آپس میں طریقت، معرفت، حقیقت کی گفتگو کر رہے تھے۔ خادم نے جب غور سے دیکھا تو وہ درویش انہیں میں بیٹھا نظر آیا۔ دوڑ کر سجدہ کیا اور بادشاہ کا حکم سنایا۔ درویش روشن ضمیر پہلے ہی سے یہ بات جانتا تھا، اس لئے یہ کہہ کر اٹھا اور ساتھیوں سے اجازت لی کہ "کسی کا دل توڑنا خوب نہیں"۔

جب وہ دربار میں آیا تو بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ درویش بڑا صاحب کمال تھا۔ اس کی زبان بات میں مشاق اور قلم کی طرح ہر وقت اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ روز ایک تازہ حکایت بادشاہ کو سناتا، اور ہر شب ایک نیا سوز اسے دیتا۔ جب درویش قصہ کہتا رہتا تو بادشاہ بے مے مست نظر آتا۔

ایک نزل رات، جب بدر سورج کی طرح روشن تھا، اور دن اور رات میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا تھا، نجومی پریشان تھے کہ چوبیس ساعت کا دن کیسے آگیا۔ اصطرلاب لے لے کر دیکھتے تھے لیکن یہ راز ان پر حل نہ ہوسکتا تھا، ایسی رات میں بادشاہ نے نہایت خوش ہوکر درویش سے کہا "تمہاری باتوں میں عجب کچھ سوز ہے کہ میں بے پیے ہی مست ہو جاتا ہوں۔ اب کچھ گفت گو کرو۔" درویش نے سوچا کہ اس سے معرفت کی حقیقت کھول کر کس طرح کہوں، اس کا سمجھنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہے، بہتر ہے کہ ایک مجازی حکایت اس کو سناؤں۔ یہ ٹھیرا کر اس نے لب کھولے اور یوں شکر ریز ہوا۔

"ملک خراسان جو سب میں بڑا ملک ہے، میرا باپ وہاں کا پردھان تھا۔

وہ نہایت روشن ضمیر اور صاف باطن شخص تھا، اس کی عقل و فراست کا یہ حال تھا کہ افلاطون، ارسطو اور بو علی سینا اس کے شاگرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ چھ مہینے بعد جو بات ہونے والی ہوتی، وہ بتلا دیتا۔ اسی سے میں نے ایک حکایت سُنی ہے کہ کشمیر میں ایک نہایت عقلمند اور عادل بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت ہر چیز پر تھی۔ اگر گل اس کی اجازت کے بغیر کھلکھلاتے، تو ہوا کے ہاتھ سے ان کے ٹکڑے اُڑا دیتا۔ اور جو نرگس بغیر حکم کے آنکھ کھولتی تو ہوا کے ہاتھوں خوب جھکولے کھاتی۔ جب بادشاہ حکم دیتا سرو ہلتے بلکہ شاید ایک آور پاؤں ہونا چلنے لگتے۔ ہوا کو اس کی قدرت نہیں تھی کہ بغیر اس کی اجازت کے چمن سے نکہت کو لے کر پراگندہ کرے۔ سنبل اس کے اشارہ کے بغیر لب کھول سکتا تھا، اور نہ طوطی اور بلبل بول سکتی تھی۔

ایک روز جب موسم بہار پر تھا، اور ہر طرف پھول کھلے ہوئے تھے، بلبلیں نغمہ سنجیاں کر رہی تھیں، کوئلیں کوک رہی تھیں، بادشاہ نے مجلس جمائی، جب وہ مجلس کو زینت دینے بیٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فردوس میں رضواں بیٹھا ہوا ہے، ایسے میں باغبان ایک پھول لیکر

حاضر ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا بادِ صبا خوشبو لیکر آئی۔ اس پھول کی بو مشک و عنبر کی طرح تھی، جس پر ساری محفل وارفتہ ہوگئی۔ باغبان نے وہ پھول بادشاہ کے نذر کیا اور بادشاہ گل کی طرح شگفتہ ہو کر تعجب سے پوچھنے لگا "اے بن کو سدا پانی دینے والے! ایسا پھول چمن میں آج تک نہیں دیکھا تھا، اگر اس کا پودا لاکر میرے چمن میں لگائیگا تو تیرا وہن کلی کی طرح زر سے پُر کردونگا"۔ مالی نے یہ حکم سن کر اپنا سر، زمین پر رکھا، اور پانی کی طرح بغیر مڑکر دیکھے چلا، اس پھول کو وہ چمن چمن پر ڈھونڈتا پھرا۔ کئی روز بعد وہ پودا اس کے ہاتھ لگا، اور اسے لاکر بادشاہ کے چمن میں لگایا۔ ہر روز وہ ایک تازہ پھول بادشاہ کی نذر کو لاتا، اور بادشاہ اس سے بیحد محظوظ ہوتا۔

ایک روز جب بادشاہ نے پھول دیکھا تو اس میں سوکھنے کے آثار نظر آئے۔ رنجیدہ ہو کر مالی سے سبب دریافت کیا۔ مالی نے جواب دیا "چمن میں ایک کالا بلبل ہے جو گل کا عاشق ہے۔ کبھی تو وہ پھول پر آکر پروں کو پھیلا دیتا ہے اور کبھی کانٹوں پر سینہ مارتا ہے۔ کبھی اپنے چنگل سے پنکھڑیاں کھولتا اور کبھی منقار سے کلیاں تتر بتر کرتا ہے۔

کسی وقت خوشی سے جھوم جھوم کر چہچہاتا اور کسی وقت زار نالی کرتا ہے، اس لیے پھول کملا گیا ہے۔" یہ سنکر بادشاہ کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ "بلبل کے لیے ایک پھاندا باندھو اور اس کے حلقے ایسے تنگ کرو کہ پانی بھی، اس میں مچھلی کی طرح سپر جائے۔ اور اگر ہوا بھی اس میں سے گزرنا چاہے تو پرندے کی طرح گرفتار ہو جائے۔" شکاری نے اسی طرح کا پھندا اس جھاڑ کے نیچے باندھ دیا اور بلبل کو دھوکا دینے کے لیے اس میں کچھ دانے بھی ڈال دئے۔

آسمان دام ہے اور تارے دانے، کیونکہ اس کے کاروبار دام جیسے ہیں۔ اس دام سے کسی کو غافل نہ رہنا چاہیئے۔ اس کا کام بے وفائی ہے اور اس سے کدورت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ دیکھو کہ ستاروں کو کبھی رکھتا ہے اور کبھی نہیں رکھتا۔ بادل کو گھڑی بھر کے لیے کہیں امن نہیں دیتا۔ دو دوست جو ایک تن ہو کر رہتے ہیں انہیں جوزا کی طرح الگ کر دیتا ہے۔ جو کوئی خوشی سے پاؤں پسار کر بیٹھتا ہے، اسے عقرب بن کر ڈنک مارتا ہے۔ بےچارے بلبل نے جب اس جگہ دانے پڑے دیکھے تو بڑا خوش ہوا اور سمجھا کہ آج نصیبے کی یاوری ہے، میرا بخت مجھ سے سازگار ہے شاید

میرے برج میں چاند ہے اور میرے ستارے کی مجھ پر نظرِ عنایت ہے کہ محبوب اور چارا دونوں ایک جگہ مل رہے ہیں۔ عرصہ سے بغیر کھائے پیئے پڑا تھا۔ بارے آج راحت کے ساتھ چارہ کھا کر' بلبل کا نظارہ کرونگا'' اسے کیا معلوم تھا کہ دشمنوں نے شکر میں زہر ملا کر رکھا ہے۔ بلبل مارے خوشی کے گل کی طرح شگفتہ ہو کر دیوانہ وار دانہ پر گرا' جوں ہی اس کا پاؤں پڑا' پھندا گلے میں تھا۔ وہ غریب دانہ کھانے گیا تھا' الٹا پھندا گلے میں پڑ گیا اور پھڑ پھڑانے لگا۔

عزیز و طمع بڑی چیز ہے۔ اسے خوب نہ جانو' اس سے ذلت نصیب ہوتی ہے' وہی تمام بلاؤں سے چھوٹے ہوئے ہیں' جو طمع داری سے دور ہیں' وہ بلبل دانے کی طمع سے بند میں گرفتار رہا۔ پھندے میں پڑ کر بلبل اپنے گل کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ " میرے جان کے ساتھی' اے میری روح کی راحت' تیرے رخ سے میرے نین روشن اور تیرے لب سے میرے بین شیریں تھے۔ تیری نزدیکی سے میرے برگ کی تازگی تھی۔ تیری جدائی میں میری مرگ ہے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔ اے یار تیرے بغیر میں کیونکر رہوں

میں آج تک بغیر کھائے پیئے تیرے قدموں کے پاس چھانوں ہو کر پڑا تھا۔ جہاں بھی جاتا پھر اسی جگہ لوٹ آتا اور تجھ کو بغیر پلک مارے گھورتا رہتا۔ مجھے اس کا غم نہیں کہ میں گرفتار ہو گیا، غم اس کا ہے کہ تجھ سے دُور پڑ گیا"۔

پاپی شکاری نے جب بلبل کو دام میں پھنس کر زاری کرتے دیکھا، تو غصے سے ہونٹ چباتا ہوا ستم کی آستینوں کو چڑھا کر دوڑتا ہوا آیا، اور اس کو پکڑ کر پنجرے میں ڈال دیا۔ پنجرا اتنا تنگ تھا کہ دم بھی باہر نکل نہ سکتا تھا، اس کی تنگی بجلیوں کی گور بلکہ چشم مور سے زیادہ تھی۔ شکاری اس پنجرے کو لے کر بادشاہ کے پاس آیا اور تسلیم بجا لاکر، پنجرا اس کو پیش کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور بلبل کو ایک جڑاوی پنجرے میں ڈال کر دربار میں رکھا۔

جب بلبل نے دیکھا کہ اب وہ دن رہے نہیں، اور محبوب کے درشن کے دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو سر کو پروں میں چھپا کر اور پکوتے ڈھال کر رونے لگا۔ کہ "مجھ پر جو بیت رہی ہے، اس کا حال، اس گل سے کون بیان کریگا۔ اس حور کے بغیر، میرے لیے دنیا دوزخ ہے" اور اس

مہرو کی جدائی میں، دن رات کی طرح تاریک۔ جب سے اس گلبدن سے دور ہوا ہوں، میرے بدن کا رواں رواں کانٹا ہو کر سل رہا ہے۔ پون کے بغیر میرا کوئی محرم نہیں جو اس کے پاس جا کر میرا غم کہہ سنائے۔ ”اے خوش باش ہوا، یارے تو ہی میرا دکھ پھول سے بیان کر۔ کاش میرا جسم ہوا کا ہوتا! میں کسی نہ کسی طرح یہاں سے اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتا۔ لیکن افسوس اب وہ پاؤں کہاں جو اس تک جا سکوں، اور وہ آنکھ کہاں جو اس کا درشن دیکھ سکوں۔“

بلبل کو اس طرح زاری کرتا دیکھ کر پادشاہ نے ایک روز اس سے پوچھا۔ ”تو کیوں اس قدر پریشان ہے، کس جادو چشم کی خاطر اس طرح بے خواب اور کس کی زلف کے لیے اتنا بے تاب ہے۔ مجھے کہہ کہ کس لیلی کا تو مجنوں ہے۔ اور کس کی نگہ کا تجھے تیشا لگا ہے کہ تو نے کوہ کن کا پیشہ اختیار کیا۔ سچ بتا کہ تو کس کنول کا بھنورا اور کس پھول کا بلبل ہے؟“

بلبل پادشاہ کی گفتگو سن کر، آنکھوں کے دریا سے موتی رولنے لگا، اور یوں جواب دیا کہ ”تو میرا دکھ نہ سنے اور میری آگ کے پھول نہ چنے تو بہتر ہے۔ جس کے دل میں میرا سا دکھ بھرا ہوگا، اس کے لیے زمین

سخت اور آسمان دور ہے۔ جو بره پھندے میں پھنسا ہو اور جس پر بیتی ہو
وہی میرا دکھ سمجھ سکتا ہے۔ کیا بتاؤں میرا دل غم سے کیوں پچھاڑیں
کھا رہا ہے۔ یہ دکھ نہ کہا جا سکتا ہے اور نہ کہنے میں آسکتا ہے۔ اور
اس کے کہنے میں فائدہ ہے اور نہ چپ رہنے ہیں۔ اگر یہ بات زبان
پر لاؤں بھی تو کیا فائدہ ؟ -

بادشاہ بلبل کے غم سے اشکبار ہو کر کہنے لگا۔ "شکر کھائے بغیر
مُنہ میٹھا نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر مشورے کے کام درست نہیں پڑتا۔
مجھے اپنے دل کی بات سنا، ممکن ہے کہ میرے ہاتھ سے تیرا مقصد پورا ہو۔"

اس قدر دلاسا پاکر، بلبل اپنا احوال بادشاہ کو اس طرح سنانے لگا۔

"میرا باپ ختن کا سوداگر تھا، مال و دولت کی اس کے پاس کچھ
کمی نہ تھی۔ گھر میں جہروں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور روپے اور دینار
ڈھیروں سے تھے تمام بندرگاہوں میں اس کی شہرت تھی، وہ سب سوداگروں
میں بڑا تھا۔ طرح طرح کے بیش قیمت کپڑوں کے بستوں سے اس کی
دُکانیں بھری پڑی تھیں۔ دریا میں اس کی کشتیاں اتنی چلتی اور کھڑی تھیں
کہ ان کی گرمی سے دریا سوکھ کر کیچڑ ہو گئے تھے۔ وہ اپنی تجارت کے سلسلے میں

عربستان، حلب، روم شام، بنگالا، آسام، واسط، اسفرائین، صفاہان، مداین، تبریز، شروان، ہمدان، کاشان، ارمن، روس، طوس، سراندیپ، شیراز، اردبیل، ختن، بہن، دماوند، بخارا، سمرقند، کابل، لاہور، مانڈو، ماہور، غرض سارے عالم کا چکر لگاتا رہتا۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ تجارت کے کئی سامان لے کر، گجرات گیا۔ اس سفر میں مَیں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت میری ابتدائی جوانی تھی۔ اور ذوق عشرت نے مجھے بدمست بنا رکھا تھا۔

ہم جہاں ٹھیرے تھے، وہیں قریب میں ایک زاہد پارسا رہتا تھا، اس کی ایک بیٹی تھی۔ بڑی چتر، بڑی چنچل۔ میں اس کا سراپا کیا بیان کرسکونگا۔ اس کے ابرو کا نور محراب مسجد پر کبھی نہیں دیکھا گیا اس کی پیشانی، چاند سے زیادہ چمکدار تھی۔ اس کی پلکوں کو تیر اس لیئے نہیں کہنا چاہیے کہ کبھی کوئی تیر کا اسیر نہیں ہوتا۔ اس کے نین کو نرگس کہنا نازیبا ہے۔ کیونکہ نرگس میں وہ ناز کہاں؟ اس کی ناک چمپے کی کلی کی طرح نازک تھی۔ اس کے رخسار کو لالے سے کیسے تشبیہ دوں کہ لالے میں داغ ہوتا ہے۔ ہونٹ کو لعل کیونکر کہوں؟ لعل میں

وہ نرمی اور نازکی کہاں! دانتوں کو انار دانے نہیں کہہ سکتے۔ ان پر انار دانے بھی دیوانے تھے۔ اس کی ٹھڈی جیسا سیب دنیا میں کہاں ہے جس میں عشق کا آسیب ہو؟ اس کی کمر کے سامنے شرزے کا ذکر ہرزہ ہے سرو، اس قد کی حد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس کی چال کو کوئی ہنس کی چال سے تشبیہ دے تو اس کی عقل پر ہنسنا چاہیے۔ غرض اس موہنی کا سراپا جیسا تھا، اس کی تعریف کرنے کی مجھ میں سکت نہیں۔

میرے دل میں اس کے دیکھنے کی ہوس پیدا ہوئی، جب وہ یاد آتی تو میرے سینے میں گدگدی ہوتی۔ اس کی پرت کی ہوا جو لگی تو میرا حال دگرگوں ہونے لگا۔ میں ہر روز اس کی گلی کو جاتا۔ پاپیادہ اور اکیلا۔ آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا کبھی اس دیوار سے لگ کر چلتا اور کبھی اس دیوار سے۔ تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اور وہاں پہنچ کر اس چندر بدن کے گھر کی طرف منہ کرکے، آنکھوں کے تارے کھیرتا، اور آہوں کا کھلا باندھتا۔ کتنے دن بعد، امید کا سورج طلوع ہوا، اور میرے بخت کی آنکھوں کو نور بخشا۔ نصیبا جو دوست ہوا، تو یکایک

وہ چنچل میری طرف جھانک کر دیکھی۔ میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں اور ہم دونوں کے دل مل کر ایک ہو رہے۔ اب یہ حال ہوا کہ جس طرح میں اسے یاد کرتا، وہ بھی مجھ کو یاد کرنے لگی۔ کبھی میں اس کے قدموں کے پاس سر سے چلتا جاتا اور کبھی وہ مجھے گھر پہنچا جاتی۔ اسی طرح سے دن رات گذرتے گئے۔ کبھی لوگوں کے ڈر سے ہم اپنی جگہ پر رہتے۔ اور کبھی کوئی نہ سنے جیسا بات کرتے یا چھپ کر اشارے کرتے۔ کبھی ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتے اور کبھی، ایک دوسرے کو نظروں میں چراتے۔

ناگہاں کسی نے زاہد کو اس کی خبر کر دی۔ چارڑی خور کا منہ جگ میں کالا! زاہد یہ خبر سن کر تلملانے اور اپنے آپ میں غم سے پچھاڑیں کھانے لگا۔ آبرو جاتی دیکھ کر وہ مارے شرم کے ایک حجرے میں بند ہو گیا۔ اور سرو کی طرح ایک قدم پر کھڑا ہو کر، ڈھاک کے پتوں کی طرح ہاتھ پھیلایا اور بد دعا کی کہ ہماری صورت تبدیل ہو جائے۔ اتفاق سے اس روز رحمت کے کواڑ کھلے تھے۔ اس کی دعا تیر کی طرح، آسمانوں کے ساتوں سپہر سے گذر گئی اور سیدھ نشانے پر جا کر لگی۔ میں اسی کسوت کے ساتھ بلبل اور وہ گل کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ اسی وقت سے دردناکی اور

سینہ چاکی میں مبتلا ہوں"۔ بلبل نے دعا پر کلام ختم کیا۔ اور کہا "آگے تجھے سب معلوم ہے، اب میرے بخت ہیں اور تیری نظر"۔

یہ احوال سنکر بادشاہ کو خیال آیا کہ اس کے خزانے میں ایک انگوٹھی ہے جس کو اگر ممسوخ پر پھرائیں تو وہ صورت اصلی پر آجاتا ہے۔ اسی وقت خزانے دار کو بلاکر، انگوٹھی کو لانے حکم دیا۔ جب انگوٹھی آگئی تو بادشاہ نے پہلے وضو کیا، پھر آیتہ الکرسی کو پڑھ کر، دونوں پر اس کو پھرایا۔ خدا کے فضل سے، وہ جیسے پہلے تھے ویسے آدمی بن گئے۔ دونوں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔ جو ان کی صورت دیکھتا، کہتا "یہ لیلیٰ ہے اور یہ مجنوں، شیریں اور فرہاد ایسے ہی تھے، کیا یوسف اور زلیخا دنیا میں پھر آئے ہیں!"

بادشاہ بہت خوش ہوا، اور بڑی دھوم سے ان کا بیاہ کر دیا۔ سوداگر کے بیٹے کو دربار میں ایک بڑا منصب عطا کیا گیا۔ وہ ہر روز صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا، اور قصوں سے اس کا دل بہلایا کرتا۔ ایک روز بادشاہ نے اس سے فرمائش کی کہ آج کوئی عشق کا قصہ بیان کر کیونکہ محبت اور اس کے سوز سے تو واقف ہے"۔ یہ حکم سن کر، اس نے اس طرح قصہ شروع کیا۔

ملوک پیشین میں سے ایک کے متعلق میں نے سنا ہے کہ' وہ بڑا عالی ہمت اور صاحبِ لشکر تھا۔ ایک روز دربار بھرا ہوا تھا' اور بادشاہ تخت پر جلوہ افروز' کہ حاجیوں نے آکر خبر دی "چین سے ایک نقاش آیا ہے اور کئی نقش لکھکر لایا ہے۔" چین کا نام سنتے ہی بادشاہ کے چہرہ پر غم کے آثار نمودار ہوئے' اس نے ایک وزیر کو بڑے بھاری لشکر کے ساتھ' چین کا ملک فتح کرنے بھیجا تھا۔ اُس وقت سے اس کی خبر نہیں آئی تھی۔ بادشاہ کے دل میں اندیشے گذرنے لگے کہ' کہیں وہ خود ملک لے کر نہ بیٹھ گیا ہو۔ پھر یہ سوچ کر کہ بدگمانی خوب نہیں' اس نے ایک ندیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ کوئی حکایت بیان کرتا کہ غم غلط ہو۔ ندیم واقف کار تھا' موقع کے مناسب اس نے یہ حکایت بیان کی۔

"ایک راجہ' فہم و ذکا میں بڑا مشہور تھا۔ اسے جوگیوں سے بڑا اعتقاد تھا۔ ملک' ملک کے جوگی اس کے پاس آتے تھے۔ ایک روز ایک جوگی اس کے شہر میں آیا۔ بادشاہ نے خود جاکر اس کو لیا۔ محل میں لاکر عزت سے بٹھایا اور احوال پوچھنے لگا۔" کہ تم کہاں سے آئے اور کہاں رہنے والے ہو۔ کرم کیا کہ ہم کو درشن دکھلایا۔" جوگی نے جواب دیا۔

"اے بادشاہ ہم آنے جانے والے کون، جو کچھ کرتا سو حق کرتا ہے۔ ہماری ناتھ کی ڈور اُسی کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ نے اس کو بہت عزت سے رکھا۔ اس کے لیے گھی اور دودھ کا راتب مقرر کر دیا۔ جوگی نے یہ سوچ کر کہ بادشاہ کے پیار کا کچھ تو ابکار کروں، اُسے نقل روح کا منتر سکھایا، جس سے وہ کسی اَور جسم میں جا سکتا تھا اور جب چاہے واپس اپنے تن میں آ سکتا۔ پادشاہ کا ایک وزیر بڑا ہوشیار تھا، اور وہ اسی زمانے میں اتفاق سے ایک بڑا کام انجام دے کر آیا تھا، بادشاہ نے خوش ہو کر اس سے فرمایا کہ "کیا مانگتا ہے مانگ" اس نے سجدہ کر کے کہا۔ "تیری ہمت سے سیم وزر کی کمی نہیں۔ اتنی کرم بخشی تو نے کی ہے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں۔ لیکن اگر مجھ کمینے پر مہربانی کر کے، نقل روح کا منتر مجھے سکھا دے تو، ذرہ نوازی ہے۔" بادشاہ یہ سنتے ہی گال کو ہاتھ لگا کر سوچنے لگا کہ اس کو یہ ہنر سکھانا، اپنے پاؤں پر آپ کلھاڑی مارنا ہے۔ لیکن قول دے چکا ہوں، 'نا' بولوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں۔ بادشاہ دنیا میں جھوٹ بولنے لگیں تو پھر کون کسی کو پتیائیگا۔ یہ سوچ کر، خدا پر توکل کیا۔ اور اس منتر کو سکھا دیا۔

ایک روز بادشاہ شکار کے لیے گیا۔ جب شکار کھیل کر واپس ہونے لگا تو قضا کے حکم سے وہ لشکر سے جدا ہو گیا۔ اس کے ساتھ سوائے اس وزیر کے کوئی اور نہ تھا۔ پھرتے پھرتے دونوں ایک جنگل میں پہنچے۔ یہاں آکر راستہ پر ایک ہرن مردہ پڑا ہوا ملا۔ بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ اس کے جسم میں جاکر منتر کو آزماؤں، تھوڑی دیر ہرنوں کے ساتھ پھروں، اور ہرنیوں کی بہبت کا مزا لوٹوں۔" یہ سوچ کر، اس نے اپنی روح ہرن کے مردہ جسم میں منتقل کی اور پھرنے کے لیے جنگل کی طرف چلا گیا۔ وزیر نے بادشاہ کا جسد خالی پڑا ہوا دیکھا تو بادشاہ بننے کی ہوس دل میں پیدا ہوئی۔ فوراً اپنی روح کو، پادشاہ کے جسم میں داخل کیا۔ اور اپنا جسم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیا۔ اس طرح دغابازی سے وہ سلطنت لیکر بیٹھ گیا۔

اس بادشاہ کی ایک رانی تھی جس کا نام ستونتی تھا۔ اس کی عصمت اور عفت کا یہ حال تھا کہ چاند سورج بھی اس کی پرچھائیں [illegible] نہ پائے تھے۔ اگر کبھی وہ آئینہ کے سامنے جاتی تو اپنے مرد [illegible] شرما جاتی اور اگر کبھی بال کھولنے کنگھی لیتی تو پنجہ کا نوشتہ سمجھ کر [illegible]

نرگس کو دیکھ کر منہ پر آنچل کھینچ لیتی۔ اس کی پاکدامنی کی عورتیں قسم کھایا کرتی تھیں۔ اس نے بادشاہ کے چال چلن نئے دیکھے تو اس کو شبہ ہوا۔ جب کبھی وہ اس سے محبت کا اظہار کرتا، ستنونتی حیلے سے ٹال دیتی۔

اصلی بادشاہ جب واپس آیا تو اپنے جسم کی جگہ خالی دیکھی، اسے بڑا رنج ہوا، لیکن کیا کرتا، ناچار مکار وزیر کو کوستا پھرتا تھا کہ ایک مرا ہوا طوطا نظر پڑا، اس نے فوراً اپنی روح کو اس میں منتقل کیا اور نئی زندگی اختیار کرکے بادشاہ کے شکاری کے گھر پر جا بیٹھا۔ شکاری اسے دیکھتے ہی پنجرا درست کرنے لگا، طوطے نے اس سے کہا، پنجرے کی ضرورت نہیں، میں خود گرفتار ہوتا ہوں، لیکن ایک شرط پر، تو مجھے بادشاہ کے ہاتھ بیچ دے۔" شکاری اس کی گفتگو سن کر بڑا حیران ہوا، اور اُسے پنجرے میں ڈال کر فریبی بادشاہ کے پاس لے گیا۔ وہ بھی اس کی میٹھی باتیں سن کر بہت خوش ہوا، اور اسے خرید کر اسی مقام پر رکھا جہاں ستنونتی رہتی تھی۔ ایک روز طوطے کو موقع ملا، اس نے ستنونتی سے پوچھا۔" اے سرو آزاد تیری جوانی کا رنگ کیوں برباد ہوا، کس کے غم میں تو بے کل ہے۔" ستنونتی نے آہ کھینچ کر کہا۔" سب عالم پر یہ بات

روشن ہے کہ دیا نہ ہو تو رات کیسے سہانی ہے اور جس کے منہ میں تنبول نہ ہو وہ منہ کیونکر بھلا لگے گا' جدائی میں مرنا آسان ہے' بغیر پیو کے زندہ رہنا مشکل۔ پریشان ہوں لیکن محبت میں ثابت قدم ہوں۔ شمع کی طرح جل رہی ہوں' لیکن اپنی جگہ سے ٹلی نہیں۔" طوطے نے اس کی وفاداری دیکھی' تو رو کر اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا' اور کہا کہ اب کے جو وہ تیرے ساتھ محبت کا اظہار کرے تو' تو اس سے کہہ کہ تو وہ راجا نہیں ہے' تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے وہ نقل رُوح کا فن جانتا تھا۔ وہ فریبی تجھ پر قابو پانے کے لیے اس پر تیار ہو جائے' تو' تو مردہ قمری کو اس کے سامنے رکھدے۔ آگے میں اپنا کام سمجھتا ہوں۔" چنانچہ یہی ہوا' جب اس نے ستونتی سے یہ سنا' تو اچھل پڑا' اور کہا "تو کیا آزماتی ہے' دیکھ!" ستونتی نے فوراً مری ہوئی قمری اس کے سامنے رکھدی" جوں ہی فریبی نے قمری کے جسم میں اپنی جان ڈالی' بادشاہ' اپنے اصلی جسم میں آ گیا اور قمری کی ٹانگیں چیر کر اسے پھینک دیا۔ اور سلیمان کی طرح پھر تخت پر بیٹھا۔ دنیا کو خوشی نصیب ہوئی' اور سب آداب احترام بجالائے۔ اتنے میں ایک وزیر آیا' اور بادشاہ کی مدح وثنا بجالا کر عرض کی۔"اے فرخندہ طالع!

وہ بدبخت اسی طرح فنا ہوا جس طرح ایک بادشاہ کسی عورت پر فریفتہ ہو کر تخت کھو بیٹھا تھا۔" یہ سنکر بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھنے لگا۔ "وہ کون کوتاہ بیں تھا جس نے عورت پر بھول کر اپنی عزت گنوائی" ۔ وزیر نے یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کی طبیعت قصہ سننے کی طرف راغب ہے، یوں گویا ہوا۔

"قدیم زمانے میں ملک عجم کا ایک پادشاہ تھا، جس کی بیٹی بڑی قبول صورت تھی۔ اس کا نام سمن بر تھا، اور سارا عالم اس کے حسن کا شیدائی۔ مصر کا شہزادہ ہمایوں فال بھی اس کے حسن کا شہرہ سنکر، اس کا دیوانہ ہوگیا اور اس کو دیکھنے کے لیے ملک اور ماں باپ کو چھوڑ کر بہ حال تباہ روانہ ہوا۔ بڑی مشقتیں اٹھا تا آخر، اس شہر میں پہنچا۔ وہاں جو دیکھتا ہے تو شہر ہر طرف عاشقوں سے گلزار بنا ہوا ہے۔ کتنوں نے اس کے رخسار کے دھیان میں اپنا گریبان چاک کر رکھا تھا، کئی اس کے بام کی طرف مُنہ اٹھا کر سوسن کی طرح سو زبان سے اس کی تعریف کرتے تھے، کچھ اس کے دہن کی یاد میں، کلی کی طرح مُنہ موند کر پڑے تھے۔ بہت سے اس کے قد کی یاد میں سرو کی طرح ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اور چند اس کے

غم ہجر میں بلبل کی طرح سیہ پوش ہو گئے تھے۔ جب عشق کا سوز دل میں ضبط نہ ہو سکا تو وہ بھی شب و روز اس کے محل کے پاس جاتا۔ اور آنکھوں سے لہو کے دریا بہا کر اپنے دامن کو شفق کر دکھاتا اور کہتا "اے میرے نصیبے کے سورج، اس حالت میں کب تک پڑا رہوں کہ دن کو نور نہ دکھے حسن کے آسمان سے چاند کی طرح باہر نکل اور میری آنکھ سے اندھیرے کو دُور کر"۔ کتنے دن تک یوں ہی رونا اور آنسوؤں کے پانی سے منہ کو دھوتا رہا۔ اتفاق سے ایک روز طالع کی اس پر نظر ہوئی، اس چنچل نے اسے جھانک کر دیکھا ادھر اس نے بھی اسے دیکھا اور دیکھتے ہی دونوں بے قرار ہو گئے۔ دونوں کی نظر سے جو تیر نکلے، سینوں کے سپر سے پار ہو گئے۔ شہزادی اسے دیکھ کر ناز سے یوں بول اٹھی۔ "تو کہاں کا رہنے والا ہے اور عاشقی کا یا رسرتے لیے یہاں کس لیے آیا ہے۔ اس طرح یہاں آنا اور اپنے آپ کو رسوا کرنا خوب نہیں۔ میرے ماں باپ سنیں گے تو اس کو کس طرح روا رکھیں گے؟ اس مقام سے نکل جا، اور اس بلا کے بار سے سبکدوش ہو جا۔" اس طرح اس نے عاشق کو کس کر دیکھا۔ کیونکہ سونا بغیر کسے ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر بھی ہو تو اس کا کسنا بہتر ہی ہے۔ کہنے کو تو اس نے یہ کہدیا،

لیکن دل سے اس کی دیوانی ہورہی تھی۔ شہزادے نے جوں ہی یہ بات سنی، معلوم ہوا کہ گویا جان اس کے تن سے نکل گئی۔ گلابی چہرہ زعفرانی ہوگیا، اور اس طرح جواب دیا۔ ''اے موہنی! جب سے تیرے عشق نے دل میں ڈیرا جمایا ہے، حال کا بے حال ہوگیا ہے اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہے۔ تیری محبت میں راحت سے مُنہ موڑ کر، بلا سر پر لی ہے۔ اگرچہ میرا باپ مصر کا بادشاہ ہے، لیکن آج میری آنکھیں رو ذلیل ہیں۔ میرا نام کہنے کو تو ہمایوں ہے، لیکن تیری جدائی سے میرا دل، پُرخون ہے۔'' شہزادی نام پہلے ہی سُن چکی تھی، پھر بھی، دل کی بات پوشیدہ رکھی۔ اور جواب دیا۔ ''تو ایک جُدا چمن کا پھول ٹھہرا، اور میں ایک بن کی کنولی کلی، تو مصری میں عجمی تیری بات کو سچ کس طرح مانوں اور تجھے سچا عاشق کس طرح جانوں، کیا خبر کہ تو چاند ہے یا تارا، اور محبت میں اُدھورا ہے کہ پورا، کتنے ہی ایسے آتے جو خواہ مخواہ کے عاشق بنتے اور طبل کی طرح خالی شور مچاتے ہیں۔'' یہ سنتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے، پھر جب حواس درست ہوئے تو قسم کھا کر کہا۔ ''جس صانع نے تیرے رُخ کو گل بنایا اور مجھے بلبل کیا۔ جس قادرِ مطلق نے تری زلف کو تاب دے کر مجھے بے تاب کیا، جس محسن نے

تجھے حسن اور مجھے وصل کی آس دی، وہ شاہد ہے کہ میری بات جھوٹ نہیں۔ میں دل سے تیرا عاشق ہوں۔ میری بات کو سچ مان اور مجھے اپنا جان۔" جب شہزادی نے اس میں عشق کے چالے دیکھے، تو آہستہ نیچے اتر کر آئی، اور اسے سینے سے لگا لیا۔ سمجھی کہ یہ میرا سچا عاشق ہے اور خود بھی اس دیوانے کی دیوانی ہو رہی۔ پھر تو دونوں کے آپس میں آسرے سے چھیڑ چھاڑ ہونے لگی۔ کئی دن تک ایک دوسرے کے درشن سے خوش حال رہے۔ لیکن اس طرح سے چوری کتنے دن چل سکتی ہے؟ آخر اس بات کا شہرہ ہونے لگا۔ دونوں نے مل آپس میں مشورہ کیا۔ "ہم کو ایک دوسرے کے دیکھے بغیر نہ دن کو چین نصیب ہے اور نہ رات کو آرام، ذرا سی دوری بھی ہم کو گوارا نہیں، یہ بات اب سب پر الم نشرح ہو چکی ہے۔ صرف بادشاہ کے کانوں تک پہنچنی ہے۔ وہ بڑا غصیلا ہے۔ ہم دونوں کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ کب تک یہاں اس طرح ڈرتے پڑے رہیں۔ مناسب یہ ہے کہ گھر سے نکل چلیں۔ اور کسی مقام پر جا کر اس طرح مل جل کر رہیں جیسے پھول میں بو، رتن میں جوت اور مے میں مستی رہتی ہے۔ دشمنوں کے جگر کو پانی کریں اور دراندازوں کی آنکھوں میں خاک جھونکیں۔ میں فلاں باغ کو جانے کی اجازت لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں بھی آتا ہوں، وہاں سے ہم دونوں مل کر

کہیں نکل چلیں۔

غرض یہ ٹھیرا کر دونوں گھر سے نکل بھاگے اور سیر کرتے تماشے دیکھتے شہر سند میں جو اصل ہند تھا گنگا کے کنارے، ایک محل "بیت العاشقین" میں آکر قیام پذیر ہوئے، یہاں وہ بے کھٹکے لطف اڑاتے تھے کبھی محل کی کھڑکیاں کھول کر دریا کی سیر کرتے اور کبھی ایک دوسرے کی صراحی گردن ہاتھ میں لے کر، لب لعل کے پیالے سے مے پیتے۔ ہمایون اس بات پر مصر تھا کہ یہ بھید جیتے جی تک کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔

وہاں ایک مالنی رہتی تھی، جو بادشاہ کے پاس پھولوں کے ہار پہنچایا کرتی۔ سمن بر کے پاس بھی وہ پھول کے ہار، طرے، چوٹی وغیرہ گوندھ کر لایا کرتی تھی۔ اسے سمن بر سے انس ہو گیا تھا۔ اور اکثر اسی کی خدمت میں رہا کرتی۔ ایک روز بہ اصرار اس نے، سمن بر سے حالات پوچھے، سمن بر نے ہمایون کی نصیحت فراموش کر کے سارا حال کہہ سنایا۔

مشیت یوں تھی کہ ایک روز مالنی کو پھول گوندھتے دیکھ کر سمن بر نے وہ ہار اس سے لیا اور خود گوندھ کر دیا، مالنی مقررہ وقت پر وہ ہار لے کر ہمیشہ کی طرح بادشاہ کی خدمت میں گئی، اور سجدہ بجا لاکر، ہار اس کے

سامنے پیش کیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑی تھی کہ بادشاہ پھول دیکھ کر یکایک بول اٹھا "تو یہاں کئی روز سے آتی، اور پھول کے ہار دے جاتی ہے۔ لیکن آج تک ایسا ہار کبھی نہیں لائی، یہ تیرا ہنر تو نہیں، سچ بتا کہ یہ ہار تجھے کہاں سے ملا؟" اس نے بہت سے عذر کیے، لیکن بادشاہ غصے سے کہنے لگا۔ "اگر تو سچ سچ نہ بتائیگی تو قسم ہے خدا کی کہ تیری بوٹی بوٹی پھول کی پنکھڑیوں کی طرح جدا کر دونگا۔" جب اس نے دیکھا کہ عذر کی گنجائش نہیں رہی تو ساری حقیقت یہ کہہ سنائی۔ شہزادے کی بڑی تعریف کی اور سمن بر کے حسن کا حال بیان کیا۔ یہ ذکر سنکر، بادشاہ کے دل میں سمن بر کے عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ صبر ہاتھ سے رخصت ہوا اور سمن بر کو دیکھنے کی ہوس اس کے دل میں پیدا ہوئی۔

دوسرے روز صبح بادشاہ مچھلی کے شکار کا بہانہ کر کے کشتی میں سوار ہوا، اور سمن بر کے محل کے نیچے پہنچا۔ اس وقت وہ بال سکھاتی بیٹھی تھی، اور ایسی نظر آتی تھی، جیسی کوتر پر کی حور۔ بال جو اس کے رخ کے اطراف بکھرے ہوئے تھے ایسے معلوم ہوتے تھے، گویا چاند پر بدلی چھائی ہوئی ہے۔ جوں ہی بادشاہ کی نظر اس پر پڑی، وہ بے خود ہو گیا۔ اور عشق کی موجوں میں اس کے صبر کا سارا اثاثہ ڈوب گیا۔ جو لوگ موجود تھے، یہ حال دیکھ کر پریشان ہو گئے

اور فوراً بادشاہ کو واپس لے گئے۔ محل میں پہنچنے کے بعد، وزیروں میں سے ہر ایک حال پوچھنے حاضر ہوا۔ سب مل کر بادشاہ سے کہنے لگے۔ بادشاہ پر سب حال آشکارا ہے۔ "کیا عرض کریں عقلمندوں نے کہا ہے کہ بادشاہ کو یہ چند کام مناسب نہیں۔ کشتی میں بیٹھ کر دریا پر جانا رات کو چوری سے پھرنا اور شراب کی مجلس جمانا۔" یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا۔

"یہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن ملک پر دھاوا کرے تو اُسے فوج کے ذریعے اور فوج سے نہ ہو سکے تو زر سے دفع کرنا ممکن ہے۔ لیکن جب عشق کا سلطان، ملک دل کو غارت کرنے آئے تو اس موقع پر میرے لیے کیا تدبیر ہے، بتاؤ۔ اور اس میں میری کیا تقصیر ہے کہو۔ اب مجھے تاج و تخت بھلا معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی اور چیز اچھی لگتی ہے۔ آج سے گلے میں کفنی ڈال لیتا ہوں تاکہ وہ منہری مجھے مل سکے۔ مجھے شاہی کیا کام آئیگی سمجھو کہ آج سے میری بادشاہت ختم ہوگئی مجھے اس پریشانی میں مبتلا نہ کرو۔ مجھے مال اور دھن درکار نہیں، وہی دھن چاہیے۔ اور یہ کام میں ہر طرح کرنے تیار ہوں۔"

یہ گفتگو سن کر سب کے سب بغیر دم مارے، کھڑے رہے۔

لیکن ان میں ایک وزیر فراست میں بے نظیر تھا۔ اس نے عرض کی ”بادشاہ نے جو کچھ فرمایا، سب معقول ہے۔ لیکن بادشاہوں کے مذہب میں یہ بات نامقبول ہے، انہیں دل مضبوط رکھنا، اور دور بینی سے کام لینا لازم ہے۔ جو کچھ بھی ہو، ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ جلد بازی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ آہستگی سے کام لینا ضروری ہے۔ کلیوں کے نمودار ہوتے ہی پھول نہیں کھلتے، اور جو کھلیں بھی تو ہر ایک کو نہیں ملتے، کنگورے آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہیں، چاند پنچم کی رات تک چل کر، پورا ہوتا ہے۔ اگر شاہ کا حکم ہو تو میں اس کام کو سر آنکھوں سے انجام دونگا۔ ہر ترکیب سے اس تارے کو توڑ کر تجھ سے ملاؤنگا۔“

بادشاہ نے فرمایا۔ ”بے شک تو دور بین ہے تیری عقل پر آفریں، لیکن وہ پھول بے خار نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بھی ہے۔ کسی بڑے بادشاہ کا فرزند، اس پر دیوانہ ہو کر اور اس کی زلف میں دل پھنسا کر گھر دار چھوڑ، اسے یہاں لے کر آیا ہے۔ اور وہ چنچل بھی، اس سے دل لگا کر، جورو کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پہلے تو اس مرد کو نکال پھینک اور اس گرد کو جھاڑ پھینک، اور یہ کام دغا اور حیلے سے

اس طرح ہو کہ وہ من موہن مجھ سے آزردہ نہ ہو اور وہ نازک پھول شرمردہ نہ ہو۔"

اس حیلہ گر نے پھر بادشاہ سے کہا کہ "ہم ابھی ندی کے کنارے جا کر ضیافت کا اسباب مہیا کریں اور اس ایک دو دن کے مہمان کو دعوت دے کر بلائیں۔ اس کو خوب شراب پلائیں، پھر اس سے شرط کریں کہ برہنہ ہو کر دریا سے کنول کا پھول توڑ لائے۔ اس کو آسان جان کر وہ عذر نہ لائیگا، اور جیوں ہی جائیگا خود آپ ڈوب مریگا۔ نہنگوں کا لقمہ بنے گا۔ ہم انجان رہیں۔ سمن بر کو گمان نہ آئیگا کہ ہم نے دغا دے کر اسے مارا ہے"۔

بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی، فوراً ضیافت کا سامان درست ہوا اور ہمایوں فال کو وہاں بلایا گیا۔ اس نے مروت سے انکار نہ کیا۔ اور چلا آیا۔ بادشاہ نے بزم خوب آراستہ کی تھی، دو رویہ ساقیانِ مہ وش کی قطار تھی اور مطرب بیٹھے نغمے کے چھپے رازوں کو کھول رہے تھے۔ رباب تن تن تنا تن بجتے اور طنبورے جھن جھن جھنا جھن بول رہے تھے۔ غرض ایک لطف تھا۔ بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی ساقی کھلی زلفوں اور مدبی آنکھیوں کے ساتھ حاضر ہوئے، اور شراب کے دور چلنے لگے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ "اب بیٹھ کر شطرنج کھیلیں۔ اور دنیا کی فکر سے آزاد ہوں"۔ ہمایوں فال بغیر شبہ کیے شطرنج کھیلنے بیٹھ گیا۔ لیکن جیسا پہلے ہی

طے ہو چکا تھا، شہزادے کو مات ہوئی، اور اپنی بات کھری رکھنے کے لیے وہ برہنہ ہوکر دریا میں کودا، اور فوراً ایک مچھلی اس کو نگل گئی۔

اس ظالم نے تین دن تک تعزیت کے مراسم ادا کئے۔ پھر خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور اس مکار وزیر کو بلا کر کہا کہ "جا اس موہنی سے جو بات کہنے کی ہے کہہ" وزیر خود ہی حاجب بن کر سمن بر کے پاس گیا۔

سمن بر کا یہ حال تھا کہ ہمایون کے بچھڑنے کی وجہ سے تین دن سے دکھ میں تھی۔ تڑپنے اور رونے کے بغیر اسے دوسرا کام نہ تھا۔ آپ ہی آپ کہتی "مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ پہلے اپنی محبت کی دیوانی کر کے تو اس طرح چلا جائیگا۔ خدا جانے تو کہاں ہے۔ تیرے بغیر میں کیسے زندگی گزاروں۔ اب جینا کس کام کا، اس سے بہتر ہے کہ زہر پی لوں"۔ ایسے میں دستک کی آواز سنی، سمجھی کہ ہمایون آج مہر سکوت توڑ کر، دلاسے کے لئے کسی سے کچھ کہلایا ہے۔ ننگے سر اور ننگے پیر دوڑتی ہوئی آئی اور آسرے میں کھڑے ہو کر پوچھنے لگی۔ "کیا خبر ہے، بھائی، مجھے اس کی خبر سناؤ بتاؤ کہ وہ میرے جی کا من میت کہاں ہے۔ مجھ نرجیو کا وہ امریت کہاں ہے۔ مجھ نرادھاری کا آدھار وہی تھا، اس کے بغیر سارا عالم میری آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ تین دن سے مجھے رونا لگا ہے"۔

یہ سن کر اس کٹر نے افسوس کا اظہار کیا، پھر شہزادے کے دریا میں ڈوب مرنے کی خبر سنائی۔ یہ سنتے ہی سمن بر پر آسمان ٹوٹ پڑا، زمین پر ٹپکیاں کھانے لگی اور روتے روتے بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو لال اوڑھنی پھاڑ دی اور جسم کا سارا زیور نوچ کر پھینک دیا۔ آنکھوں سے کاجل پونچھ دیا کنگی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے، اور منہ دیکھنے کی آرسی کو پھوڑ کر پھینک دیا۔ ہاتھوں کی چوڑیاں چور چور کر دیں، اور یہ بیان کر کر کے رونے لگی ہیں یہ نہ جانتی تھی کہ دشمن اس طرح گھر ڈبائینگے، اور یوں غم کے دریا میں ڈال دینگے۔ اگر یہ جانتی تو اس کو دل کے اندر چھپا رکھتی، آنکھوں کی پتلی بنا کر رکھتی"۔ سمن بر کا دکھ دیکھ کر حاجب بھی ٹھنڈا پڑ گیا، اور اس شمع رو سے کچھ بول نہ سکا کر، اپنا منہ کالا کیا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر، جو کچھ حال دیکھا تھا، کہہ سنایا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔ تو ایک دفعہ اور اس کے پاس جا، اور جس حیلے اور تدبیر سے ہو سکے اس کے غم کی آگ ٹھنڈی کر۔ اور میرے عشق کی گرمی سے اُسے نرم کر۔ تیرے بغیر کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا۔ تجھ سا عقلمند آج کم ہے"۔ غرض وہ پھر اُلٹے پاؤں لوٹا۔ سمن بر کے پاس جا کر اسے ترکیب سے اس طرح سمجھانے لگا۔

"اُس جگ میں جس نے گہوارہ دیکھا، وہ آخر گور میں جانے والا ہے۔

جو پھول شاخ پر کھلتا ہے، وہ آخر فنا کی باد سے گر جاتا ہے۔ جو چیز بھی دنیا میں موجود ہوئی ہے، وہ ایک روز نابود ہونے والی ہے۔ یہ جینا دوپہر کی چھاؤں ہے۔ دنیا میں نام کے بغیر کچھ نہیں رہتا۔ کسی کو ابد کی خلعت نہیں بخشی گئی۔ سب عالم پر یہ بات ظاہر ہے کہ، خدا کی قدرت کا قوی ہاتھ، اگر مغرب میں چاند کو غروب کرتا ہے تو اُسی گھڑی سورج کو طلوع کرتا ہے۔ اگر دارا سے بادشاہی چھین لیتا ہے، تو اسی دن سکندر کو تاج عطا کرتا ہے، جب دن کو ختم کرتا ہے تو اسی گھڑی رات کو ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کے کام بند نہیں رہتے۔ اس دم کو غنیمت سمجھنا چاہیئے مجھ سے پوچھتے ہو تو یہ اچھا ہے کہ، بادشاہ طالب ہو اور تو مطلوب۔ اس یوسف کو قصۂ ماضی سمجھ کر تو اس سلیمان سے راضی ہو جا۔ شاہ تیری محبت میں صادق ہے۔ وہ تیرے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔" سمن بر نے اس سے جب یہ باتیں سنیں، تو اس کو یقین ہو گیا کہ شہزادے کو مارنے والے یہی ہیں۔ لہو بھرا منہ اس کی طرف کر کے اور غصے سے ہونٹوں پر کف لا کے کہا۔ "میں پہلے ہی تیری صورت دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ، تو بڑا فتنہ بڑا مکار ہے۔ صورت میں انسان، لیکن سیرت میں عین خنّاس ہے۔ تجھے میرا رُواں رُواں کیوں نہ کوسے، یہاں آ کر کچھ کہتا ہے اور وہاں جا کر کچھ کہتا ہے۔

قلم کی طرح تیری دو زبانیں ہیں۔ لیکن میں ایسی بھولی نہیں ہوں کہ تیری باتوں میں آجاؤں۔ میں وہ کنول نہیں ہوں جو سورج کے بغیر کسی اور چاند سے شگفتہ ہو۔ محبت کی رہ روش میں یہ بڑا عیب ہے کہ دوسرے کو دیکھوں۔ تو یہ بات پھر کبھی زبان پر نہ لا، اور تجھے قسم ہے کہ جس طرح آیا ہے، اسی طرح واپس جا۔"

وزیر نے دیکھا کہ اس کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوا، وہ چپکے سے چلا گیا اور بادشاہ کے پاس جاکر سب حال بیان کیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ رنجیدہ ہوکر اٹھ کھڑا ہوا، اور کہا کہ "اب کیا تدبیر کروں۔ افسوس وہ مجھ پر مہربان نہ ہوئی۔ اب حکومت کا بوجھ تیرے سر ڈال کر، اسی کے در پر جاکر پڑا رہونگا۔ اور اس کے آستانے پر سر رکھ کر، اسی کا نام جپتا رہونگا۔ شاید اس طرح اسے کچھ مہر آجائے۔"

غرض اس نے جو کہا تھا، وہ کر دکھایا۔ اور سمن بر کے در پر جاکر پڑ گیا۔ لیکن اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

اب ادھر کی سنئے کہ مصر کا بادشاہ، بیٹے کی جدائی میں ہر دم تڑپتا رہتا وہ صرف بیٹے کو دیکھنے کی آس میں زندہ تھا۔ اتفاق سے کسی نے آکر شہزادے کے

دغا سے مارے جانے کی خبر اس کو سنائی۔ دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی، اور مارے غم کے زمین پر لوٹنے اور سر پر خاک اڑانے لگا۔ وزیروں نے یہ حال دیکھا تو اس کے پاؤں پر گر کر سمجھانا شروع کیا کہ "اے شاہ، اتنا غم کرنا مناسب نہیں۔ رونے سے کیا فائدہ، اس کی ممانعت آئی ہے۔ خدا سے صبر مانگو، وہی صبر کا اجر دیگا"۔ بادشاہ نے کہا۔

"میں اپنے آپ کو کس طرح سنبھالوں۔ مجھ اندھے کی وہی ایک لاٹھی تھی جس کو ظالموں نے توڑ ڈالا۔ موت بھی نہیں آتی کہ مر رہوں۔ یکبارگی دل میں خیال آتا ہے کہ دشمن کے ملک پر آگ ہو کر برسوں، اور اس کے گھر بار کو پھونک کر ملک کو تاراج کر دوں"۔ دل میں یہ طے کر کے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور آن کی آن میں ملک سندپر جا پڑا۔ شاہ سندھ کو اطلاع دی گئی کہ کوئی بادشاہ بڑا بھاری لشکر لے کر اس طرف کو آرہا ہے۔ پوچھنے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ مصر کے دلیر ہیں"۔ یہ سنکر بادشاہ سوچنے لگا کہ مبادا دل کے ساتھ ملک بھی جائے، پھر تو اس موہنی کو پانا مشکل ہو جائیگا۔ تاج اور تخت کے بغیر اس سے ملنا دشوار ہے۔

پہلے ایک قاصد کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجا تاکہ اس کے آنے کا

سبب دریافت کرے۔ ساتھ ہی یہ بھی جتادیا کہ ہم ہندی، لڑنے پر آجائیں، تو شیر بھی جنگل کی راہ لیتے ہیں۔ ہمارے سپاہی، جنگ کو ایک کھیل سمجھتے ہیں، مسلمانوں میں جھگڑا کفر ہے، یہ رزم سرسری نہیں، اس کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ اگر خاموش لوٹ گئے تو، دنیا میں تمہاری عزت رہ جائیگی"۔

قاصد یہ پیغام لے کر جب مصر کے بادشاہ کے پاس گیا، تو اس نے غصّے سے تلوار پر ہاتھ ڈال کر کہا۔" اس سنگدل سے جاکر بول کہ تونے ناحق جس کی جان لی ہے میں اس کا سگا باپ ہوں۔ میرے دل میں آگ لگی ہے، تجھے مارے بغیر ٹھنڈی نہ ہوگی۔ تونے اپنی فوج کی تعریف کی ہے۔ اب میری فوج کی تعریف سن، لڑائی سے ہمارے دلیروں کو عشق ہے۔ پرچموں کو دلبروں کی زلفیں سمجھ کر یہ دست درازی کرتے ہیں اور دھنک کو ابرو اور تیر کو مژگاں جانتے ہیں۔ تیغ کی جھلکار دیکھ کر، معشوق کے رخسار کی طرح اسے بوسے دیتے ہیں۔ تجھ میں مسلمانی کے شیوے نہیں۔ اس لیے تیرے ساتھ لڑنا واجب ہے"۔ یہ کہہ کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور دونوں طرف جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

بڑا گھمسان کا رن پڑا، دونوں طرف کے کتنے ہی سپاہی کام آئے

آخر مصریوں کو فتح ہوئی اور ظالم بادشاہ کو جیتا گرفتار کرکے شاہ مصر کے روبرو لائے۔ مصر کے بادشاہ نے غصّے سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تو نے اپنے نفس کی خاطر گنہگاری مول لی۔ آخر شاہی کو ہاتھ سے گنوایا' اور بلا میں پھنس گیا۔ نہ یہاں تیری آبرو رہی اور نہ وہاں کچھ نکوکاری۔ جس طرح تو نے شہزادے کی جان لی ہے' اسی طرح اب تو بھی مریگا۔

شاہ ہند نے عرض کی کہ' اجازت ہو تو ایک گذارش کروں۔ میرے خزانے میں ایک مچھلی ہے۔ جس کو اگلے حکیموں نے بڑی صنعت سے بنایا ہے۔ اس پر طلسم لکھے ہوئے ہیں۔ اگر اس کو پانی میں ڈال دیں تو خود بخود چلنے لگتی ہے۔ اور دریا کی گہرائیوں کی حقیقت لکھ لاتی ہے۔ پہلے شہزادے کی خبر لو۔ پھر مجھے جو چاہو سزا دو۔" اس مچھلی کو فوراً منگا کر پانی میں ڈال دیا۔ دو دن کے بعد وہ شہزادے کی خبر کا پتہ لے کر آئی۔ اس میں لکھا تھا کہ شہزادے کو ایک مچھلی نگل گئی تھی۔ اس کو وہ ہضم نہ کر سکی' اور سمن کے جزیرہ پر جاکر اُگل آئی۔ اب وہ جیتا ہے اور پریوں کی قید میں دن گذارتا ہے۔"

جب شاہ مصر کو یہ معلوم ہوا کہ شہزادہ' جیتا ہے' تو اس کا دُکھ کچھ کم ہوا

ہند کے بادشاہ کو ایک مقام پر رکھ کر وہ اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اب سمن بر کا حال سنئے۔ شہزادے کی جدائی میں، وہ پھول کی طرح کملا کر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ خزاں کے پتے کی طرح زرد پڑ گیا تھا اور اس کا جسم عشق کی آگ سے پھنک رہا تھا۔ کبھی وہ ٹھنڈک کے لیے چندن لگاتی، تو چندن بھی جل کر راکھ معلوم ہونے لگتا۔ جدائی کی تاب نہ لا کر کبھی غصے سے آسمان کی شکایت کرتی۔ جب اس کو شہزادے کے جیتا ہونے کی خبر ملی تو اس نے سوچا کہ اس مقام پر میں کب تک پڑی رہوں۔ بھلا یہ ہے کہ اس کو ڈھونڈنے نکلوں۔ ممکن ہے کہ اس طرح اس کو پا سکوں"۔

سفر کا ارادہ کر کے، اس نے جوگن کا سا روپ بنایا۔ جسم پر خاک ملی اور گلے میں کنٹھا ڈال روانہ ہوئی۔ اس کو اس حال میں دیکھ کر سب افسوس کرنے لگے کہ یہ نازک قدم والی جو پھول پر بھی چلتی تو پاؤں میں چھالے پڑ کر تلملا اٹھتی، اور جس کے جسم پر، چندن بھی بوجھ ہوجاتا تھا، نازکی سے ہاتھ دھو کر دیکھو کس طرح پردیس کو جا رہی ہے۔ یہ بلائے عشق اس کے سر کہاں سے پڑا"۔ دیکھنے والوں کی نظر میں وہ زخم ہو کر لگتی تھی۔

غرض سمن بر روانہ ہوئی۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں پڑنے کے بعد

ایک جزیرے کو پہنچی۔ یہ جزیرہ نہ تھا، بلکہ جنت کا ایک باغ تھا۔ سرو کے درخت ہر طرف سر اٹھائے کھڑے تھے۔ وہاں کے درخت طوبا سے مشابہ تھے۔ درختوں کی ڈالیاں آپس میں ملی ہوئی ایسی نظر آتی تھیں جیسے حوریں ہاتھ میں ہاتھ ملائے کھڑی ہیں۔ سبزہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی نے زمرد کا فرش بچھا دیا ہے۔ سمن بر نے غور سے دیکھا تو وہاں ایک محل نظر آیا۔ اس محل کی خوبی کو دیکھ کر عقل کا طراح بھی حیران اور فکر کا مہندس بھی گم تھا۔ اہلِ فن اسے دیکھ کر صورتِ دیوار ہو جاتے تھے۔ اس کے چشمے پریوں کے نین اور طاق حوروں کے بھنویں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر دیوار ایسی جھلک رہی تھی جیسے آئینہ رخساروں کے رخسار۔ ہر جگہ سنگِ مرمر کا فرش، اور چونے کی بجائے سونے کا ملمع تھا۔ اس کے مینارے ثریا جیسے اور چاند تاروں جیسے کنگورے اور کلس تھے۔ دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں۔ کہیں بیلیں تھیں، کہیں درخت، کہیں جھکی ہوئی ڈالیاں، کہیں سورج کی تصویر سونے سے اور چاند کی روپے سے بنائی گئی تھی۔ شفق کا نقشہ شنگرف سے اور ابر کا دریا کے کف سے اتارا گیا تھا۔ ایک جگہ قطب شاہوں کی بزم کی تصویر تھی اور دوسری جگہ ترکمانوں کے رزم کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ سمن بر نے جانا کہ یہ پریوں کا مقام ہے، اس لیے

وہیں رہ پڑی۔

وہاں کا بادشاہ جس کے حکم میں، دیو اور پریاں بھی تھیں، جب انتقال کر گیا، تو اس کے بیٹا نہ ہونے سے، راج بیٹی پر مقرر ہوا۔ اس کا نام ملک آرا تھا۔ ایک روز موسم خوش گوار دیکھ کر، ملک آرا نے سواری کا سامان کرنے کا حکم دیا، اور سیر کو نکلی۔ ہر جگہ نئے نئے تماشے دیکھتی وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچی۔ جب پہاڑ پر چڑھی تو اسے دور سے وہ محل نظر پڑا جس میں سمن بر رہتی تھی۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، "وہ دور جو اجلی سی چیز نظر آ رہی، بتاؤ کہ کیا ہے۔" کسی نے کہا، "یہ سورج کا مقام ہے۔" کسی نے اُسے "صبح کے نور کا مقام" بتلایا، کسی نے "چاند کا گھر" اور کسی نے "اِندر کا مکان کہا"۔ چند اُسے "گلستانِ ارم" اور چند "کوہ طور" بتلاتے تھے، ایک نے کہا یہ "بیت المقدس ہے" دوسرے نے کہا۔ بس رہنے بھی دو وہ بھی کوئی چیز ہے۔ غرض جب کسی سے بات مشخص نہ ہوئی تو اس نے دیدبانوں کو بلا کر کہا کہ "وہاں جا کر دیکھو وہ کون مقام ہے اور وہاں کے رہنے والے کون ہیں؟"

حکم پاتے ہی وہ دوڑے اور خبر لائے کہ "وہ ایک عالیشان محل ہے

پہلے خالی معلوم ہوتا تھا، جب غور سے دیکھا تو تخت پر، ایک عورت بیٹھی نظر آئی۔ نہ جانے آدمی ہے، یا پری ہے، یا سورگ کی اپسرا ہے۔ لیکن وہ وہاں موجود ہے۔"

پری کو یہ گفتگو سن کر، وہاں جانے کی خواہش ہوئی۔ جب وہاں پہنچی تو سمن بر کو دیکھ کر اسے تعجب ہوا، اور اس کا حال پوچھنے لگی۔ کہ "تو کون ہے، اور تیرے ماں باپ کون ہیں۔ کس نے تجھے ستایا ہے۔ مجھے تو بہت ہی دکھیاری معلوم ہوتی ہے۔" سمن بر نے آہ بھر کر کہا۔ "میرے درد کا طومار آسمان کا پھیر رکھتا ہے۔ اگر قیامت تک بھی بیان کروں تو نہ سر سکے گا۔ دکھ میرا باپ ہے اور درد مائی۔ میرے بخت میں اور مجھ میں سازگاری ہے نہ آسمان مجھ پر مہربان ہے اور نہ میرے لال کی مجھ کو خبر ہے۔" غرض دیر تک خون کے آنسو رو رو کر اپنے درد کا حال سناتی رہی۔ ملک آرا یہ احوال سن کر، منہ کو پلو لگا دیر تک روتی رہی۔ پھر دلاسا دے کر کہا کہ "تو دل فگار نہ ہو۔ خدا کے لطف کی امیدوار رہ، آج سے تیرے لیے نئی خوشی ہے۔ اگر میرے شہر کو چلے گی تو میں ہر تدبیر سے تیرا کام کروں گی۔ پریاں میرے حکم میں ہیں۔ میں تیرے کام کو اپنا سمجھ کر انجام دوں گی۔" سمن بر کو ایسا محسوس ہوا کہ غیب سے

اسے دولت مل گئی۔ اس نے پری سے عاجزی کے ساتھ کہا ”اس وقت تو میری سگی بہن بن کر مجھے اپنے پیو سے ملا اور میرے زخموں کے لیے عیسیٰ ابن مریم کا کام کر“۔ القصہ اس گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ لے کر اٹھے اور پری، سمن برکو اپنے نگر میں لے گئی۔ وہاں اسے عزت کے ساتھ ایک محل میں رکھا۔ کچھ دن اسی طرح لطف سے گذر گئے۔ ایک دن سمن بر نے ملک آرا کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ اس نے ساتھ ہی اپنے منشی کو بلا کر پریوں کے بادشاہ کو نامہ لکھایا کہ ”ایک شہزادہ پریوں کے بند میں گرفتار ہے۔ اگر اس کا کھوج لگا کر یہاں روانہ کرو تو، مہربانی ہوگی“۔

پریوں کے بادشاہ نے ملک آرا، کے نامے کو بڑی عزت دی۔ اور نامے کے مضمون سے واقف ہونے کے بعد، اپنے سیوکوں کو حکم دیا کہ جہاں ہو شہزادہ کو ڈھونڈ لاؤ۔ حکم پاتے ہی، وہ دوڑے اور شہزادے کو سمن کے جزیرے سے اٹھا لائے۔ شاہ کی نظر جب شہزادے پر پڑی، تو اس کا حسن دیکھ کر حیران رہ گیا، وہ دل میں سوچنے لگا کہ ”اس حسن پر پریاں کیا اگر حوریں بھی دیوانی ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں“۔ بڑی محبت سے اپنے نزدیک بٹھایا اور حال دریافت کیا۔ شہزادے نے سارا حال بیان کیا۔

پھر شاہ نے اسے دلا سا دے کر کہ "تیری پریم پیاری، جلد ہی تجھ سے ملنے والی ہے"۔ پریوں کے ساتھ ملک آرا کے نگر کو روانہ کیا۔

ملک آرا کو جب شہزادے کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے، سارا شہر آسا راستہ کیا۔ خود اسے لینے گئی اور لاکر ایک محل میں رکھا۔ ایک نیک گھڑی دیکھ کر، دونوں کو ملایا۔ اور پھر ان کے ماں باپ کو خط لکھا کہ "تمہارے نور چشم، جو تم سے دور پڑے تھے، وہ میرے پاس ہیں اگر حکم ہو تو انہیں روانہ کرتی ہوں"۔

دونوں بادشاہ یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوئے، اور بڑی دعاؤں اور اظہار ممنونیت کے ساتھ جواب لکھا کہ "شہزادے کو حفاظت کے ساتھ یہاں روانہ کرو، تو تمہاری نیکی جگ میں مشہور رہیگی"۔ ملک آرا نے بڑے کروفر اور لشکر کے ساتھ دونوں کو، ان کے ملک کی طرف روانہ کیا۔ جب اپنے شہر کو پہنچے، تو خلقت ان کے دیکھنے کے لیے جمع ہوئی، اور سب کی خوشی دو نی ہو گئی۔ وزیروں نے خدمت بجا لائی شہزادہ کو تخت پر بٹھا کر اس کی دہائی پھرا ئی گئی۔ خوشی کے شادیانے ہر طرف بجنے لگے۔ اور شہزادہ بے فکری سے راج کرنے لگا"۔

زاہد پارسا نے یہ قصّہ بادشاہ سے بیان کر کے بہت کچھ انعام و اکرام پایا اور دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہوا ۔

اوپر تفصیل سے پیش کیے ہوئے خاکے سے ظاہر ہے کہ "پھولبن" نہ تو ایک قصّہ ہے اور نہ صرف پریوں کا افسانہ، جیسا کہ دتاسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے ۔ اصل میں یہ قدیم مشرقی فنِ قصّہ درقصّہ کا نمونہ ہے جس کے زیادہ مشہور و معروف کارنامے "الف لیلہ" ۔ "باغ و بہار" وغیرہ ہیں ۔ لیکن ان دونوں میں بھی "پھولبن" کے قصّے اپنی ترکیب کے لحاظ سے "الف لیلہ" سے زیادہ مشابہ ہیں ۔ اس میں عموماً ایک قصہ دوسرے قصے کے اختتام کے بعد شروع ہوتا ہے ۔

پھولبن کا اصل قصّہ کنچن پٹن کے بادشاہ کا ہے جو درویش کو خواب میں دیکھتا اور خادم کو بھیج کر اسے طلب کرتا ہے ۔ لیکن یہ بذاتِ خود کوئی بسیط اور طویل قصّہ نہیں ہے، بلکہ دوسرے قصّوں کے لیے تعارف یا چوکھٹے کا کام دیتا ہے ۔ زاہد سے گویا قصّہ گو کا کام لیا گیا ہے ۔ وہی ذیل کے قصّے بادشاہ کو سناتا ہے ۔

کشمیر کے بادشاہ کے باغ کے گل و بلبل کا قصہ جس کا درمیانی اہم قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے اور گجرات کے عابد کی بیٹی کا ہے۔ سوداگر کا بیٹا بھی بادشاہ کو ذیل کا نیا قصہ سناتا ہے۔

کسی بادشاہ کے سامنے چین کے نقاش کے وارد ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کا وزیر اس کا دل بہلانے کے لیے، نقل روح کا قصہ بیان کرتا ہے۔

اسی بادشاہ کے سامنے، ایک اور وزیر سمن بر اور ہمایوں فال کی داستان محبت بیان کرتا ہے۔ جو "پھولبن" کا اہم ترین قصہ ہے۔ اس طرح "پھولبن" میں، تین بسیط قصوں کے علاوہ، تین تعارفی قصے بھی ہیں، جو ان قصوں کے لیے چوکھٹے کا کام دیتے ہیں۔ یہ تمام قصے زاہد کی شخصیت سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔ لیکن زاہد اور کنچن پٹن کا بادشاہ "پھولبن" کے اہم اشخاص نہیں بلکہ اس کے اہم اشخاص

(۱) ختن کے سوداگر کا بیٹا اور گجرات کے عابد کی بیٹی

(۲) جوگیوں کا معتقد بادشاہ اس کا دغاباز وزیر اور رانی ستنونتی۔

(۳) سمن بر، ہمایوں فال، ملک سندھ کا ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اسکا مکار وزیر ہیں۔

فنِ قصہ در قصہ کے اولیٰ نمونے وہ ہوتے ہیں، جن میں کسی بادشاہ یا امیر کے سامنے، اس کا کوئی وزیر، ندیم یا کوئی جہاں دیدہ شخص، یکے بعد دیگرے چند قصے بیان کرتا ہے۔ لیکن جب ان قصوں سے اور قصے پیدا کیے جاتے ہیں، تو تھوڑی سی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پیچیدگی کی مناسبت سے پڑھنے والوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی قصہ کو ادھورا چھوڑ کر، درمیان سے، نیا قصہ شروع کر دیا جاتا ہے تاکہ حالت منتظرہ پیدا ہو اور پڑھنے والے کی دلچسپی میں ارتقا ہو تا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک قصہ ختم کرنے کے بعد دوسرا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ "پھولبن" اس دوسری نوعیت میں داخل ہے۔

سلسلہ قصص کا آغاز زاہد کے الفاظ میں اس طرح ہوتا ہے کہ "معرفت کی حقیقت، ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لیے کوئی مجازی حکایت بیان کی جائے۔" زاہد کی شخصیت اور انداز آغاز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "انوار سہیلی" کے حکیم بید پائے برہمن کا قائم مقام ہے اور ان قصوں کی ظاہری دلچسپی کی تہ میں کوئی معنویت ضرور ہے۔ لیکن قصوں کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ، ان کی ترکیب میں ایسے اجزا بہت کم شامل ہیں۔

صرف جوگیوں کے معتقد بادشاہ کا وزیر، ایک کردار ہے جو "بدمعاش" (VILLAIN) کی سیرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رانی ستونتی کا "نیکی" کا کردار ہے، جس کی عفت، پاکدامنی اور فراست کو مثالی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا کردار، جو کوئی اخلاقی معنویت رکھتا ہے، وہ ہمایوں فال اور سیمن بر کے قصے میں ملک سندھ کے ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اس کے مکار اور ذلیل وزیر کے کردار ہیں۔ سیمن بر، غیر شعوری طور پر ایک حد تک زندہ کردار بن گئی ہے۔ جس کی حیات محبت، وفاشعاری اور پاکدامنی کا سبق دیتی ہے۔

قصوں کے دوران میں کہیں کہیں بادشاہوں کے لیے نصیحتیں بھی آگئی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس سلسلہ قصص کی ابتدا بھی، اور سلسلوں کی طرح اخلاقی مطمح نظر کے تحت ہوئی ہو۔ جیساکہ زاہد کی شخصیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ "پھولبن" کی خوبی میں اس چیز کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے قصوں کی تمام تر دلچسپی، محاکات، شعری نکات اور سلاست بیان میں مضمر ہے۔ اس اعتبار سے قدیم اور جدید مثنویوں میں "پھولبن" ایک انفرادیت کی مالک ہے۔

ابن نشاطی کے کارناموں میں، ایک اور مثنوی "طوطی نامہ" کا بھی ذکر کیا گیا ہے

اس خیال کی بنیاد اسٹیوارٹ کی فہرست کا بیان معلوم ہوتا ہے۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آخر میں، بغیر وضاحت کے، آواری کو مصنف لکھ دیا گیا ہے۔ اسٹیوارٹ کا انداز بیان ایسا مبہم ہے کہ نہ تو یہ آسانی کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ آواری کو دونوں کا مصنف سمجھتا تھا اور نہ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسے وہ ان میں سے کسی ایک کا مصنف تصور کرتا تھا۔ اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہیں تھا اور غالباً اسی لیے اس نے "طوطی نامہ" کے ساتھ، جس کے مصنف کو وہ آواری سمجھتا تھا، "پھولبن" کا بھی ذکر کر دیا۔

دتاسی نے اسٹیوارٹ کے بیان میں جو چیز مبہم تھی، اسے واضح کرنے کی کوشش کی اور اس غلطی کا شکار ہوا جس کا امکان تھا حالانکہ اسے "پھولبن" کے مصنف ابن نشاطی کا پتہ چل چکا تھا، پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیوارٹ کے بیان کی تردید پر اسے دسترس نہیں تھی۔ اس لیے اس نے پہلے آواری اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص تصور کر کے "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کو اس سے منسوب کر دیا۔ لیکن اس نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ بتایا ہے، وہ غواصی ہی کے "طوطی نامہ" کا ہے۔ اسی بنا پر اسے غواصی اور آواری کے ایک ہی شخص ہونے کا

شبہ ہوا۔

بعد کے تذکرہ نگاروں نے، غالباً انہیں دو بیانات کی سند پر "طوطی نامہ" کو ابن نشاطی سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ "اردوئے قدیم" کے مصنف نے ان دونوں مثنویوں کو ابن نشاطی کی تصنیف بتلایا ہے۔ "طوطی نامہ" کی تصنیف کا سنہ انہوں نے دتاسی کے بیان کے بموجب سنہ ۱۰۴۹ھ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے سنہ ۱۰۶۴ھ لکھا ہے۔

اسٹیوارٹ نے بظاہر نہ تو "پھولبن" کی تصنیف کا سنہ لکھا ہے اور نہ "طوطی نامہ" کا لیکن اس کے بیان کے آخری حصہ میں جہاں دو سنہ درج ہیں ان کے متعلق شاید یہ غلط فہمی ہوسکتی تھی کہ غالباً اس نے عنوان کے ناموں کی ترتیب کے لحاظ سے 'پہلا سنہ' "پھولبن" کا لکھا ہو اور دوسرا سنہ "طوطی نامہ" کا۔ اس طرح "پھولبن" سے سنہ ۱۶۳۹ء متعلق کیا جاسکتا تھا اور "طوطی نامہ" سے سنہ ۱۶۵۳ء۔ چنانچہ دتاسی نے یہی کیا۔ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے "پھولبن" کا سنہ تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ انڈیا آفس کے نسخہ سے بھی وہ واقف تھا۔ جس سے اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ ظاہر ہوتا ہے، اس لیے وہ اسٹیوارٹ کے قول کو مشتبہ بھی سمجھتا ہے۔ پہلے سنہ کو "پھولبن" سے متعلق کرنے کے بعد اس کو چاہیے تھا کہ

"طوطی نامہ" کے سلسلہ میں بھی وہ میجر اسٹیوارٹ کا دوسرا سنہ ۱۶۵۳ء (۱۰۶۴ھ) لکھ دیتا۔ لیکن یہاں وہ ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ صحیح سنہ ۱۰۴۹ھ جو غواصی کے "طوطی نامہ" کی تصنیف کا ہے، وہی لکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ دتاسی کو صرف ایک سنہ کے متعلق اس طرح کی غلط فہمی ہوئی اور دوسرا سنہ جو رہ گیا تھا، اسے مصنف "اردو سے قدیم" نے استعمال کر لیا۔ اسٹیوارٹ نے جو سنہ تحریر کیے ہیں وہ دراصل عبداللہ قطب شاہ کے عہد حکومت کے ہیں۔ اسی لئے جن لوگوں نے اسٹیوارٹ کے سنین کو نظموں کی تصنیف کے سنہ سمجھا، انہیں اس پر تشفی نہیں ہو سکی۔

ہم نے اوپر غواصی کے مسخ ہو کر "آواری" بن جانے کے امکان کا جو ذکر کیا ہے، اس کے لحاظ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دتاسی کے پیش نظر جو "طوطی نامہ" تھا، وہ غواصی ہی کا تھا، چنانچہ اس کا سنہ اور خود دتاسی کا شبہ، اس خیال کو تقویت دیتا ہے۔

اس کے علاوہ، اگر ہم دتاسی کے قیاس کے بموجب سنہ ۱۰۴۹ھ کے "طوطی نامہ" کو ابن نشاطی کی تصنیف مان لیں، تو اس سے خود ابن نشاطی کے اس بیان کی تکذیب ہوتی ہے، جو اس نے "پھول بن" کے خاتمے کے اشعار میں

دیا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کوئی نظم نہیں لکھی۔ دنیا پر اپنا جوہرِ طبع ظاہر کرنے کے خیال سے یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے" وغیرہ اس لحاظ سے یہ "طوطی نامہ" ابن نشاطی کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ اور اگر بالفرض ابن نشاطی نے یہ نظم بعد کو لکھی ہوتی (جس کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا ہے) تو "پھول بن" کی تصنیف کے بعد اس کی شہرت کا اندازہ کرتے، ظاہر ہے کہ اس کی کوئی نظم اس طرح گمنام نہیں رہ سکتی تھی۔

"پھول بن" کی تاریخ تصنیف میں اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد مثنوی کے شعر نمبر ۲۶ کے نسخوں کا اختلاف ہے، جس میں نظم کی تکمیل کا سنہ بیان کیا گیا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے میں "پھول بن" کے جو نسخے محفوظ ہیں، ان میں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن کے نسخے میں یہ شعر اس طرح لکھا ہوا اپنایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو یورپ میں دکھنی مخطوطات - صـ۸ـ)

انھا تاریخ تو لایا یہ گلزار اگیارہ سو کوں کم تھے تیں پر چار

لیکن بلوم ہارٹ کی فہرست میں ۱۰۳ کے نسخے سے یہ شعر جو نقل کیا گیا ہے، اس کا دوسرا مصرع یوں ہے۔ "اگیارہ سو کوں کم تھے تین پر چار"۔ ممکن ہے کہ "تین" سہو کتابت ہو اور اصل میں "تیس" ہو۔ بہر حال یہ "تیس پر چار"

ہو یا "تین پر چار" نتیجہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اور اس لحاظ سے مثنوی کی تصنیف کا سنہ ۱۰۶۶ھ قرار پاتا ہے۔ یہی سنہ دتاسی نے لکھا ہے۔ اور "اردو شہ پارے" کے مرتب نے بھی اسی کو مستند سمجھا ہے، کیونکہ انڈیا آفس کا نسخہ، جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سدہوٹ ہیں، ایک علم دوست خاتون کی دلچسپی سے نہایت اہتمام کے ساتھ باتصویر لکھایا گیا ہے۔ یہ نسخہ غالباً قدیم ترین بھی ہے۔ مصنفِ "دکن میں اردو" نے اپنی کتاب کی پہلی اشاعتوں میں ۱۰۷۶ھ لکھا تھا، لیکن بعد کی اشاعت میں، وہ اپنی رائے بدل کر، ڈاکٹر قادری زور کے ہم خیال ہو گئے اور اپنی حالیہ تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں بھی یہی سنہ درج کیا ہے

لیکن مرتب اوراق ہٰذا کے پیشِ نظر "پھول بن" کے جتنے نسخے تھے، ان سب میں، دوسرے مصرعے کے لفظ "تیس" کی جگہ "بیس" لکھا ہے۔ نسخہ د میں جو غالباً کتب خانۂ آصفیہ کے مخطوطے کی نقل ہے، یہ لفظ صاف لکھا ہوا ہے ج میں آخری اشعار موجود نہیں ہیں۔ ب، اور ا میں یہ شعر صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح مثنوی کا سالِ تصنیف، پہلے سنہ کے مقابلہ میں دس سال بعد یعنی ۱۰۷۶ھ معین ہوتا ہے۔ مصنف "اردوئے قدیم" نے

کتب خانۂ آصفیہ کے نسخے کی بنا پر یہی سنہ لکھا ہے۔

عام طور پر قدیم کتابوں میں نقطوں کے ترک ہو جانے یا بے ترتیب لکھے جانے کی وجہ سے اس طرح کی غلطیاں آسانی سے ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ مرتب کے پیشِ نظر نسخوں میں اکثر غلطیاں اور بے ربطیاں اسی کا نتیجہ ہیں۔ اگر صرف انہیں امور کا خیال کیا جاتا تو شاید موجودہ نسخوں میں "بیس" کے لفظ کے تواردکے باوجود انڈیا آفس کے نسخے کی تحریر کو ترجیح دی جاتی کیونکہ معلومہ نسخوں میں بظاہر سب سے زیادہ مستند یہی ہے۔ لیکن اتفاق سے "بیس" کی تائید میں ایک اہم خارجی ثبوت ہمارے پاس مزید موجود ہے۔ ۱۱۴۲ھ میں مشہور شاعر سید محمدؐ عشرتی کے فرزند ہنر نے جو مثنوی "نیہ درپن" لکھی تھی اور جو غلطی سے عرصہ تک خود عشرتی کی تصنیفات میں شمار کی جاتی رہی۔ اس کے خاتمے کے اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی "پھول بن" کے جواب میں لکھی گئی تھی، چنانچہ مصنف دونوں کا مقابلہ کرتا ہے اور صاحبانِ نظر سے اپیل کرتا ہے کہ یہ کارنامہ "پھول بن" سے بہتر نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ "پھول بن" اور "نیہ درپن" کی تصنیف کے سنہ بھی بیان کرتا ہے "پھول بن" کے متعلق جو شعر ہے وہ حسبِ ذیل ہے:-

سنہ ہجری لے آیا جب یو رکھ بار   اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پر چار

"نیہ درپن" میں لفظ "بیں" کے متعلق شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ خطِ نسخ میں صاف لکھا ہوا ہے پھر ہنر کی شہادت مصنف سے قریب ترین ہے۔ اسی لیے "تلنگ" زیادہ قرین قیاس ہے۔

"پھولبن" ایک نہایت مقبول نظم ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی نقلیں کرا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی لیے یورپ اور ہندوستان کے کتب خانوں میں اس کے مخطوطے عام طور پر مل جاتے ہیں۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں اس کے دو مخطوطے موجود ہیں، جن میں سے ایک ۱۰۳ میں تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں عنوانات منظوم ہیں پہلا عنوان جو عام نسخوں میں نہیں ملتا، حسب ذیل ہے،

نخستیں یو منا (بنا) کرتا ہوں ور توحید سبحانی جنے دو حرف میں ظاہر کیا اسرار پنہانی

دوسرا مخطوطہ ۱۲۲ ۱۲۳۴ھ کا مکتوبہ ہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (۲۸۱/۱) میں بھی "پھولبن" کا ایک مخطوطہ موجود ہے جس کا سنہ کتابت ۱۱۶۴ھ ہے ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود تھا، جس کا ذکر میجر اسٹیوارٹ نے اپنی فہرست میں ۹ "پُرطوطی نامہ" (عنلـ) کے ساتھ کیا ہے۔

حیدرآباد کے کتب خانوں میں بھی "پھولبن" کے نسخے دستیاب ہو جاتے ہیں۔ متن کی ترتیب میں جن نسخوں سے مدد لی گئی ہے اور جن کے حوالے جابجا دیے گئے ہیں ان میں سے ذیل کے تین نسخے یعنی ا، ب اور ھ عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے

کتب خانۂ مشرقی کے مخزونہ ہیں۔

نسخہ ا/ نمبر کتب خانہ ۳۳، تقطیع ۸/۲ × ۶/۲، کاغذ کھرا دیسی، ۱۵ سطری مسطر، شکستہ آمیز نستعلیق خط، آخری نصف سے زیادہ حصے میں اشعار ترچھے لکھے ہوئے ہیں۔ عنوانات فارسی نثر میں ہیں۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ لیکن اختتام کتابت کی تاریخ، مہینہ، دن اور وقت "بستم شہر شعبان روز دوشنبہ وقت عصر" درج ہے۔ کاتب میر محمد رضا حسینی ورق ۱۱ پر ۱۲۶۶ھ بعد کے قلم سے لکھا ہوا ہے، جو غالباً سنہ تصنیف ہے۔

نسخہ ب۔ ۳۲۔ تقطیع ۸/۲ × ۶/۵، کاغذ قدیم دیسی کھرا، قدرے کرم خوردہ ۱۰ سطری مسطر، خط شکستہ آمیز نستعلیق۔ آخری ورق مفقود تھا جو بعد میں کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کی مدد سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی درمیان کے چند صفحات پر اشعار ترچھے لکھے گئے ہیں۔ عنوانات منظوم ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

نسخہ ھ۔ ۳۴۔ تقطیع ۶/۸ × ۵، کاغذ کھرا مگر قدیم نہیں ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق، عنوانات فارسی میں سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ یہ نسخہ بعد کے زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ قدیم الفاظ اور محاوروں کی بجائے جدید الفاظ اور محاورے داخل کیے گئے ہیں۔ اس میں صحابہ کی منقبت میں، نسخہ ج کے ان اشعار کے

علاوہ جو متن ہذا میں موجود ہیں مزید ۱۳ اشعار اضافہ ہیں۔ اشعار کی تعداد ۱۹۲۱ بتلائی گئی ہے

نسخہ ج۔ مخزونہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ تقطیع ۲ ۸ × ۶ کاغذ قدیم دیسی کھرّا قدرے کرم خوردہ، زشت نستعلیق خط، عنوانات کے لیے اشعار کے درمیان جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ سنہ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ نہایت بے احتیاطی سے لکھا گیا ہے چنانچہ جا بجا الفاظ، مصرعے اور اشعار چھوٹ گئے ہیں۔ خاص کر آخری حصے اس کی وجہ سے بالکل ناقص ہو گیا ہے۔

نسخہ د۔ مملوکہ جناب آغا حیدر حسن صاحب تقطیع ۳ ۸ × ۵ ۶ کاغذ جدید دیسی کھرا، ۱۱ سطریں، خط زشت نستعلیق، سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ حال کا لکھا ہوا ہے اور غالباً نسخہ ک کی نقل ہے، جس میں بعد کو نسخہ ب سے عنوانات لکھے گئے ہیں اور اشعار کی تصحیح کی گئی ہے۔

نسخہ ک۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۱۶۷ (مثنویات اردو) تقطیع ۸ × ۶ کاغذ دیسی، ۱۳ سطریں۔ خط زشت نستعلیق، عنوانات سرخ روشنائی سے فارسی میں لکھے ہوئے ہیں۔ سنہ کتابت ۱۱۹۳ھ ہے۔ کاتب حلیم اللہ۔ خاتمے پر ابیات کی تعداد "دُو بست صد بیت پنجاہ کم" درج ہے لیکن موجودہ حالت میں ابیات کی تعداد صرف ۱۹۱۲ ہے۔ درمیانی اوراق غائب ہیں۔

مقدمہ کو ختم کرنے سے پہلے، چند سطور، ضمیمہ" پھولبن" کے متعلق بھی ضروری ہیں۔ اس اضافہ کا ذکر سب سے پہلے "اُردو شہ پارے" کے مرتب نے کیا، اور اس کی اہمیت بھی بتلائی، جس کا اقتباس اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کے مصنف اور، اس کی شاعری کی نوعیت کے متعلق، اُردو شہ پارے" سے کچھ زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ اس کمی کی تلافی بعد میں" یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں ہو گئی ہے جہاں ان امور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

قطب شاہی حکومت کے خاتمے کے بعد، گولکنڈے کے اکثر سربرآوردہ خاندان، جنوب اور مشرق کی طرف کوچ کر گئے۔ ان میں دربار سے توسل رکھنے والے امرا کے علاوہ علما اور خاص طور پر اُردو شاعر بھی تھے۔ شعرا کے نقل مقام کر جانے کا ایک سبب وہ امرا تھے جن کے ساتھ ان شعرا کا تعلق تھا، دوسرے، مغل حکمران اپنے ساتھ، فارسی شاعری کا مذاق لائے تھے، ان سے دکھنی شعرا کی سرپرستی کی توقع عبث تھی۔ یہی سبب تھا کہ سنہ ۱۱۰۰ھ کے بعد جو دکھنی شعرا نمود حاصل کر سکے، ان میں ایک تعداد، ویلور، سدھوٹ، کرنول جیسے مقامات سے

تعلق رکھتی ہے۔ ان مقامات میں کچھ امیر اور جاگیردار اب بھی ایسے باقی رہ گئے تھے، جو دکھنی شاعری کا مذاق رکھتے تھے، اور دکھنی شعرا کی سرپرستی کر سکتے تھے۔ انہیں میں سدھوٹ کے جاگیردار عبدالحمید خاں بھی تھے، جن کے اجداد میں سے ایک امیر رحیم خاں کو عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں یہ جاگیر عطا ہوئی تھی، قطب شاہی سلطنت کے خاتمے کے بعد، اس میں شک نہیں کہ، مغل دربار کی طرف سے، یہ جاگیر اسی خاندان کے ایک فرد عبدالنبی خاں کے نام بحال رہی، لیکن وہ زیادہ تر خودمختار تھے۔ عبدالحمید خاں، انہیں کے فرزند تھے، جو باپ کے بعد جاگیردار ہوئے اور ۱۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ انہیں کے ایک رشتہ دار، کریم خاں کی فرمائش پر، محمد حیدر ابن محمد جعفر نے جو اپنے آپ کو ابن نشاطی کے اتباع میں ابن جعفر کہنا زیادہ پسند کرتا ہے، یہ اشعار اضافہ کیے۔ اس طرح اصل "پھولبن" کے کوئی ایک سو سال بعد، یہ ضمیمہ شامل کیا گیا۔ نصیرالدین ہاشمی صاحب، کے قول کے مطابق، یہ (۳۴۱) اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ابن نشاطی نے ہمایون فال اور سمن بر کی شادی کے جو حالات مختصر طور پر بیان کئے تھے۔ ان کو پھیلا کر لکھا گیا ہے،

ہاشمی صاحب نے اس کے اقتباس بھی دیے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ ابن جعفر، معمولی درجے کا شاعر تھا۔ لطف کے لمحات کو طویل کرنے کی خواہش اور یادگار کے طور پر اس نے یہ اشعار لکھ دیے۔ تاہم ایک چیز اس میں ضرور قابل قدر ہے، اور وہ رسوم شادی اور معاشرت وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ یہ ضمیمہ، سہو سے اس نسخے کے ساتھ شامل ہے، جو اب انڈیا آفس میں محفوظ ہے۔ (ملاحظہ ہو توضیحی فہرست ملبوم ارڈٹ ۱۰۳۰)

اس طرح کے اضافے اور غالباً اصلاحیں بھی "پھولبن" میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ "پھولبن" کے مخطوطوں کی تفصیلات میں، اشعار کی تعداد کے اختلاف سے، یہ چیز بخوبی واضح ہے۔ مرتب اوراق ہذا کو اس کا شبہ ہے کہ متن ہذا کے وہ اشعار جو مدح صحابہ سے متعلق ہیں، الحاقی ہیں۔ لیکن مرتب کے پیش نظر جو نسخے تھے، ان میں کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی کم گنجائش تھی۔ اس طرح کی چھان بین کے لیے مزید، اور مستند نسخوں کی ضرورت ہے۔ جو بدقسمتی سے یہاں دستیاب نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ یہ کام بھی بعد میں کسی زیادہ مستعد اور باہمت اہلِ قلم کی سعی سے انجام کو پہنچے۔

پُھولبن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اول[1] میں حمد رب العالمیں کا	دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجھے ہے جسم خدائی	ہمیشہ تجکوں (سے) ساجے کبریائی

(تجھے ہمیشہ)

ازل کوں[2] نیں سمج تیرا بدایت | ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت

(کو نہیں سمجھ ابتدا)

ایس[3] قدرت کی نیکی ساتھ تر جگ | کیا توں کاف کوں نیں توں یکایک

(اپنی)

ملاکر ایک جا توں کاف ہور نوں | دکھایا اپنا قدرت[4] جگت کوں

(تو اور)

گگن ہور دھرت کو دینا توں ہستی | بلندی اوس کوں دینا اسکوں پستی

(آسماں زمیں)

سُرج ذرہ ہے تیرے نور کا ایک | چندر[5] قطرہ ہے تجھ سمدر کا ٹک

(سورج ایک — ترے سمندر)

فلک کے بحر میں[6] بے باد باں توں | تو ہے چندر کی کیا کشتی رواں توں

(نئے چاند)

---

۱ ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲ سوں۔ د۔ ۳ ا اور ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴ "اپنا قدرت پر" د۔ ۵ جہاں۔ د۔ ۶ ہے۔ د۔

عجب تیری خدائی ہے خدایا | جسے جس دھات منگتا توں بنایا[1]
کیا یوں[2] چہرہ دن کا نازنیں خوب | دیا توں زلف شب کوں عنبریں خوب
دیا خوباں کے رخ کوں صبح کا تاب[3] | بندیا نیناں پو دو ابرو کے محراب
ملا[4] صنعت کے ہاتاں سوں یک یک بال | بندیا محراب دو نیناں کے اپرال
پیشانی میں رکھیا آدھے چندر کوں | دکھایا سر کے بالاں میں انبر کوں
لکھیا توں جیب کے طالع منے بات | دیا لب کے نصیباں میں توں نابات
مذہب مہر کا تیرا اچپل | صبا اٹ صبح کا سنا کرے حل
پھراوے چرخ کر توں روز آسمان | کھڑگ کوں سور کی تس پر دیوے سان
چمن کوں پھول سوں سنگار دیتا | گگن کوں کہکشاں کا ہار دیتا
نہونا[5] کر زحل کا دیو حائل | ستا جوزا کے گل میں توں حمائل
صفت تیرا ہے سب کی عقل تے بہا | تری تعریف میں نیں بات کوں ٹھا
توں رنگ آمیز کیتا ہے چمن کوں | دیا خوش بوئی ہر یک پھول بن کوں
دیا توں نرگساں کوں بن کے دیدے | قداں سرواں کے توں کیتا ہے سیدے

[1] دیتا۔ ا۔ [2] ہے۔ د۔ [3] تاب۔ ا۔ [4] اوج۔ ندارد۔ [5] نہوتا۔ ج۔

[1] توں کل شئے کوں کیا حکمت سیتی گویا　　　توں سر بن کوں کیا قدرت سوں پویا

[2] مشاطہ تجھ تے ہے باد بہاراں　　　گندے نین کی عروساں کے نگاراں

[3] معطر اس سوں کیتا ہے چمن کوں　　　مزین اس سوں کیتا ہے سخن کوں

قبا کوں پھول کی توں چاک دینا　　　کلی کے پیرہن کوں تنگ کیتا

ولایت حسن کا توں گل کوں بخشیا　　　توں کشور عشق کا بلبل کوں بخشیا

دیا توں شمع کے تئیں نور ہور تاب　　　کیا تس پرتوں پروانے کوں بے تاب

[4] کیا عاشق کوں بخشش سرخروئی　　　دیا زاہد کوں توں افسانہ گوئی

بہوت بدمست ہے کر فیل ابر کا　　　رکھیا اس سر اوپر آنکس چندر کا

[5] ازل تے تا ابد تیری ہے شاہی　۳۰　خدائی ہے تری مہ تا بہ ماہی

ہے سفرہ لطف کا جسم عام تیرا　　　ہمیشہ خاص ہے انعام تیرا

جتے ہیں باز تہو مرغ ہور مور　　　جتے ہیں مار ماہی گرگ ہور گور

یو سارے ریزہ چیں تجھ نان کے ہیں　　　وو سب روزی خوراں تجھ خوان کے ہیں

---

۱ تا ۳ ا د ج - ندارد - ۴ کربا - ا د ج - ۵ یہ اور آگے کے چار شعر صرف "د" میں ہیں۔

نہیں آغاز تیرا فام کس کوں | ترا معلوم نیں انجام کس کوں
کیا ہے توں اپے تیرا[1] نبی خاص | تری رحمت کے دریا کا دو غواص
تجھے جیوں بوجنا ہے تیوں نہ بوجے[2] | تری[3] قدرت جگت میں کس کوں سوجے
جگت ہے[4] متفق اس بات اپرال | ہیں قایل سب ترے اثبات اپرال
جہاں لگ ہے سفیدی ہور سیاہی | تری قدرت پو دیتی ہے گواہی
زمیں تیں نیشکر جب بھار آیا | شہادت پر تری انگلی اچایا
چمن کے جاں تلک پھولاں ہیں سب | تری وحدت اُپر کھولے اپے لب
اپس کی ذات میں ایسا توں یک ہے | اگر دیھری اچھے بی دو نہیں کے
دیا توں آرسی کوں دل کی چھلکا | رکھیا ہے نانوں غفلت کا توں زنگار
صفت میں تیری نیں ہے چال سب کی | زباں اس ٹھار پر ہے لال سب کی
سخن[5] اس ٹھار پر ہے مختصر خوب | کہے ہیں مختصر ہے بھوت مرغوب
ادب کا ٹھار ہے یاں جان کریں | زباں اپنی لیا گرد ان کر ہیں

---

[1] انبر۔ ا۔ [2] تجھے جیوں سوجنا ہے تیوں نہ سوچے۔ د۔ سوجنا کا نسخہ د میں "بوجنا" بھی ہے۔ [3] ہے قائل جگ ترے اثبات پر سب۔ ہے عالم متفق اس بات پر سب۔ ا۔ [4] جو ہے۔ ا۔ [5] اوج۔ ندارد۔

سدا ابن نشاطی کوں اے سبحاں[1] کرم کر توں کرم کر ہو مہرباں[2]
مرے دائم دعا کے پھول بن کوں تو رک تازہ قبولیت کے مہوں سوں

مناجات[3] بدرگاہ قاضی الحاجات

جو کچھ مطلب سو تیرا ہے خدا کے پاس منگ جم جم
سکل مقصود عالم کہ ہے موجود رحمانی

الٰہی غیب کے پردے ستی توں مرے مطلب کے شاہد کا دکھا موں
توں کر دل کوں مرے آئینہ کردار محبت کا جو دیکھوں تس میں دیدار
مجے تج عشق میں ثابت قدم رک ۵. سدا عزت کی صف میں محترم رک
مرے سینے میں بھر اسرار تیرے نین دے دیکھنے انوار تیرے
محبت سوں تری دے آشنائی کہے ہیں آشنائی روشنائی

---

[1] رحمان۔ د۔ [2] توں۔ د۔ [3] یہ عنوانات "ب" میں ہیں "د" میں عنوانات منظوم ہیں، جو نیچے لکھے گئے ہیں۔ "د" میں عنوان کے نیچے ایک شعر ذیل کا ہے جو کسی اور نسخے میں نہیں ہے۔
دیوے گا تجہ خدا جو منگ لیگا ٭ جو کچھ منگتا سو منگ اللہ دیگا۔ [4] مجھے "د" [5] رکھ۔ د۔

تری باتاں کوں سننے گوش دے گوش | سمجھنے راز ترے[1] ہوش دے ہوش
مٹھائی دے شکر کی مجہ زباں کوں | توں چشمہ شہد کا کر مجہ دہاں کوں
شکر کر توں سدا گفتار میرا | ہنر کا گرم کر بازار میرا
اگر دنیا زیادہ نیں تو نیں غم | ولے توں دین کوں میرے نہ کر کم
دے بخشش مجہ ولایت شاعری کا | توں کشور کر عطا مجہ ماہری کا
مرے خامے کوں دے گوہر فشانی | دے[2] مجہ نامے کوں خوبی کی نشانی
مطول کر توں میری زندگانی | تو برخوردار کر[3] میری جوانی
مرے دے ہات میں موسیٰ کا[4] اعجاز | مری دے بات میں عیسیٰ کا اعجاز
مج آئینہ کوں دل کے دیکھلا توں | سدا صحت کی راحت سوں جلا توں
دنیا کی ہیبتاں سوں رکہ توں ایمن | نگہ رکہ توں ہر یک آفت سوں بدن
زبونی تے نگہ رکہ تن کوں میرے | امانت رکہ خزاں سوں تن[5] کوں میرے
نہ رہ نیوں دور کر مج دل کی سستی | ہمیشہ منج کوں دے توں تندرستی

---

۱ تیرا۔ ا ۔ ۲ مرے نامے کوں کر حرز بیانی ۔ د ۔ ۳ رکھ: ا و د ۔ ۴ کے ۔ ک ۔ ۵ تن ۔ د ۔

وو کیا رحمت ترا ہے اللہ اللہ کیا[1] لا تقنطو من رحمت اللہ
دریا رحمت کے جس دن آوے گی جوش نہ کر ابن نشاطی کوں فراموش
گنہ کوں گرچہ میرے نیں ہے غایت ولے رحمت ترا ہے یے نہایت
گواہی دیونگی جس دن جو رو روں ہو مجہ ابن نشاطی کے کدھن توں
تری[2] رحمت کہ جس دن ہوگی عام بہشت ابن نشاطی کو دے انعام
کدورت سوں صفا کر راہ میرا نبی کوں کر شفاعت خواہ میرا
صفا[3] کا راہ دکھلا مج صفا کا صفا کا راہ جو ہے مصطفے کا

فی النعت سیّد المرسلین خاتم النبیؐ

کہوں میں نعت سرور کا شفیع المذنبیں برحق
کہ جس کے نور سوں پر نو کیا دو جگ کوں تابانی

کروں میں لے قلم ہات ابند انعت سچے[4] حق کے پیمبر کا او نعت
محمد پیشوا ہے سروراں کا اہے سرخیل سب پیغمبراں کا

---

[1] کہا۔ د۔ [2] ھ۔ [3] ج۔ مصرع اول الثانی ہے۔ [4] سچیں۔ د۔ عہ ۱

محمد[۱] توں نبی ہے آج برحق — قمر کوں یک اشارت سیں کیا شق

ہوا آدم بنج احمد کی خاطر — پیالہ جیوں کہ آیا مد کی خاطر

تری[۲] تعریف کا اونچا ہے پایا — خدا قرآن میں تجکوں سراپا

نبی[۳] توں پاک تیرا پاک دیں ہے — سچا توں رحمت اللعالمیں ہے

اگر ہوتا نہ توں آدم نہ ہوتا — نہ آدم بلکہ یو عالم نہ ہوتا

شرف[۴] پایا ہے آدم تجہ طرف تے — ہوا موجود عالم تجہ طرف تے

تری تعریف کرنے کس کوں حد ہے — ہوا[۵] نور روح اور آدم جسد ہے

اہے[۶] معلوم سب کوں یو بشارت — کہ توں معنے ہے آدم سو عبارت

یوں آیا توں ہوئے پھر سارے مرسل — کہ پھول آگے پیچھے آتے اہے پھل

چہرہِ انساں کا پایا تجہے سو رنگ — گل آدم کا لیا یوں تجہ کنے منگ

اہے مقصود تجہ مبوے سوں میرا — اہے مطلب ترے سیو سوں میرا

۱؎ ھ ۔ ۲؎ ا میں شعر اس طرح ہے ۔ دو جگ میں کون نبی تجھ کوں سدا یا ۔ خدا قرآن میں تجھ کوں سراپا ۔
۳؎ ھ ۔ ندارد ۔ ۴؎ د ۔ ۵؎ توں ہے ارواح آدم سو جسد ہے ج و د ۔ ۶؎ ھ و ج میں
شعر اس طرح ہے ۔ ہوا معلوم سب کوں اشارت ۔ کہ معنی توں ہے اور آدم عبارت ۔

شریعت کا سٹیا آوازہ جگ میں | طریقت کوں کیا توں تازہ جگ میں
حقیقت تجہ سوں ہے حق کا ہویدا | خدا کا معرفت تجہ سوں ہے پیدا
صفاداری کی رہ میں تیری ہر سو | کریں جاروب حوراں آپنے گیسو
پنکھی اُڑتا سو جم تجہ شاہ پر کا | اچھے جبریل کے وو شاہ پر کا
ہے تجہ مکھ نور کا دیوانہ جبریل | اچھے تجہ شمع کا پروانہ جبریل
شب معراج ہے تجہ مہ سوں روشن | فلک کا سبز ہے تجہ شہ سوں گلشن
دیسا سو حال وو معراج کی رات | جگت کی عقل سوں بیلا رہی بات
نوازیا تل میں توں افلاکیاں کوں | کیا پل میں مشرف خاکیاں کوں
ہے تیرے خلق سوں جنت معطر | کرم سوں ہے ترے طوبیٰ مثمر
سُرج کوں چھانوں کئی دیکھے نہیں | توں سورج تھا اسی تے چھانوں تجہ نیں
زمیں رہی اس سبب یوں پست ہو کر | کہ سایہ نیں پڑیا تیرا اتس اوپر
اسی تے عرش سب میں ہے بلند آج | جو تج نعلین کوں کیتا سر تاج
جو کئی دشمن جو تیرے دین کے ہیں | وو لائق کاف ہور وو شین کے ہیں

1 اپنی انگ سوں۔ 2 ہے جبریل امیں کے د۔ 3 بیلا رہے بات۔ ج۔ 4 چھن۔ د۔

شہا! جس دن جو رستا خیز ہوگا ۔۔۔ سرج کا آنچ بھو تیج تیز ہوگا
سورج

توں کر ابن نشاطی کے سر اوپر ۔۔۔ شفاعت کے ترے سایہ کوں چھتر
تو ۔۔۔ بہت ہی

تری اولاد پر ہور تج پہ ہر دم ۔۔۔ ہزاراں سو اچھو صلوات سلم
اور تجھ ۔۔۔ رہے

اول[1] صدیق ابا بکر ہے اصحاب ۔۔۔ کہ جس کوں صدق سوں ہے دین میں آب

وو صادق ہے سو صدق الیقین یق ۔۔۔ کہ بخشا تھا خدا جس کوں یہ توفیق
وہ

بغیر از امر کے بھی کچھ نہیں سب ۔۔۔ عقیدے کا دیا تھا حق نے منصب

سٹیا جس دین میں صدق کا پایا ۔۔۔ سبب اسلام کا جن صاف لایا
ڈالا جس نے ۔۔۔ جس نے

سو وو ہو کر انچھا سو یار ہور غار ۔۔۔ وو چاروں یار میں کا یار کبار
وہ ۔۔۔ تھا ۔۔۔ اور ۔۔۔ وہ

عمر عادل عدالت کا سو سردار ۔۔۔ عدالت عدل کوں سایہ وو سزاوار
وہ

شہیدی میں ابو شحمہ کوں لایا ۔۔۔ عدالت کے دُرے جب کوئی چلایا
دُرّے

تو دونوں جگ میں کیں جس کوں سو فاروق ۔۔۔ اپے دیں عدل میں نہ تھا کوئی سارو؟
کہیں

---

[1] الف۔ب۔و د۔ میں نیچے کے ۱۳ شعر نہیں ہیں۔د۔ میں حاشیہ پر (۱۷) شعر ہیں۔ جو ان سے بالکل مختلف ہیں اور بعد میں کسی نے لکھ دئے ہیں۔ یہ اشعار بھی مشتبہ ہیں۔

وہ فاروق عدل کے ہیں سپہ دار — عدالت کے وہ منصب کے سزاوار

اول داماد با اخلاص عثماں — کہ جس تے ہے جمع سالیم قرآں

وہ عثماں ہے سو الحق وقاری — عبادت میں ہوئی شب زندہ داری

نہ رہنے دی دنیا میانے ریا کوں — جکوئی دینا ہے زینت سب حیا کوں

سیوم اصحاب عبادت کے ہیں عثماں — ہوا قراں کا آداب ہور مان

زباں کوں میں ادب سوں اپنی کھولوں — نبی کے جانشیں کا مدح بولوں

ولیاں جگ کے سارے ہیں علی بھاں — ولایت کی ولایت کا ہے سلطاں

ترے آگے دلیراں جگ کے رد ہیں — شجاعت کی گوی کے تم اسد ہیں

تری خنجر جو ہے وو جھل جھلاتی — سو اس کا میان ہے دشمن کی چھاتی

نہ لیتا[1] ہات میں گر توں وو دھارا — کہاں یوں دین ہوتا آشکارا

ہے تیرا تیغ[2] دو جیبھاں کی کٹری — وو کٹر کفر کوں یک دھرتی کٹری

انم[3] نسخہ ہمت کی جوہر دار خنجر — رہے نت میان دشمن کے سینے پر

علی سارے نبیاں میں ہے سپہ دار — علی سارے ولیاں میں کا ہے سردار

---

۱ د ۔ ۲ کیتا ۔ ج ۔ ۳ د ۔

ترے دفتر تے انبر ٹیک اچھر　　ہے تیرے جام کا یک قطرہ کوثر

تیرا ہے بازشہ پرشہ پراں کا　　ہے چارا اس کوں بھیجا کافراں کا

جو خم دستا ہے حلقہ آسماں کا　　ہے گوشہ ٹیک وو تیری کماں کا

تری ہمت کے دریا پر تو انبر　　دسیں یک بڑ بڑے تے ہو کو کمتر

گگن پر کہکشاں کا ہے جو وو دھار　　نہیں وو رہاڑ ہے تجھ بانٹ کا وار

جو کئی کیتا ہے پنجہ تجہ سوں کر ہم　　ستم اپنے کیا بازو کوں پر کم

فلا باجو اگر اچھتا زمیں کوں　　پھرا کر اس کوں تل ہیں مازناتوں

ترا دلدل جو ہے وو ذات تازی　　چلے[1] گہ چال مانڈی گاہ بازی

دمانک میں جو آوے وو پری زاد　　انبر سکسے نہ اسکی گرد کوں باد

ہوا پر یوں اڑسے گویا کبوتر　　زمیں پر یوں پھرے جیوں باد صرصر

کدھیں ٹک گرم ہو کر دوڑ میں آئے　　صبا کا دن چھپیں سٹ کر اگے جائے

دھرتا کر ڈھیر سوں ڈھیر یک بناتے　　گگن کے ناد سر گرداں ہو جاتے

ملک تیری کرامت کے رسالے　　عطارد کن سوں جاتے تھے لکھالے

---

[1] چلے کا چال مانڈی کا بازی۔ د۔ [2] د۔ [3] ٹاپ۔ [4] بناتے۔ ا۔

اہے استاد اگرچہ سب میں جبریل — پڑے ابجد ترے مکتب میں جبریل
جو سرمہ گرد تجہ نعلین کا ہے — شفا وہ عین میری عین کا ہے
عطارد ہور سورج تیرے خدم ہے — سچا توں صاحب سیف و قلم ہے
ترا تعریف کرنا یک ساعت — اہے ہفتاد سالاں کا عبادت
توں دیکھیا ہے جدھیا تے کر اپر مو — لرزتا ہے گگن پر سور اجنوں
نبی ہور توں بے دو نو یک نیں وو — جو کوئی دیکھیں گے دو دھری اہیں وو
تری اولاد جو ہے برگزیدے — اہے روشن جنوں سوں دل کے دیدے
ہمارے سر کے ہیں وو تاج سارے — اہے سرتاج وو سارے ہمارے
منگے تجہ کن ہی ابن نشاطی — جو نیں ہے استطاعت کا بساطی
عطا کر حشر کے دن جام مجہ کوں — توں کر دو جگ میں شیریں کام مجہ کوں

در بیان تصنیف

ثنا اس نین نرجن کا اہے کرتار سامی وو
اسی کی مئے محبت سوں دیکھاتا شعر کی بانی

ازل کے علم کا عالم جو ہے وو — ہے سب ناقص اپے سالم جو وو

جو ہے استاد صنعت کی نظر کا — ہنر مندی ہیں قدرت کے ہنر کا

منگیا کرنے کتاب ایجاد[1] وو یک — منگیا تصنیف کرنے یادگار یک

سو کتیا ابتدا تعظیم کا سطر — لکھا فی احسن تقویم کا سطر

رکھا اس سطر میں کئی لاک معنے — ہوئے موجود جیوں کے پاک معنے

رنگا رنگ جدول اس ابرال کیتا — ادہیں اوپر عقل کا سرلوح دیتا

بندیا ہے استخواں بندی سوں مسطر — رگاں کا کھینچیا جدول سراسر

عناصر کے ملا[2] کر حرف یک ٹھار — طبیعت کا بندیا شیرازہ یکبار

فراست کا اسے ترتیب دیتا — پھر اس کو عقل کا سرلوح کیتا

جگت کوں جلد میں ہستی کی بایا — شکنجے تے عدم کے بھار لایا

ہوا یو حال حاصل مجہ کوں جس دن — محبت کا سبق پایا اسی چھن

محبت کا بیاں کیوں کر کیا جائے — بیاں کس کی زباں میں وو نہیں آئے

نہیں کیں[3] درد کا کئی روز سور رنگ — لذت کس داہاں کا دھر سوز رنگ سنگ

کرے نیں پھول کی کوئی باس کا شرح — سنے نیں کوئی دل کیے عشق کا طرح

[1] کا - د - [2] ملایا جزو - د - [3] د - [4] عیش - ج و ا -

رقم میں آئے نیں بلبل کے نالے — بھنور کے نیں کہے[1] جاتے الالے

ہوا نیں حل کسی تے شمع کا حال — پتنگ کا نیں لکھا جاتا ہے احوال

کہو کس دہات اپنا عشق بولوں — محبت کا کہو کیوں راز کھولوں

دیویں[2] توفیق گر شاہ شہیداں — دیویں فرصت جو مج ماہ شہیداں

کرونگا ظاہر اپنے شوق دل کا — کہونگا کھول میں وو ذوق دل کا

دکن تے کربلا کوں جس گھڑی جانوں — چلوں خامے کے نمنے سر کوں کر پانوں

جو نامے کے نمن اس ٹھار انپڑوں — مبارک ٹھار کوں یک بار انپڑوں

اول انجھواں سوں واں پانی چھنکوب — کرونگا بعد ازاں پلکاں سوں جاروب

پڑوں گنبد کنے جا چھاؤں کے سار — لگوں اس کاند کوں جیوں نقش دیوار

کروں قندیل واں ہیں من کوں اپنے — بچھاؤں فرش کر واں تن کوں اپنے

پھر اس مرقد اپر تے اپس واروں — دُک اپنا دل کے لہو سوں واں نکالوں

صبوری سٹ پکڑ کر بیقراری — کروں بے اختیاری سات زاری

فرات اپنے دو نیناں کر دکھاؤں — لہو رو کربلا تن کر کوں دکھاؤں

[1] لکھے۔ د ۔ [2] دیوے۔ ا ۔ [3] نین دو کر کو دکھلاؤں ۔ د ۔

ہوس ہے دل میں میرے بھوت رونے
سیہ نامے کوں تس پانی سوں دھونے

کتا بولوں نہیں تجہ سو باتاں
کتا کوں کوئی نیں کرتے سو باتاں

عطا کر توں مجے اپنا محبت
جو ہے میرے لکھے دو عین نعمت

بھلا ہے سب تے لینا اب خموشی
نہیں یاں ٹھار کرتی خود فروشی

فدا اپس کریں جی تجہ پو یاراں
اچھو رحمت انو پر صد ہزاراں

ترے ہم دوستاں سوں یار ہوئیں
عدوواں سوں ترے بیزار ہوئیں

جو کوئی یاری دیں تجہ کوں یاراں
اچھو رحمت انو پر صد ہزاراں

در صفتِ پادشاہ

یو وصفِ صاحبِ عادل شہ غازی عبداللہ
تجمل یوں دسے اس میں کہ جیوں داب سلیمانی

کروں تعریف میں اس تاج در کا
سمجتا ہے جنے قیمت گہر کا

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی ۱۰۰
اچھو ہم خلق سوں اس کو نپٹ بازی

لے جیو۔ ت ۔ لے عدوواں کو ترے لعنت کروں میں ۔ ت ۔



سعادت کے نین کا نور ہے توں — شجاعت کے گگن کا سور ہے توں
اہے جمشید کا سب داب تجھ میں — سکندر کا اہے آداب تجھ میں
ذنب ہور راس کی زوری ہوئی کم — ہے تیرے دور میں چند سور بے غم
صلابت[1] آج تیرا اے سجانی — کریا[2] ہے دشمناں کے لہو کوں پانی
شجاعت کے ترے ڈر سوں سراسر — کھڑگ میں آگ پانی رہے[3] ہیں مل کر
دیکھے تو بھول ہور کانٹا ہے یک ٹھار — ولے کس تے نہ کوئی پاتا ہے آزار
ہنساں بحریاں[4] کے گھنگرو میں کیے دانے — حمایت سوں ترے جاتے ہیں کھانے
ترے دیکھ عدل کوں مل باز و لگ لگ — نہ کیوں بیسیں پکیں تے ایک لگ لگ
عجب[5] نیں گر چڑیاں سب مل کو آوے[6] — بلیاں کی گود میں اندرے چھپاویں
عجب[7] نیں دیکھ تری نوشیروانی — کریں بکریاں کی گرگاں پاسبانی
اگر دیگا جو تیرا عدل حد باند — رکھے[8] گا کر جتن کتان کوں چاند

[1] عدالت۔ د۔ [2] کیا۔ د۔ [3] رہیں۔ ا۔ [4] بھیڑاں کے۔ د۔ [5] ا۔ ندارد۔ [6] کر۔ د۔ [7] د میں یہ شعر یوں ہے۔ دیکھت تجھ نیر کی نوشیروانی ؛ کریں بکریاں کے تئیں گرگاں شبانی۔ [8] سیوے گا پیرہن کتان کی۔ د۔

ہے تیرے عدل کی یا بات پوری　　ڈکھیں[1] برنا چلے یاں کس کی زوری

شجاعت[2] کا دکھیت تجہ کھ یو پانی　　سٹے سب پہلواناں پہلوانی

کرم یوں خلق پر دھرتا ہے اچھے آپ　　کہ جیوں دھرتے اہیں بنگڑیا یو ماباپ

ترے مطبخ کرا بادل دھنواں ہے　　ڈھگار اراکو کا سو آسماں ہے

سعادت مشتری جم تجہ سوں پاوے　　زحل حبشی ترے گھر کا کہاوے[3]

سہاتی ہے تجے مسند[4] نشینی　　فلاطوں کی ہے تجہ میں دور بینی

اگر[5] کاغذ گگن کا ہووے پورا　　صفت تیرا نہو ہے تو بھی پورا

کیا سو عدل تیرا بیش دستی　　چھپی خوباں کی جا آنکھوں میں مستی

کبھی تجہ عدل سوں جگ میں ہی نیں　　بغیراز ابرواں میں بھی نہیں کیں

ستم کا گر ننگا خنجر جو ہوگا　　عجب نیں ہے اگر ہوگا تو سو کا

عدالت[6] کی تری دیکھ آج ہستی　　چھپی خوباں کے جا نیناں میں مستی

نہیں کئی دور میں تیرے پریشاں　　پریشاں گر اچھنگے[7] تو ہی زلفاں

---

۱ دھنک ج ـ ۲ د ـ ۳ کواوے ـ د ـ ۴ مندف ـ ج ـ ۵ د ـ ندارد ـ

۶ د ـ ۷ اچھینگے گر تو محبوباں کے ـ

زمانے میں ترے سکلے ہیں جنگے ‏ بغیر از سوئی نیں بھی کوئی ننگے

کیا توں رہزناں سوں پاک دکھن ‏ نہیں کئی آج مطرب باج رہزن

اوب سوں کوئی تن نیں آج خالی ‏ طنبورے بن کسے نیں گوشمالی

عدالت کی تری دیک رسم ہور ریت ‏ عجب نیں گر ہوے تو زہر امریت

اگر بکریاں کوں دیوے شاہ فرماں ‏ لیکر آویں نگے باگاں کوں پکڑ کاں

کیا توں عدل ایسا آج جگ پر ‏ بچھتر کے سنگ سوں شیشے کوں نیں ڈر

تسوں ہمت مچھر گر ٹک جو پاگا[1] ‏ مٹے منگل کوں تل میں گر بڑاگا[2]

مسلسل وصف کے تج سلسلے کوں ‏ بلانے نیں سکت مجھ حوصلے کوں

صفت میں نیں چلیا دیکہ کر سکت کیں ‏ دعا سوں ختم کیتا بات[3] کوں میں

جدہاں لگ مہر و چرخ اختری[4] ہے ‏ جدہاں لگ دھن پہ زہرا مشتری ہے

اچھو تجکوں ہمیشہ پادشاہی ‏ مدد ہر دم اچھو تجکوں الٰہی

اچھو تجہ کوں تدہاں لگ تاج ہور تخت ‏ تدہاں لگ تجہ اچھو اقبال ہور بخت

۱؎ ناگا۔ د ۔ ۲؎ کراگا۔ د ۔ ۳؎ بابہ۔ ا ۔ ۴؎ اخضری۔ ج ۔

دربیان آوازدادنِ ہاتف

کرم ہور فضل تے حق کے ہنرمندی کو اپڑیا ہوں
کیا اس کی عنایت کے سخن یو درافشانی؟

منجے یک دن دیا یوں ہاتف آواز ۔۔۔ پرت کی داستاں کے اے سخن ساز
سخن کا آج ہوکر تو گہر سنج ۔۔۔ سخن کا کھولتا نیں کیا سبب گنج
جگت کوں کے سناتا نیں ہے باتاں ۔۔۔ شکر پر کئی توں لکھتا نیں براتاں
تری گفتار سوں عالم مٹھا کر ۔۔۔ دے تیرے صنع کا سب کس کوں شکر
سخن کے پھول کی تاثیر تے توں ۔۔۔ معطر کر جگت یک دھیر تے توں
خوشی سوں آ خوشی کی بات پر آج ۔۔۔ توں کاناں کو جگت کے عید کر آج
سخن کوں فہم سوں کرتا ہے توں خوب ۔۔۔ سلاست بات کا دھرتا ہے توں خوب
سخن کوں توں سنگارن جانتا ہے ۔۔۔ سخن کوں تیرے ہر کئی مانتا ہے
سخن کا طرز تجہ آتا ہے تازا ۔۔۔ سخن کا سٹ توں عالم میں آوازا

۱۔ بچن ۔ د ۔ ۲۔ طبع ا ۔ شعر د ۔ ۳۔ بچن ۔ د ۔ ۴۔ سلابت ا ۔ صلابت د ۔

دنیا میں کرلے توں یک ناؤں اپنا ہنر کے کام سوں یک ناؤں اپنا
سنج کر دیک توں دنیا کے شیوے کہ چھن میں دیوے چھن میں چھین لیوے
عجب کچھ اس زمانے کے ہیں چالے اہے گا ہے مٹھے گاہے کسالے
فلک کے نیں ہے کچھ جیلے سوں چارا کنئی اس کے ہات تھے جا سے نہ سارا
جو دنیا ہر کسی سوں کی ہے یاری دو دیکھے لگ زمیں سوں پھر کو ماری
زمانہ کس کوں نیں کھو پنچیا سو نیں ہے کُنئی اب لگ حد تلک پونچیا سو نیں ہے
فلک ہر کس کے تیں جو بھار لایا سو آخر غم کے دریا میں ڈوبایا
توں کسریٰ نیں جو رہے تیری عدالت توں حاتم نیں جو رہے تیری سخاوت
نہیں ہے توں دوا براہیم ادہم کہینگے زہد میں تج کوں مقدم
توں رستم نیں جو تیری داستاناں پڑیں ہر بزم میں شہ نامہ خواناں
بھلا وو ہے توں اپنا یادگار آج دنیا میں ہر پسند کر آشکار آج
خدا تج کوں دیا ہے فہم عالی سخن کے تج کوں بخشا ہے نوالی
تجے معلوم ہے سارے صنایع نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

۱ ج۔ ندارد۔ ۲ ے تیرا۔ ا۔ ۳ ے کو کہیں گے۔ ا۔ ۴ ے گیاں۔ ی۔

اچا اٹھا[1] خوب یک تازا حکایت — اچھے گا عشق کا جس میں روایت
بساطیں[2] جو حکایت فارسی ہے — محبت دیکھنے کی آرسی ہے
کہاں[3] مشکل عبارت کس کوں سمجنا — عبارت سب کسے وو نیں سمجنا
تجے ہے فارسی میں دستگہ[4] آج — نہ کر سے ترجمہ بھی کوئی نسخہ باج
اسے ہر کس کے تیں سمجا کو توں بول — دکھن کی بات سوں سر یا کو کہ کھول
کہ اس میں سر بسر مل یار سوں یار — کرے سو ہے پرت کا گرم بازار
سراسر عشق کے ہیں اس میں راز اں — کئے[5] سو عشق بازی عشق باز اں
اول تے عشق سوں تھا دل[6] آزار — دیا تھا سور کوں سینے منے ٹھار
یکایک[7] جوں کیے یو باناں کیا گوش — سو مار یا شوق کا دریا وہیں جوش
لگے پڑنے کوں مونیاں بھار دل تے — لگے ہوتے کوں فاش اسرار دل تے
زباں سوں وو[8] گہر یک ایک لے لے — پرو بانر ملے مونیاں کے جھیلے
پڑے دیکھ ہات میں میرو و لالی — بجایا بات کی عالم میں تالی

---

[1] اب۔ د۔ [2] بساطی کی۔ ج [3] ج۔ میں شعر نہیں ہے۔ د۔ میں مصرعہ اولیٰ موخر ہے۔
[4] دسترس۔ د۔ [5] کرے سو۔ د۔ [6] مرا یار۔ د۔ [7] سراسر۔ د۔ [8] ٹیک ٹیک مونیاں کوں لے لے۔ ا

لگا کر طبع کی موتیاں سوں ڈورا / بچن کا جگ منے مارہا ڈھنڈورا
زباں سوں خوب نکلیا دیک کر فال / ولایت پر سخن کی ہیں گیا چال
علم کوں بات کے اُنچا اچایا / اپس کی طبع کی زوری دکھایا
نہ تھا جس ٹھار بل پھرنے کوں تازی / کریا اس ٹھار میں چوگان بازی
بکٹ چلنے کوں جاں مشکل دِس آیا / سو اس جاگے منے[1] منگل چلایا
کہے[2] تیوں کام کرنا نیں ہے آساں / یہی ہے گوے ہور ہے ییچ میداں
طبیعت میں اپس کی دیک صافی / کیا ہر بیت میں ہیں موشگافی
پرت کے باغ کی لے باغبانی / بساطیں[3] کی کیا میں[4] ترجمانی
دسیا ہر یک صفحا جوں حسن ہو / لگیا یو نظم جوں کے پھول بن ہو

داستان پھول بن

صفادار اس کے دیک ہر یک چمن ہیں / رکھیا ہوں ناؤں اس[5] کا پھول بن ہیں
اتھا تاریخ تو لایا یہ گلزار / اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پرچار ۱۰۶۶ھ

۱ے پوتیاں۔ د۔ ۲ے ج۔ ندارد۔ ۳ے بساطی۔ ا۔ ۴ے سو۔ ج۔ ۵ے تس کا۔ ا۔ عنوان از۔ ا۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی — نزاکت سوں کیا[1] ہیں نقشبندی

لے استاداں کنے تے معذرت منگ (مانگ) — کریا وہیں[2] بولنے[3] کا نظم آہنگ

کہاں کرنے سکت (پاس سے) مشکل کشائی — کروں یارے طبیعت آزمائی

صفت[4] کنچن پٹن کی ہے دھری چوگرد بستی وو
سکل روئے زمیں میں کیں نہ تھا اس شہر کا ثانی

جو کئی ہے باغباں اس پھولبن کا — چمن لایا ہے یوں تازہ سخن کا (کہیں)

کنے یک شہر مشرق کے کدھیں تھا (کوئی، کہتے ہیں) — کہ اس کا ناؤں سوں کنچن پٹن تھا

حصار اس کا تھا دریا کے کنارے — دسے خندق ہو دریا تس بندہارے (ہوتا)

کنچن کا خوب اسے چوگرد تھا کوٹ — کنچن پورہ کو اس کنچن کی تھی کوٹ

کنچن کے تس اوپر نوپاں زنبورے — کنچن برجاں ہو کنچن کے کنگورے

کنچن کے تھے کنگر، کنچن کی تھی گچ — کنچن کوں گال (گلا) باندے تھے کنچن برج

کنچن کے تھے محل کنچن کی دیوار ۲۷۰ کنچن پر بھیر کنچن لیپے تھے ہر ٹھار

کنچن کے تس اوپر توپ ضربزن — کنچن کے مغربیاں تھے ہور فلاخن

---

[1] کریا۔ ا و ج۔ [2] ہیں۔ ج۔ [3] کوں۔ ج۔ [4] د۔ [5] عنوان از د۔

کچن کی تھی زمیں کنچن کے جھاڑاں گھراں کنچن کے کنچن کے کواڑاں

جدھر دیکھے بی کنچن تھا کنچن تھا اسی تے ناؤ اس کنچن پٹن تھا

بتے او نچے تھے اس گھر کے دیواراں النگ ناسک رہے تھے وا اچھالاں

کدھیں بارا جو چڑنے اس پو جاوے ہو ماندا دھ میں آ چڑنے نہ پاوے

منگے سورج جو ہونے کاندتے بھار تو لگتے تھے النگنے اس کوں دوبار

جو ہوے جب سُورج اس کاندتے بھار دسے نت رات کے عالم میں اندکار

گگن کے تل کہیں ایسا شہر نادر نہیں دیکھے تھے انکھاں کے مسافر

گر اس پہنائی کوں جاوے جو پانی کرے دو چار منزل درمیانی

حصار اس کا دریا کے تھا کنارے ۲۸۰ دیسے خندق ہو دریا نس بھنڈار

زمیں پر شہر بھی ایسا ہے گر کہیں کسی کاناں سے جا سو سا سنے نیں

عجب تاثیر تھا واں کی ہوا کا سدا ہنگام تھا نشو و نما کا

سکی لکڑی اگر کئی لا کو گاڑے دو لکڑی سبز ہو شاخاں کو کاڑے

بکھیرے تو زمیں پر واں کے کانٹے دو چھٹ تے تھے ہو کر پھولاں کے پھاٹے

ا؎ النگے ہو رہے تھے۔ج و د۔ ۲؎ بار۔ د۔ ۳؎ انکھیاں۔ ا و د۔ ۴؎ تھے پھٹتے پل میں پھولاں کے ہو پھاٹے۔د

محلاں میں چتر، گر کئی لکھاوے | چتر حرکت میں وو در حال آوے
وہاں چشمے جو نکلے تھے زمیں تے | مٹھائی میں مٹھے تھے انگبیں تے
اگر یک قطرہ کئی اس نیر کا لے | جو از مانے کے تئیں دریا میں ڈالے
تو اس تا نیر تے سمدور کھارا | عجب نیں تھا میٹھا ہوے تو سارا
سدا خوش حال تھے سب لوگ واں کے | تھے خاطر جمع، واں کے ساکناں کے
دلاں کے آہواں سب کے سدا کال | جفا کے نیر سوں تھے فارغ البال
جتا لیوے پتے عشرت کم نہ تھا واں | انھا سب کچھ و لے یک دکھ نہ تھا واں
عجب کچھ فیض تھا واں آسمانی | بڈے پاتے تھے پھر تازہ جوانی
خوشی کا میگ جھجے جم واں برستا | انھا اس دھات سوں وو شہر بستا

دیکھو اس شہر کے شہ میں اتھی لس دل وو خاصیت
یکے آداب اسکندر و گر ادراک لقمانی

انھا اس شہر کا اک نامور شاہ | سُلکھن سلطنت کے برج کا ماہ

۱ے محالاں میں ۔ ا ۔ ۲ے سوں ۔ ا ۔ ۳ے بھی ۔ د ۔ ۴ے غم ۔ ج ۔ ۵ے دائم ۔ د ۔ ۶ے سوا لیسے ۔ ج ۔ اسی کے ۔ ا ۔ ۷ے سلکھن بھاگ ونتا نیک نر شاہ ۔ ج ۔

شہاں ہیں جگ کے اس کو سری تھی ۔۔۔ جگت کے سروراں ہیں برتری تھی

اطاعت میں تھے اس کے تاجداراں ۔۔۔ تھے اس کے ضبط[1] میں سب شہر یاراں

نہ تھا ثانی او سے روئے زمیں پر ۔۔۔ تھے اس کے حکم[2] میں سب بحر ہور بر

مہربانی کے وو اسمان کا سور ۔۔۔ جہاں پرور کہ کر[3] تھا جگ میں مشہور

فلک کے ظلم سوں وہ شہ کن جو کوئی آئے ۔۔۔ سو[4] وو جیو کے من جم پرورش پائے

جو کوئی آوے زمانے کے ستم سوں ۔۔۔ سینے[5] سوں لاوے دل کے ناد اسکوں

جو کئی[6] ہو خار آوے شاہ کے گھر ۔۔۔ تو گل کے ناد دامن ہوئے پر زر

صفت باری کی منے جگ میں تھا پور ۔۔۔ اتھا پانی من ہو ذکر مشہور

سٹیا[7] تھا ظلم کا شہ کھود بنیاد ۔۔۔ دیوے نت داد خواہاں کا اپے داد

جو کئی ہاتاں کی سیپاں کوں لیاوے ۔۔۔ کرے مطلب پر موتیاں دو ساوے

لیا سو عدل کا نور آپنے ہات ۔۔۔ نہ تھی اس دیس میں کیں ظلم کی بات

اڑاوے خاک اگر بارا جو ناجان ۔۔۔ ولاوے بھیں کوں بارکن تے ناوان

---

۱ حکم ۔ د ۔ ۲ ضبط ۔ د ۔ ۳ گر ۔ ا ۔ ۴ سدا ۔ د ۔ ۵ ستی ۔ د ۔ ۶ د ۔

۷ ج ۔ ندارد ۔

خریفاں پک جو کملاویں مہیوں بن | کرے تاکید بادل کوں اسی چھن

تھے عالم گوسفنداں شہ شباں تھا | خدا کی خلق کا نت پاسباں تھا

چرالیوے کدھیں جو دھر ہیں نیر | دھرت کوں کھود کاڑے نیر کوں پھیر

جگت تھا باغ شہ جوں باغباں تھا | ہمیشہ تازہ اس سوں سب جہاں تھا

جو کچھ دھرنا سو سب دھرتا اتھا وو | شہی اس وھاں سوں کرتا اتھا وو

بیاں اوس ابر روشن کے ہر اوس درویش عارف کے
دیکھیا سپنے میں شہ اوس کوں محبت دل منے آنی

دیون ہارا خبر اس نوا نبر کا | کتا ہے بات سورج ہور چندر کا

بلندی سٹ سُرج پکڑیا جو بستی | کیا مغرب کے جا معبد میں بستی

مشعل[1] لے چاند کا دیں بھار آیا | مُصلّا جگ پو چندنی کا بچھایا

جو مغرب کی نشانیاں مکھ دکھائے | سو عالم نیند کے سجدے میں آئے

گویاں کے کنج پکڑے سب درندے | ہوئے گوشہ نشیں سارے چرندے

پنکھی ہو معتکف بلکائے کونے | لئے عزلت چرندے سب مرونے

۱؎ مصلے چاند کا جو بھار آیا: مصلے ...... ا -

ہوا حاصل جو راحت کا فراغت
بچھانے پر کیا شہ استراحت

لگے سو نیند سوں دو نین کھلنے
لگیاں پلکھاں سوں پلکھاں کھلنے

نین کے دو کنول مکھ موند لینتے
بھنور پتلیاں کے تس میں کوند لینتے

دیا او خواب جوں پتلیاں کوں آ کر
سُتے[1] لے پو پٹیاں کی اوڑ چادر

دکھائی سو نین کوں نیند آموں
رہے پلکھاں جو دستک مارنے سوں

سو دیکھا خواب میں درویش کوں یک
دنیا[2] کے عاقبت اندیش کوں ایک

ہے تن پر پیرہن اجلے چھبیلے
کمر باندیا ہے یک باریک سیلے

بندیا ہے چھوڑ شملا سر پہ دستار
عصا پکڑا ہے یک رنگیں طرحدار

لیا[3] ہے ہات میں اپنا مصلّیٰ
ریاضت سوں کیا ہے دل مصفا

اگرچہ طھو سوں تھا سب آنگ خالی
ولے سجدے کی تھی اُس مکھ پہ لالی

کھڑا ہے آ کہ یوں دربار انگے وو
شہنشہ کے مبارک دار انگے وو

کھڑے اچھتے ہیں جوں ہر یک کنّی
رضا کی انتظاری سات گویا

---

[1] سوتیاں ۔ د ۔ [2] خجستہ دین فرخ کیش ۔ ک ۔ [3] کہ ہے مُکہ پر عبادت کا تجلا ۔ ج ۔

در بیانِ خواب دیدن[1]

سو وو درویش آشنہ سوں ملیا اپنی شفقت سوں

اتھا فیاضِ عالم وو دھرے سب گنجِ عرفانی

خبرداری کے عالم کا کہن ہیر — کتا ہے خواب کا اس دہات تعبیر

ہوا جو شام سوں پھر صبح تبدیل — کیے سب پنکھیاں تسبیح و تہلیل

سرج کا دیک مقری صبح کا چھانو — رکھیا اسمان کے محراب پر پانوں

خطیبی کا سرج لے برگ ساماں — ہوا انبر کے منبر پر خراماں

ہوا ایک بارگی وو شاہ بیدار — ہوا سو خواب کی مستی سوں ہشیار

خماری فکر کی آکر لگی زور — کہ تھا کچھ نس کوں ہور دن کو دِسیا ہور[2]

لگے اس بات کے خطرے گذرنے — اپس میں آپ لگیا اندیشہ کرنے

اگرچہ بھوت کچھ دستے اہیں خواب — ولے دیکھے ہیں تیوں کم پائے[3] ہیں تاب

کہ خواباں نیک نیں[4] ہے گے روشن کیے — ہے سودا ہور صفرا کی تپش کے

---

1. عنوان از۔ ل۔ 2. ہوا۔ د۔ 3. ہیں۔ د۔ 4. ایک نیں کئی دھات کے ہیں۔

کتنے دھرتے اہیں برعکس تاویل — کناں کوں وہم سوں دیتے ہیں تمثیل
فاناً خواب[1] جو دیکھے اہیں رات — کدھیں سچ بی ہوا ہے بعضے اوقات

بھلا وو ہے جو حاصل کیا[2] سو پانوں — حقیقت خواب کا خاطر منے لانوں
کہ شاید[3] تیر میرے وہم کا اے — ہدف کے تئیں لگے جا کر طلب کے

گہر جو خواب کے دریا منے رات — جو دیکھا سو چڑے ہلکے مرے ہات
بہر[4] حال خادم کوں بلایا — جو کچھ دیکھیا سو سب اس کوں سنایا

کیا اس دھات کا درویش کُئی آ — کھڑیا ہے دیک جا دربار میں کیا
اول دربار انگے اس کوں توں جا دیکھ — اگر واں نیں تو بعد از جا بجا دیکھ

گیا خادم دیکھن دربار میں اس — دسیا[5] نیں سو ڈھنڈیا بازار میں اس
ملیا نیں واں سو کوچے ہور گلی کوں — چلیا ویں ڈھنڈ لیتا اس ولی کوں

یکایک خانقہ یک ٹھار دیکھیا — تجلی سوں در و دیوار دیکھیا
وہاں بیٹھے اہیں ارباب طاعت — ملے ہیں ایک ٹھار[6] اہل عبادت

دلاں کوں کر منوّر جوں چراغاں — کدورت سوں ہو کر خاطر فراغاں

---

[1] جس روش۔ د۔ [2] کیا ہے۔ د [3] ا میں یہ شعر نہیں ہے۔ [4] بہر حال ایک۔ د۔ [5] دکھیا۔ ا۔ [6] جا۔ د۔

حقیقت[1] کی ہو باناں کے اتالے تصوف کے لے بیٹھے ہیں رسالے
کریں[2] باناں، حدیثاں آیتاں سوں کتے تجھے اس روش کے حجتاں سوں
طریقت کے اچھو یوں پیروی میں کہے ہیں مولوی جوں "مثنوی" میں
دھرو یوں معرفت سوں آشنائی "حدیقے" میں کہے ہیں جیو سنائی
حقیقت کے بیاں ہر ایک دم کے دیکھو آخر خبر میں جام جسم کے
پکڑ ہستی[3] کوں پستی سوں کرو ساز نہیں باور تو دیکھو "گلشن راز"
کرینگے تو فنا، ہو وینگے باقی ہیں حجت اس کوں لمعا عراقی
کئے سب مل، مقرر آخر یو بات ہے اول نفی ہور بعد از ہے اثبات
پلاس اپسے فنا کرنا ہے اول منگے[4] تیوں واں تے ہوتا ہے اُسے بل
نہ سٹتا پات پات اپنے اگر توڑ کہاں تشریف لیتا پھول کی اوڑ
ایس[5] تے بیج نا ماٹی ملاتا ہرے ہو کاں زمیں تے سر اُچاتا
گنگوئی آرے تلے گر سر نہ دیتی کہاں زلفاں کوں یوں لگیا سوں[6] لیتی

[1] ا۔ [2] سخن کرتے۔ د۔ [3] پستی کوں ہستی۔ د۔ [4] سمجھیں ہوتا ہے خوبی کا اسے بل۔ د

[5] اگر بیج ایس۔ د۔ [6] انکھاں۔ د۔

اگر مہندی جو ایسے نا بساوے | اسے ہاتاں کوں پھر کر کون لاوے
اگر کوزا جو آتش میں نہ پڑتا | کہاں خوباں کے لب کوں یوں اپڑتا
ابس میں آپ وک ایکس کوں ایکیں | وو کتنیک بار کوں باتاں کہیں
جو خادم دیکھتا ہے سب میں اندیش | تو بیٹھا ہے انوں میں آ وو درویش
پچھانتا ہے سمج کر جو نشانیاں | کہے سو شاہ سب ہیں وو نشانیاں
رکھیا خادم اسے دِک سیس ٹھیں پر | نقط پر جوں قلم رکھتا ہے سر
زباں کی نوک کوں کر بات سوں تیز | ہوا شہ کی سو باتاں سوں گہر ریز
وو کامل تھا اول تے سن کو وو بات | اٹھیا جانے بدل خادم کے سنگات
کہ نیں ہے جیو کس کا توڑنا خوب | کہ نیں ہے شیشہ دل کا پھوڑنا خوب
حقیقت کوں جو کئی کیتے ہیں حاصل | سو بولے ہیں خدا کا عرش ہے دل
گگر سب سوں رضا لے بھار آیا | ہو دولت شاہ کے دربار آیا
ملیا القصہ آ درویش شہ سوں | کیا گویا قِراں برجیس مہ سوں

---

۱ دل کو۔ د۔ ۲ سوں۔ د۔ ۳ کوں۔ د۔ ۴ ا میں مصرعہ اولیٰ موخر ہے۔ ۵ د میں یہ شعر یوں ہے۔ ہے دل کو توڑنے کا سخت منزل ۔ بہ حقیقت میں خدا کا عرش ہے دل۔ ۶ رضا لے سب سوں وو جب بھار آیا۔ د۔

جو دیکھیا شہ انسوں مل ہیں کر جوں — دریا ہیں دل کے اس کے پیں کر جیوں[1]
(اس سے)
ہنر کے گوہراں سوں دل اہے پور — ہر اک فن کے اہے موتیاں سوں معمور
زباں[2] دن رات اس کی بات ہیں تھی — قلم کے ناد اس کے ہات ہیں تھی
کہے زاہد حکایت روز نازا — دیوے شہ کوں ہر یک شب سوز تازا

جو وو درویش، قصہ جس گھڑی کہے ۳۸۰ تو ہوتا تھا، شہنشہ مست بن مئے

اپے خوباں ہو کر شہ نے کہا درویش سینتی یوں
کہو نظم کیچہ عنواں کی مرے انگے نتیں کافی

جو کوئی[3] دھرتا ہے جو شیریں زبانی — کتا ہے رات کی اس دھات کانی
(کہانی، طرح، کہا)
کہ جیو تھی یک رات زل چو دو رات — چندر اس رات کا تھا سور کے دھات
(چو دھوئیں)
تفاوت رات دن ہیں کچھ نہ کر سک — کنول رہ تھے نین نا موں لے تھک[4]
(رہے)
رہیا تھا رات دن اس دھات ہو ایک — گئی جاتی تھی خشخش دور تے ویک
(خشخاش)
دکھایا رات کوں جیوں دیس آرو — سورے[5] جو کوئی ملا باز دسوں یارو
(کو، دن)

---

[1] پیش۔ د۔ [2] ا۔ میں شعر نہیں ہے۔ [3] سمجتا ہے جو کئی بو نکتہ دانی۔ د۔ [4] ویک۔ ج۔ [5] پھریں۔ د۔

سیون ہارے اپے بیسے سو جاگے
لے مونچ انکھیاں پرو ویں سوئی ہیں دھاگے

نجومیاں پر ہوا نیں حل یو مایا
کہ کیوں چوبیس ساعت کا دن آیا

سکے نیں بولنے تحقیق کئی بات
جتا دیکھے بی اصطرلاب لے ہات

سو ویسی رات وو شہ بھو خوش ہو
کہیا[1] زاہد کوں اس[2] اک بات بولو

کہ باتاں سوں تماری مست ہور وز
تماری بات میں ہے کچھ عجب سوز

کہا درویش[3] اپس میں آپ سن یوں
حقیقت معرفت کا کھول کیوں لکھوں

کہ سب کس کوں نہیں اس بات کا علم
اہے مشکل خدا کی ذات کا علم

لگکر بولیا حکایت اک مجازی
مجازی میں سنیا سو بات تازی

دیکھت[4] سننے کوں ہے کر شاہ راغب
لگیا کہنے کوں یک قصہ عجائب

دعا کے سات اول لب کوں کھولیا
شکر تے بعد ازاں نا بات کھولیا

حکایت شہ انگے بولیا سو وو درویش لذت سوں
وو سنتے دل ہوا اس کا شگفتا ہور خندانی

بڑا جو ملک ہے سب میں خراساں[5]
مر اس ملک پر تھا باب بردہاں

---

۱ درویش د۔ ۲ سوں۔ ۳ ا میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴ ہوں ج۔ ۴ دیکھیا۔ د۔ ۵ معظم ملک جو ہے۔ د۔

سٹے جس ٹھار[1] پر تدبیر کا حل　　ابس تے ملک آتے تھے اپے چل
کرے اپ عقل سوں مشکل کشائی　　دھرے خوش خلق سوں جم مشک سائی
صفا بخش اس کی ات روشن ضمیری　　کرے خورشید کوں نت دستگیری
ضمیر اس کا انتھا سورج تے روشن　　انتھا دل صاف تس کا جوں کہ درپن
فراست سوں چھپے راز اس کوں کھو　　انگے چھپے نا اس کوں ہوگا سو بولے
فلاطوں[2] فہم میں شاگرد اس کا　　گدا کوں شاہ کرتے برد اس کا
اسی سوں فہم پایا تھا فلاطوں　　انتھا شاگرد اس کا آفلیسوں[3]
ارسطو درس لیوے عقل کا آ　　اس انگے بو علی تھا اک مقوا
حکایت ایک میں اس تے سنیا ہوں　　بچن کے پھول کا نا سوں چنیا ہوں
کہ یک کوئی بادشہ کشمیر میں تھا　　مکمل[4] عقل ہور تدبیر میں تھا
ہریا تھا، باغ اس کے عدل کا جم　　چمن نت ضبط کا تھا سبز و خرم
کتنے تھے اس کے نیں سلطان عادل　　نہ تھا کوئی ضابطی میں اس مقابل
رضا بن شہ کے گل ہنسنے جو جاوے　　صبا کے ہات ٹکڑے اس کراوے

۱؎ بات۔ ۲؎ د۔ ۳؎ اسقلیبوں۔ ا۔ ۴؎ عدالت کی بہوت۔ ا و ج۔

کدہیں[1] بے حکم نرگس آنک کھولے | دلاوے باد کے دہت اس[2] جھکولے
اگر سوسن کدھیں کرنے منگے بات | کرے اس شاہ کی پروانگی سات
ہلو کے شاہ تو سروداں کے ہلتے | بھی ہور یک پانوں اگر اچھتا تو چلتے
رضا[3] لے کر سٹیں ابر بہاراں | گلے میں باغ کے موتیاں کے ہاراں
سکت[4] نیں تھا جو بارے کوں ہر یک سو | چمن تے لے پراگندہ کرے بو
اشارت بن نہ کھولے زلف سنبل | نہ بولے بات طوطی ہور بلبل
نہ تھا قدرت چمن میں بلبلاں کوں | جو دیکھیں شوخ بن سوں پھول کا موں
سرو قداں کے قد کے نونہالاں | سمن[5] رویاں کے گالاں کے گلالاں
لگایا تھا اپس دل کے چمن میں | وو شہ اپنے سینے کے پھولاں تن میں
چمن اس[6] تخت تھا ہور پھول تھا تاج | وو ایسے دھات سوں تھا تا اتھا راج

---

[1] بگانے پر نین نرگس جو کھولے د۔ [2] اس کوں جھولے۔ ج و ھ۔ [3] د۔
[4] صبا کوں نیں سکت تھا جو ہر یک سو۔ د۔ [5] چمن ج۔ [6] سو۔ ھ۔

قصّہ گُل و بلبلؔ

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو اُس گل کا
محبّت سوں لگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم　　کیا ہے بانٹ کوں اس دھات تقسیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے　　ہوا یونس نمن[1] (مثل) مفروق غم تے
دیا[2] سو فیض پھر جگ کوں دوچینداں　　ہوے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے[3] غنچے کے طفلاں نین کھولے　　بندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا[4] تھا پھول کا سب ٹھار دھکار　　کھلے تھے پھول[5] (پھولوں کی ڈالی) جھاڑوں میں ہر اک ٹھا
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں　　دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول مل دستے تھے اس دھات　　کہ جوں چھپ کو کوئی کرتے اچھے بات
دستے[6] ہاون کلی کا ہو کو لالا　　دسیا[7] اس میں لگے تیوں (جسطرح) مشک کالا

---

[1] مفروغ۔ ا۔ [2] دیا پھر فیض عالم کوں دوچینداں۔ د۔ [3] نہ تھے۔ د۔ [4] اٹھی تھی بن سے۔ د۔ [5] لالے کے "د" ڈالیوں پر۔ ھ۔ [6] دسیا تھا واں۔ ا۔ [7] گگیا تیوں مشک دستا اس میں کالا۔ د۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چو اجیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے[۱] دیکھ بلبلاں آنے کے ہولاں بندے شبنم کے موتی[۲] گل کے پھولاں
کرے[۳] سو بلبلاں سن نغمہ سنجی ۴۳۰ لگیاں[۴] سب کویلاں گانے کرنجی
چمن کی دیکھ ہزاراں خوش تماشی لگے کرنے نوی مضموں تراشی
بدل کے نیر سوں گل تر کئے لب بچھل پانی سوں سبزے دھوے مکھ سب
دو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا ارم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پر[۵] یوں دو جہاں باں کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضواں
یکایک باغباں یک پھول لایا ہو کر بادِ صبا خوش بوئی ڈھایا
انتھا وو بوی میں سب مشک کے سار نتھے اسکی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول جو تس کی باس پر مجلس رہی گھول
دیا وو پھول شہ کے ہات میں جوں شگفتہ ہور یا شہ پھول کے نیوں
عجب رہ شاہ ہور شہ کے وزیراں ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں
کیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر ۴۳۴ کہ اے بن کوں دیون ہار سدا نیر

---

۱ اٹھے بھی۔ د۔ ۲ بن۔ ج۔ ۳ ہزاراں سار کیتے۔ د۔ ۴ لگے۔ د۔ ۵ یوں دو شاہ دوراں۔ د۔ ۶ باس۔ ا۔

دکھیا نیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں ‌ ‌ دیسا نیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لاگا ‌ ‌ توں لا کر میرے گلشن میں لگاگا

تو[1] بخشش سوں کرونگا میں مکرر ‌ ‌ دھن تیرا کلی کے ناد پر زر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی ‌ ‌ وو جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی

سنیا یو بات سو رکھ بہیں اپر سر ‌ ‌ چلیا پانی نمن ناد یک کر پھر

جو مالی پھول کوں ڈھونڈتا چلیا ‌ ‌ ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو

کتک دن کے پچھے[2] وو جھاڑ لایا ‌ ‌ لگایا جھاڑ حضور مقصود پایا

وو مالی روز اٹ یک پھول کوں لائے ‌ ‌ نظر تل شاہ کے گذرا نتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاندار ‌ ‌ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

کیا[3] شہ باغباں سوں ہو کو دل گیر ۱۴۵۰ ‌ ‌ ہے کے پھول کا یوں رنگ تغیر

ہوا ہے کیا سبب یوں گل سو بول ‌ ‌ دھیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس دھات دیتا شہ کوں مالی ‌ ‌ اچھو تازی تیری شاہی کی ڈالی

۱؎ کرونگا مرحمت سوں میں سراسر۔ د۔ ۲؎ پچھیں۔ د۔ ۳؎ کیا دیکھ باغباں کوں شاہ گھنیر۔ د۔

که بلبل ہے چمن میں ایک کالا — سٹیا ہے عشق کا اُس گل پو جالیا

کبھیں[۱] آ پھول پر و وپر پسارے — کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے — کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل — کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دسے ژولیدہ[۲] ہو پھول — اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یہ سن کرشتہ کیا، کر دل کوں ماندا — منڈو[۳] بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرد حلقیاں کوں پھاند کے نینے تنگ — جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تنس کینے منگ

نہٹا[۴] کچ سست کر سازو وہاں دام — جو سانپاں[۵] لیویں کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے

اگر بار اکدہیں[۶] اس دام کن جانے — تو پنچھی کے نمن واں آ دغا کھائے

لے ایسی دھات کا پھاند اشکاری — منڈیا اس جھاڑ تل جاکر دو کاری

دغا بلبل کوں دے پھاند میں بھانے — کتک حیلے کے ڈالیا اس میں دانے

۱ کدہیں۔ د۔ کبھو۔ ھ۔ ۲ جھولیدہ۔ ج۔ ۳ ماندو۔ ا۔ بندو۔ د۔ ۴ نپٹ ہیں سست کرالیا نو دام ج۔ ۵ لے دیں کاناں کوں سانپاں۔ د۔ ۶ کبھی۔ ج۔

گرفتنِ بلبل راپیشِ شاہ آوردن

رضا لے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کوں پھاندے ہیں کیے محبوس نادانی

فلک یک دام ہے، دانے ستارے | کہ کاماں دام کے ہیں اس ہیں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا | کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی | سدا حاصل ہے اس تے بے صفائی
صبا اٹ کر سورج کے تئیں جلاوے | پنم کے چاند کوں لس دن گلاوے
سنیاریاں کوں کدھیں رکھنا کد حفیں | بدل کوں امن دینا نیں گھڑی کیں
ثریا ہو، جو کئی بیٹھے ہیں ڈیرے ۴۴۰ | بنات النعش کر ان کوں بکھیرے
رہے ہے یار وو جن[۱] نیک نن ہو | سٹے جوزا کے منے ان کوں کردو
خوشی سوں بیٹ[۲] جو کوئی یک پسارے | ہو کر عقرب اُنوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جو دیکھا یکبار دانے | پڑے ہیں جابجا اس ٹھار دانے

۱؎ جال۔ د۔ ھ۔ ۲؎ بیٹھ۔ د۔

کیا طالع دئے ہیں آج یاری — کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے[1] کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھا — ملے مجھ آج دونو خوب یکبار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کرونگا پھول کا بارے[2] نظارا
نہیں معلوم جو چارے میں دندی — گلا کربس[3] کئے ہیں بیشی[4] بندی
نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر — رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر
خوشی سوں اپنے دل میں پھوں کو گل گل — پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل
گیا کھانے کو جوں دو بیگ بگ کر — پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک
بچارا وہ گیا چارے[5] کوں کھانے — گیا پھاندے میں پڑ کر پھڑپھڑانے
طمع داری بری ہے اے عزیزاں — نہیں کچھ خوب اے صفا تمیزاں
طمع داری سوں کھانے جا کو چارا — پڑیا[6] دو بند میں آخر بچارا

---

۱ ستاریاں کا۔ د۔ ۲ یار۔ د۔ ۳ دغاکر۔ ھ۔ ۴ سم۔ ا۔ ۵ چاراجو۔ د۔ ۶ وہ آخر بند میں سنپڑیا۔ د۔

طمع داری تے آتی یار خواری — طمع داری میں نیں ہے رستگاری
طمع داری کے سرتے جو اٹھے ہیں — وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب[1] — لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
کہ اے جیو کے مرسانتی سنگاتی — اے راحت روح کے آ دل کیے ساتی
ترے رخ سوں تھے روشن نین میرے — ترے لب سوں تھے[2] شیریں بین میرے
انچھل تج دھرتے تازہ برگ میرا — جدائی میں تری ہے مرگ میرا
پڑیا ہے نین تل اندکار میرے — رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
رھیا تھا آج لگ ناپھانک کر میں — پڑیا تھا چھانوں ہو تجہ پانوں تل میں
جدہر جا کر بھی آتا تھا اسی ٹھار — بجھاتا تھا پلک کوں نا پلک مار
جدہر تھی[3] توں ادہر سنگات تھا میں — ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
بہوت دلیساں تے تجہ سوں مجہ سلک تھا — ترے سایہ منے میں آج لگ تھا
میں سنپڑیاں ہو سو غم نیں مجہ کوں آ جو — یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل — ولے بچھڑے سوں تیر لھو ہوا دل

[1] تب - ج - [2] دھن - د - [3] تھا - ھ - ںھ - د -

سپٹر کر دام میں کرنے کوں زاری — دیکھت وو دُور تے پاپی شکاری
(کرتے ہوئے)
پکڑ غصے ستی دانتاں منیں لب ۵۰ — غضب سوں آپنا گردان کر ڈب
(دانت جمع)
وہیں آیا دوڑ کر اس غمزدے پر — ستم کی آستیناں کوں چڑا کر
(چڑھا)
سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات — اُسے لیا ہاتھ پنجرے میں کیا گھات
تِنا[۱] کچ تنگ تھا پنجرے کیرا اُٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
(مقام) (اس سے باہر)
بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آتسلیم کیتا — وہ پنجرا[۲] شہ کوں لیا تسلیم کیتا
جڑت کے بھا کو پنجرے میں شہنشہ — رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ
(جڑاوی)

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوال و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں[۳] شہ اس کوں تو کیے جو کیچہ جہر تا ہے؟
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دیکھیا بلبل جو وو دیساں نہیں رہے — نپٹ درسن کے دروازے بند گئے
(دن)

---

۱ ایس۔ ۵۔ ۲ یتا پنجرے کرا تھا تنگ میداں پہ نکلنے کوں نہ تھا دم کا سکت واں۔ د۔ ۳ دے۔ ا۔

منڈی پنکھاں ہیں اپنے گھال لیکر	لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے	لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات ۔ ۱۵۰	گذرتے سو مجھے جیفی ہیں دن رات
کہینگے کون اس گل سوں مرا حال	ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑنے سوں ہوا ہے تلخ جینا	کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج	دیکھنے دن رات ہو اس سور کے باج
پڑیا سو دور ہیں اس گلبدن سوں	ہو کر سکتے ہیں کاٹنے تن یو ہردوں روں
پون بن نیں ہے میرا کوئی محرم	جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم
پون کوں کہ کہ اے خوش باش بارے	مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے
اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن	میں اڑ کر یاں تے جاتا کر ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جا	وہ انکھیاں کاں جو میں اسکا درس پاؤں
صباہاٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری	دیکھ یک دن شاہ اسکی بے قراری

لے تپے نت یار کوں ۔ د ۔ ۲ہ کہینگے کون اس گل سوں مری بات ۔ د ۔ کہ بولے کئی بتی اس ۔ ل ۔

۳ہ سندر کوں کون کہینگے حال میرا؛ ہوا سو حال سب پامال میرا ۔ د ۔

لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دہات

ہوا ہے کے ترا سر یوں پریشاں پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں

ہے تجہ میں کیا بدل یارے کی عادت توں کے پکڑیا ہے بارے کی خصلت

توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب

مرے دھر بول توں کس کا ہے محبوب ہے کس لیلی کی خاطر دل ترا خوں

لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشا لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشا

بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے توں بلبل بول کس مقبول کا ہے

دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول دیا بلبل جواب اس دھاموں [?] کھول

بیان کردن بلبل پیش پادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کوئی نا سنے تو اگن کے پھول میرے نا چنے تو

کسے کوں درد یو دل میں جو ہے پور + زمیں ہے سخت ہور اسماں ہے دور

وہی جانے یو دکھ جس پر کھڑیا ہو جو کوئی برہے کے پھاند میں پڑیا ہو

---

۱ لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہت ؛ لگیا بلبل سوں کہنے دو سو حکرت [?] ۔ د ۔ ۲ کا نہہ ۔ د ۔ ۳ سر ۔ د ۔ ع

عنوان از ۔ ھ ۔

پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اہے دل ۔۔۔ وہی بوجھے کھڑیا ہے جس پو مشکل

نہ کے جاتا نہ آتا ہے کنے بس ۔۔۔ نہ کے میں فائدا نا چپ رہنے میں

ہریک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا ۔۔۔ پرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا

کہوں یو بات کیا میں حبیب پر لیا ۔۔۔ کہے تو بات کس سوں فائدہ کیا

نین بلبل کے غم سوں شاد کر نم ۔۔۔ ایس کے دو کنول تے کاڑ شبنم

کیا اے غم کے بن کے درد کے جھاڑ ۔۔۔ در نگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ

شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام ۔۔۔ نہیں پڑتا ہے سیج بے مشورت کام

مرے دھر بول اپنی جیو کی بات ۔۔۔ کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب اتھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو روپ طیرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا ۔۔۔ زباں مطلب کے باتاں سوں اچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں ۔۔۔ برہ اس نیں سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا ۔۔۔ نہ تھا پروا اسے کچھ مال و دھن کا

۱ے دکھ۔ د۔ ۲ے د۔ ندارد۔ ۳ے سوں۔ ا۔

بڑا تھا بھوت سب سودا گراں ہیں
انھا مشہور سالم بندراں ہیں

پڑے تھے اس[1] کنے مہراں کے انبار
ڈھگاروں سے تھے روپے ہور دینار

مناں سوں تھا ُپیا کھنڈیاں سوں منّا
تھے لاکھاں اشرفیاں کُرڑاں سوں ہتّا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے
رچے تھے لے دکاناں پر دو رستے

ہریک کا ایک کے ہر یک اوپر مول
رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول

حریرو بافتہ سالو سری صاف
مشجّر ناقتہ دارائے زرباف

سمور و سندس و سرمک[2] خطائی
سلیمی صاجی ہور کربلائی

خز و اکسون[3] و اطلس دق و دیبا
خنک[4] ہور تاش خطنی سوف زیبا

مطبق نیلک[5] و سقلا و مخمل
۵۵۰ قلم کاریاں[6] و چھینٹاں ہور ململ

بیتمبر وار چھیٹیاں ہور سوسیال
تھے شالاں خوب کشمیری[7] و طوسیاں

بہوت نازوک ہندی پنچتولے
بہوت باریک ناواں ہور پنولے

یونا ہو کر بھی سودے تھے دریائی
ہے جس میں فائدہ دیوڑی سوائی

[1] اشرفیاں۔ [2] ترمل ا۔ [3] کمخاب، نیلک ہور دیبا۔ د۔ [4] بنگالی ہور خطنی صوف۔
د۔ [5] اطلس و مخمل فرنگی د۔ [6] بوسقلاط ہور طاس نیم رنگی۔ د۔ [7] کشمیریاں۔

بیتے چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑتے تھے[1] دریا گرمی سوں تنک کے گد گڑے تھے
بیتے[2] اس قافلاں کے تھے سکیناں نہ ڈھو سک تنگ آئے تھے زمیناں
ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑ اوا پڑے تھے بندراں ساطم پڑاوا
کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا کدھیں شیشا لے کر[3] جاوے حلب کا
کدھیں سودا لیجا وروم سوں[4] شام کدہیں جاتا بنگلے پر تے آسام
کدھیں واسطسوں جاوے اسفرائن کدہیں جاوے صفاہاں تے مداین
کدہیں تبریز تے شروان[5] جاوے کدہیں ہمداں سوں کاشان جاوے
کدہیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس کدہیں اترے جو یک منزل اچھے روس
کدہیں اچھتا مقام اس کا سراندیل کدہیں شیراز اچھتا ہور اردبیل
وطن کر چند روز رہتا[6] ختن میں کدہیں دو کان کھولے جا یمن میں
کدہیں شیراز سوں جاتا دماوند کدہیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدہیں کابل تے[7] یہ لاہور جاتا کدہیں مانڈو[8] کدہیں ماہور جاتا

[1] دریا گڑی تلے اوس۔ د۔ [2] ا و ج میں شعر یوں ہے۔ سکیناں قافلاں کے ڈھو نہ سک نا سک بیک سنگینی تے زمیں آئی تھی
[3] لیوے جاکر۔ د۔ [4] ہور۔ د۔ [5] شیراز۔ ا۔ [6] اچھتا۔ ا۔ [7] پوتے لاہور۔ د۔ [8] ماونڈ ج و ا۔

تجارت کے بہوت سوداں سوں وو | گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو[1]
انھا ہیں اس سفر میں اسکے سنگات | آنند ہور ذوق عشرتاں دن رات
مری اس وقت تھی اول جوانی | نوی اپڑی تھی مجہ کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے | بندے ہیں حد بڑے تاتیس (۳۰) لگ ہے
کہے ہیں باضرورت[2] تا چہل سال | بڑیاں کوں ہے سمج پیلاڑ کا حال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کوں بیٹی | بڑی[3] یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سگر، گُنتل، سہانی | نہ اس کوں[4] کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الکاں اسکے سر کاں | سرک ہیں دل کشائی کے اثر کاں
بھنواں کوں کیوں کہوں محراب تجے کر | وو کاں[5] ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں کیوں ہیں پیشانی | چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
کہوں کیوں اسکی ہیں پلکاں کوں تیراں | ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز | چمن کے نرگساں ہیں کاں[6] ہے وو ناز

[1] سو۔ ج و ا۔ [2] بالضرورت۔ ا۔ [3] فرشتہ خو تھا نس عابد۔ د۔ [4] کے۔ د۔
[5] کہاں ہے نور۔ د۔ [6] نیں انا۔ ج۔

نین[1] نرگس کنے کا سو ہے زوری کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
کلی چنپے کی کرنا[2]سک کوں بولیا ولے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
ادہر کوں لعل تجھے کر کیوں کہوں میں وو نرمی ناز کی کس لال میں نیں
دہن[3] کوں کیوں کہوں انار والے انخے اس پر دیوانے ہو کو والے
ٹھڈی[4] کے سار جگ میں سیب کا ن ہے یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں قبۂ نور ہے قبے نور کے اس پر بلا دور
کہنے پھل گیند جج آتا ہے اَن مان کروں گا پھول کے گیند اُس پو قربان
کہاں ہے کر دراں میں اسکے آثار سٹوں میں کر دراں کوں اس پہ تے وار
کمر کوں کیوں کہوں میں اسکی نشزا کمر کے سامنے نشزا ہے ہرزا
سرو[5] تھا کیوں کہوں میں اسکے قد کوں انپڑنے کاں سکت اس قد کی حد کوں
میں سر تے پاوں لگ اس موہنی کا کہ بخشا تیوں کیا صفت کرنے سکوں گا

[1] د - [2] نتی ناسکہ کو - د - [3] وھن کہے - ج - ذقن - ھ - [4] ج - میں مصرعہ اول ثانی ہے - [5] سرو کا سرو کیوں کوں - د و ج - سروسا - ھ -

جو کوئی اس چال کو ہنس کر کیا ہے   ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر کیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا   تماشے کوں مرا دل سرا چایا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج   تو ہوتی تھی سینے میں گدگدی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو   پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
اول تھا حال کچ[1] آخر ہوا ہور   پرت کی چیٹ[2] پٹی مجہ کوں لگی زور
لگے چشمے[3] ہو کر نیناں ابلنے   لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
لگیا سو بھار دل کوں بات کر سک   اسی باتاں سوں بیسا دل میں آ دُک
کلی نمنے ہوا دل تنگ ناشاد   ہوا لکڑے گریباں پھول کے ناد
دھویں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے   گرم بھاپاں سوں ہوتا پو[4] چھلے آ
سو وو اوتار پدمن ذات بدلی   طبیعت کی مری سب دھات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں   اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں
سمج کر رہے جو کوئی تھے ہم قریباں[5]   لگے دینے گواہی آستیناں

---

1. وال کیچ ۔ د ۔ 2. لاگی بہوت زور ۔ د ۔ 3. دریا ہو کر لگے نیناں ۔ د ۔
4. رات ۔ د ۔ 5. رقیباں ۔ ج ۔

لگے کہنے ہر یک کوئی پا کو بہانا — وو ہے جانا فلانے کا فلانا

جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق — جو آیا دل منے میرے اُبل شوق

ہر یک نس جاؤں اس ڈھن کی گلی کوں — ہلو چھپ کر دیکھوں اس اچپلی کوں

سِنگنے میں دم کوں اپنے سیاند لے کر — کمر کوں اپنی دامن باند لے کر

نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ — چلوں اس کا ند تھنے اس کا ند کوں لگ

ترنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس — پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے تس

یکیلا اس گلی میں کُئی نہ دوجا — چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کر اس چندر بدن کے گھر طرف موں — ہر یک نس نین کے تارے بکھیروں

ہر یک شب غم سوں دومہ جو اچھے جاں — دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاں واں

کروں ہر شب نین سوں آب پاشی — اساساں سوں کروں ہر دم فراشی

کتیک دن کے پچھیں امید کا سور — مرے بختاں کے نیناں کوں دیا نور

نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوئے یار — مرے طالع کرایا سور اک بار

یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار — مرے ہور اس کے دو دیدے ہوئے چار

---

۱ دن۔ ا۔ ۲ چنچل۔ د۔ ۳ چلبلی۔ ج۔ ۴ د۔ ۵ تے۔ د۔

۶ مرے نیناں کے بختاں کا۔ ا و ج۔ ۷ رقیباں۔ ج۔

نظر کا باز اڑیا سو اب نہ رک سک | ہوا میں حسن کی اسکے رہا ٹھنک
گیا سو وحشت کا آہو نکل کر | پڑیا اس مکھ کے گلشن میں تھبیل کر
اسے دیکھ عشق سوں مرا بھلیا (دل) | ہمن دونو کے دل رہے ٹیکا ہو مل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد (بھولیا) | کروں (ہم) جیوں[1] یاد میں وو بی کریے یاد
کدہیں میں سر سوں چلتا جاؤں اس لگ | کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ
کدھیں (کبھی) میں اس کنے (سے) جاتا تھا قدم کن | کدہیں میرا کرے (بھی) گھر وو بی روشن[5]
کدہیں اینڑاؤں میں آس گھر لجا کر (آئے[2]) | کدہیں اینڑاوے وو بھی منجہ گھر آکر
کدہیں اس دھات (پنچاون) سوں نس سب گذرتے | کدہیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدہیں کئی ناسنے تیوں بات کرتے | ہلو[3] باتاں اشارت سات کرتے
کدہیں[4] دیکھ (کوئی) مکیاں میں دونوں آتے | یکس کوں ایک نظراں میں (باتیں) چراتے (ساتھ)
کدہیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار | پسار آنکھاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہیں دو | محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو

---

۱ میں جیں روشن وو بی ۔ د ۔ ۲ اس کے لجاگھر ۔ ا ۔ ۳ کدہیں ۔ ج ۔ ۴ کدہیں مل مسکتاں (ع) میں دونو آتے
یکس کوں ایک دیکھ نظراں چراتے ۔ د ۔ ۵ روشن ۔ د ۔ ۶ مسکراں ۔ ھ ۔

یکایک یو خبر زاہد کوں اپڑائے[1] | یوں اس کے دہیر چاڑی کوئی کہ آئے
نہیں کچھ خوب چاڑی کا ہے چالا | ہے چاڑی خور کاموں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں | نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفےٰ کوں
نہیں چاڑی علی کس تے قبولے | بزرگاں کوئی نیں چاڑی پو بھولے[2]
لگیا زاہد خبر سن تلملانے | اپس میں آپ پچھاڑیا غم سوں کھانے
حیا پر کا اڑیا، کرسن کو سرپوش | ہوئے اس ہوش کے طبقاں[3] فراموش
لکھیا ہے سو اپڑتا ہے و لیکن | رضا نیں جیو روُوے ہور تپے تن
پڑیا سو شرم کا گھر نکل کر | دریا غیرت کرا آیا ابل کر
لیے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں | اچائے[4] سواری کے آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم | خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں پنہا | وو جا حجرے میں خلوت سوں ہو تنہا
کھڑا ایک پاؤں پر ہو سرو دھات | پسار اپنے دو ہت[5] جیو داکے پات

---

۱ د۔ ۲ تو بولے۔ د۔ ۳ طفلاں۔ د۔ طبعاں۔ ج۔ ۴ حمیت کے اوچا آگے جیباں۔ ھ۔ ۵ ڈال۔ ج و ھ۔

منگیا صورت ہماری ہو نے تبدیل　　منگیا[1] صورت ہماری ہونے تبدیل

تھے رحمت کے کھلے اُس دن کواڑاں　　۱۴۷۰　کھلے تھے فیض کے اس چھن کواڑاں

دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی　　سپہر میں ساتوں[2] انبر کے گذر گئی

اجابت کے نشانے پر لگی سو　　قبولیت[3] کے نشانے پر لگی سو

ہوا میں مانی کسوت سوں بلبل　　ہوئی زاہد کی بیٹی صورت گل

رہی ہے تو تے منج میں دردناکی　　گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی

ہے منج[4] میں تو نے سنبل کے منن تاب　　دو نرگس کے منن ہے تو تے بے خواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر　　کہیا یوں مختصر اس دتھا سوں کر

کہوں کیا میں تنجے معلوم ہے سب　　مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

در بیان صور اصلی یافتن معجزہ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہ ہات میں اپنے
پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکل انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد[5] کیا کر　　خزینے[6] دار کوں اپنے بلا کر

---

۱ خدا کے کام پر نیں قال ہور قیل۔ ھ۔ ۲ سات۔ ھ۔ ج۔ ۳ قبولی کے نشانے۔ ھ ۴ دھروں میں۔ د۔ ۵ یاد آکر۔ ا، ج۔ یاد لاکر۔ ھ۔ ۶ ترت وہیں اپنے خازن کوں۔ د۔

کیا، جا اس انگوٹھی کوں لے کر آ　　دعا جس میں لکھیں ہیں جیو اثر کا

اگر ممسوخ[1] پر اسکوں پھراویں　　تو صورت میں اول کی پھر کراویں

دو شہ فرمایا نیوں جا بیک خازن　　کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اول پکڑ کر　　وہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑکر[2]

گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا　　دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں تھے جیو اول دو　　ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ئیک تھے صاحب جمالاں　　یکس تے ئیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونو کا سنجھا موں　　کہ یو لیلی اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد　　مگر ایسچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا　　کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہو[3] بھو دل شاد　　لگیا لب کھول ہسنے پھول کی ناد

ننجے کر ناہوں میں کر نار سجدا　　کریا شہ شکر کا دو بار سجدا

اول باری ہوئیں پھر کو آدھم　　اثر کرنا اہے دو جا سو خاتم

[1] ممسوخ۔ ج۔ [2] پھڑکر۔ ا۔ [3] ہوکر بہوت شاد۔ ا و ج۔

دونوکوں شاہ پھر دکھلانے کوں جاؤ کیا چاد اس سوں دونوں کو ملا بھاؤ[1]

مراتب یک بڑا دے[2] کر اسے شاہ حضوریاں میں اسے جاگا دیا شاہ

صُبا اُٹ شہ کی وو خدمت منے آئے قِصّہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان پادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے بچن یک خوب کہ منج تے

کہ جس سوں دفع غم ہوے اچھے بھی راحتِ جانی

جو کوئی دھرتا ہے[3] باتاں کا فرا کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس[4] اس حضوری کوں کیا راج تو قصہ بول یک مجھ سامنے آج

جو اچھنا عشق کا کچ اس منے کام کہ کاماں عشق کے ہیں سب نتیجے فام

پرت[5] ہور بھوگ کے اچھنا یو دو کہ یو[6] دو لذتاں ہیں تجکوں روشن

ادب سوں شمع کے منے کھڑا ہو حکایت سوز کا یک یو کہا وو

---

۱ ملا بیاہ۔ ۲ وے، بڑا اس کوں کیا۔ ج۔ ۳ اہے فہم و فراست۔ د۔ ۴ دن۔ ا۔

۵ برہ۔ د۔ ۶ اس فن کا ہے تجہ پر حال روشن۔ ج۔

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل
سر سب[1] دل کا بل اس پر تھا مسلم بونداں مینہہ کی دسیں نس دل انگے
بزرگی میں سورج تے محتشم تھا اُسے ذریاں[2] ستی اگلا حشم تھا
وو شہ یک دیس مجلس کوں بھرا کر جو بیٹھا تخت کے اپرال آ کر
خبر[3] اپڑائے لیا ایسے میں شہ کوں کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
کہ یک کوئی چین کا آیا ہے نقاش پسچہنر نقش لکھ لایا ہے نقاش
سنیا[4] جوں شہ یکایک چین کا ناؤ پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤ
وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگین گیا تھا ملک لینے چین ماچین
خبر نیں[5] آئی تھی کئی دن تے واں کی سنی نیں گئی تھی بات اسکی زباں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں ہلکا کہاں بیٹھا ہے[6] لے کر ملک بلکا
سپہ[7] سالار اوپر بدگماں ہو اندیشے سوں دیا شہ جیوں کماں ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں بیس کہ جانا ہے لئوا جیو میاں میں بیس

[1] ا۔ مصرعہ اول موخر۔ [2] دریا۔ ا۔ ذروں۔ ھ۔ [3] ا۔ مصرعہ اول موخر۔ [4] شہنشا جو سنیا سو۔ د
[5] آئی نہ تھی۔ د۔ [6] کی وو۔ د۔ [7] شہنشا سر بسر اس بدگماں ہو۔ ج۔ شہنشاہ بھوت اس پر بدگماں ہو۔ ا

جو کوئی پھیر پھیر کو بدلاوے امیاں — تیراں[1] سار اس کوں کرنا ہور قرباں

جو کئی اپکار بس کا نا کرے یاد — فلک جھیلوا سے جیوں زنگ کیے ناد

اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر — ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر

حکایت بول کر یک دفعہ کر غم — توں دل سوں ہر سند یو رفع کر غم

اول تے وو سمجھتا تھا حکایت — مناسب سات بولیا[2] یک روایت

حکایت نقل رُوح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو

سکانا تھا اسے خوں کے منتر سوں نقل روحانی
سکھانا

قلم کرتا ہے نقل ایسے فن سوں — کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں

کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا — ہنر ہور فہم کے بی[3] دور میں تھا

انتھا وو معتقد جوگیاں سوں اُم — ملے وو خاک کے بھوگیاں سوں دائم

تھے[4] جوگیاں بہوت اس کے اعتباری ۶۹۰ کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

---

۱ تیراں بار ج۔ ۲ بول لیایا۔ ۳ کی، لئی ذور۔ ج۔ ۴ دھرے جوگیاں کے دل میں دوستداری۔

ستیا تھا دو[1] سنتی کا یوں وو پایا　　　سو یک دن ایک جوگی کہیں تے آیا
لگا کا ناں کوں مدرے[2] ہور چکر لے　　　سکی یک ہت میں یک ہت میں کھپر لے
ہر یک مدرا[3] سو جیوں سورج چندر تھا　　　کھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سکی جیوں[4] قوس قزح کے سار رنگ دار[5]　　　کھپر تھا اس کنے خوش[6] دلو کے سار
لگا کر ابر اپس تن اپر خاک　　　دسیا یوں بھیس پو جیوں اتریا ہے افلاک
اپے[7] جا کر کوں لیایا شہ بلا اس　　　لگیا احوال پوچھن بیسلا اس
کہ کاں اچھنے تمیں کس ٹھار تے آئے　　　کرم[8] تھا جو درس ہم نا کوں دکھلائے
کیا جوگی کہ اے شاہی[9] کے مانے　　　ہمیں ہے کون آنے ہور جانے
جو کچھ کرتا سو حق[10] کرتا نہیں ہور　　　ہے ہات اس کے ہماری نا کی ڈور
بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب　　　کیا گھی[11] دود اس کوں روز راتب
دیکھیا سو شاہ کا[12] جوگی بہو پیارا　　　کیا میں پی کروں یک اس پر اپکار

---

[1] اس روش کا شاہ ۔ ج ۔ [2] سندری ۔ ا ۔ مندری ۔ ھ ۔ [3] سندرا ۔ ا ۔ [4] سینگی ۔ ھ ۔ د ۔ میں مصرعہ اول موخر ۔ [5] عالی' د ۔ [6] جیوں دلو خالی د [7] اپیں جا شاہ لایا گھر بلا ۔ د ۔ [8] زہے طالع کرم جو تج یو فرمائے ۔ د (اصل) کرم تھا یو جو درسن ہمنے ۔ ا ۔ [9] سائیں د و ل ۔ [10] نیں کرتار بن ہور ۔ د ۔ [11] گھیو ۔ ا و ھ ۔ [12] سوں ۔ د ۔

منتر سکھلایا یک کاڑ کر بید　　انھا جس میں جو نقل روح کا بھید

منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا　　منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا

وزیر اس شاہ کن تھا ایک کامل　　ہر یک[1] تدبیر میں تھا بہوت فاضل

قضارا اس دناں میں یک کیا کام　　کھڑا سو یک آیا دے سرانجام

کیا شہ اس پہ ہو کر بہوت (سخت) خوش حال (دلوں)　　جو کچھ منگنا سو منگ اے نیک اعمال

وو پھر یوں شہ سوں بولیا سیں ہیں دھر　　تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر

کرم بخشی توں اتنی لئی کریا ہے　　منگوں کیا تیری دولت[2] سب بھریا ہے

ہنر جو شاہ اس میانی (زیادہ) سکے ہے　　جو نقل روح ازمانے سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم　　نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم

ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان　　نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان

نظر رک مجہ کمینے کے اپر شاہ　　عجب نیں ہے کریں تو اس سوں آگاہ

سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات　　لگیا اندیشنے لاگال کوں ہات

کیا، ہیں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں　　دیئے نیوں ہے موں ہیں جانیں شہا کے پاؤں

[1] ہنر۔ د۔ [2] تے۔ ا۔

یو مایا یوں ہے دنیا اسکوں انپڑ　　کہے تیوں ہے پتہ آپا انوں پر پڑ
بکٹ[۱] یوں ہی یو بات اس کوں دکھانا　　ہے جانی سوں بڑا کوں جیوں بانا
ولے بوجیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر　　مری بخشش سوں دل اپنا نگو کر
نہ[۲] بولوں گا تو آتی ہے دروغی　　دروغی میں ہے خاطر بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا گے　　جگت میں کون شاہاں کوں پتیانگے
یو باتاں شہ سمجھ لے کر سب اول　　کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پر دھیان کی تیر بول
وو سکتی کینہ ور ہو کر دکھیا سو فعل شیطانی

ہوسناک اس بچن کا اٹ ہوس دھر　　لگایا بات کے پنچھی کوں بیوں پر
گوی تے شرق کی جیوں سور[۳] کا باگ　　جو لکھیا مون اپنے تازیا آگ

۱؎ اہے یو بات یوں اسکوں سکھانا۔ د۔ ۲؎ نہ بولوں تو جیوں گا جو جھوٹ ... سوں گا گوکھوٹا۔
د۔ ۳؎ خورشید د۔ گوئی شرق تے۔ ا

ہرن مہتاب کا کھایا[1] دیکھ اس رم ۔۔۔ جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم
نکل کر باز آیا سور کا جب ۔۔۔ ستاریاں کے اڑے[2] مرغابیاں سب
کیا شہ صید کا اس دیں آہنگ ۔۔۔ چرندے ہور پرندیاں کا دیکھن رنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر ۔۔۔ خیال ایسے ترنگ پر سار ہو کر
چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات ۔۔۔ اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات
پہر حال اس[3] طرف تھا ایک جنگل ۔۔۔ اتھے بار اس دناں میں پھول ہور پھل
تیا وو ڈاٹ تھا جنگل جو کھول انک ۔۔۔ نہ تھا قدرت سرج کوں دیکھنے جھانک
وسے وو اس روش جو بھیر چھا کر ۔۔۔ کھڑا یا ہے کیا مگر اسمان آ کر
اگر بارا کدھیں واں نیں کر جا ۔۔۔ تو آوے[4] سیس کوں واں بیں کر جا
کہ چھپایا تھا سو بن چار وکدھیں ۔۔۔ سہاویں دیسیا سب کوں گگن ہو
وسے یوں ہو کہ پھول اس ر سارے ۔۔۔ گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
وسے پنکھا کے یوں اڑتے سو واں دل ۔۔۔ چلے[5] جیوں تول سو بارے کے باد ل

[1] کا کھانا دیکھ ضیغم۔ ج۔ [2] کوں بگولے اڑگئے۔ ج۔ [3] ایک تھا اس ہتھار۔ د۔ [4] تو آوے کاہ سرکوں بیس کر جائے۔ د۔ [5] چلے جوں باد کے تولاں سوں بادل۔ د۔ اصل متن۔

زمیں پروااں کی بستے تھے چرندے — گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا — نتاریاں سوں چندر بادل نیں بیٹھیا

ہوس کا درس از بر کرن ہارے — سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے

کُتیاں[1] کی پیٹ تے جھولاں کو کاڑے — چیتیاں کے گل تے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشان کی تختیاں بی اتارے — چرندیاں میں اچانے کوں دھولار ے

ہرن چیتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ — ۱۴۰، لگاوے ٹھونک پیٹاں دیں ہوئی دوڑ

چیتے دکھلا کے اپس کر غلولے — پڑے ہرناں[2] پہ ہو تو یاں کے گولے

سیہ گوشیاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش — ہوئے[3] بے ہوش کر ہوشاں فراموش

کُتیے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں — اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں — کماناں تے جو تیراں چھوٹتے ہیں جیوں

چیتے[4] سب تن کے پیٹکیاں سات کالے — دسے یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے — ہلوں نزدیک چھپتے[5] دشت جیوں آئے

---

[1] چیتاں ۔ د ۔ [2] چیتاں ا و ھ ۔ [3] د میں یہ مصرعہ اس طرح ہے: ۔ کیے یک دھرتے ہوشاں سب فراموش ۔ [4] چیتے تن پر کے ۔ ا ۔ [5] چلتے جیو جتی ۔ د ۔

کُتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں   چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں

ہر یک اونچی نواںیاں میں ہے یک بھٹار   جنگل کے وحشیاں کوں یوں سٹے مار

لگی بہنے ندیاں لھو کی وہاں سب   زمیں لھو سوں چکڑ ہوئی جاں تہاں سب

پڑے دیکہ جانور بھُبیں کے اپڑواٹ   حمل تھا ہٹیا پکڑ اسمان کی باٹ

بچالے کر الیس کوں اس کھڑتے   چھپی پاتال میں جا گاڈ رتے

ہوا پر دیکھتے[1] پنکھیاں کے زور بال   چکائے پانوں تے بازاں ڈور بال

ہوس ناکاں دیکھا کر اپنے انداز   کئے چمکار کر بازاں[2] کو پرواز

کُلنگ انکھیاں پو تے سحر یا کی کاڑے   کنک ہوئیا[3] جو تھے اس فن میں گاڑے

بونا ہو کر بھی یک ڈھر لوک تھوڑے   چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

نزمتیاں ہور شکریاں ملکہ جھٹ پٹ   ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات[4] لٹ پٹ

ہلول پنکھیاں کے دکھلا دور تے موں   اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

وو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال   دعا جیوں کاملاں کی جاوے اپرال

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سوں وو مل   قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل

---

[1] دیکھنے د و ا۔ [2] باشاں۔ ج وھ۔ [3] پنکھیاں میں یک طرف تے شور پاڑے۔ د۔ [4] جہٹ۔ ج۔

سنے پر نوک دہر پنکھاں منے ڈھانپ — لگے سٹنے گلے جنگل ستی چانپ
پنکھیاں کے باؤ ہور پنکھیاں کے لھوسوں — دسیا ہوں ہور بارا ہو کہ سب کوں
ہما دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں — رھیا کس کی نظر نا پر کو ڈرسوں
دیکھت مرغاں کوں ساری سو بھاگے — چھپیا سیمرغ جا کہ قاف میانے
ہوا واں کا پرندیاں سا کرصاف — زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف
ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب — پھرا واں تے لے شاہی کے مراتب
کریا سو آخر اپنا کام تقدیر — پڑیا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر
پڑیا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر — قضا کیسی کھڑی دیکھو تب اس سر
وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی — زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی
یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو — پڑیا ہے یک ہرن جیوں آپنا کھو
رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی — نہ تھی کچ تن منے دم کی الیالی
ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا — تتی ساری تھی اما تیل نیں تھا

---

[1] چونچ ۔ ھ ۔ [2] ٹٹنی ۔ ا و ھ ۔ [3] کا ۔ ج ۔ [4] کیا ۔ د ۔ [5] ایسا ۔ ا
[6] آبالی ۔ ج ۔ الہالی ۔ د ۔ ابھالی ۔ ا ۔ [7] تن ۔ د ۔ [8] وغیرہ ۔ ک ۔

کہا شہ تن ست آپنا اس منے جانو | ہنر کیا ہے سو بار آج از ماؤں
جنگل پکڑاوں ٹک ہرناں کوں رہا | پھروں لے پیت سو ہرنیا کو سارے
ہر یک جا آہواں کو دیکھ کہکساؤ | غزالاں کوں اپس کا زور دکھلاؤ
ہوس اس بات[1] جیوں من میں آیا | اپس کا جیو[2] ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا[3] جوں سیر کوں شاہ | چلیا پھرنے کوں جوں آسماں وو ماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں | سو لکھن[4] جیو کے اس پیرہن کوں
اُمس اس سلطنت کا دل میں آیا | حکومت کا ہوس اس دل میں آیا[6]
ولی نعمت پو اپنے ہو بد اندیش | بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کہ ذرّہ کچ حسد میں ۸۰ | سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یوں آیا | سُنے کے جام میں جیوں نس ہر بایا
جسد اپنا کھرگ سو توڑ کر ست | ہرن کر شاہ کوں شاہی کیا چٹ
جو سو رات آکہ اس کے دل میں داٹی | مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی
حرص

۱؎ دیکھکر جیوں شہ کوں آیا۔ د۔ ۲؎ ہرنا کے تن میں اپنا جیو۔ د۔ ۳؎ اچھلتا جوں چلیا شاہ
د۔ ۴؎ میدان۔ د۔ ۵؎ کوں جو پایا۔ د۔ ۶؎ ہوس اس سلطنت کا دل میں آیا۔ د۔ ۷؎ تل۔ ا

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ　　　نمک کھاکر نمک داں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری[1] کی سٹ دل تے صفائی　　　کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی
جڑیا[2] سو ہات شہ کا پاک تن وو　　　سلیماں ہو چلاویں اہرمن دو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے　　　ہلوں دیں[3] تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وہ بدگہر واں تے محل میں شہ کی رانی کن
سمج اس کی خصالت کوں[4] ..... تھی اپس رانی

تھی رانی شاہ کوں یک سنو نہتی نانوں　　　چندر سورج کدہیں دیکھے نہ تھے چھانوں
نہیں پکڑی تھی وو گھر کی کدہیں باٹ　　　نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر باٹ
کدہیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جائے　　　دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرمائے
کدہیں لیوے کنگوئی جو کھولنے بال　　　نمونا ہے کہ پنچے کا دیوے ڈال
کدہیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل　　　اپس کے کھینچتی تھی مکھ پر آنچل

---

[1] بسرا پکار دے۔ د۔ [2] مبارک تن جو ہات اس کے چڑیا سو۔ ل۔ [3] وو، د۔ [4] یہاں جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔

سدا شاکر تھی اس کی گت پو بیبیاں　　　سنواں کھاتی تھی اُسکی ست پو بیبیاں
دوست کی ستو تھی او نار ناری　　　ستیاں کا مان ست سوں [1] کھنے ہاری
جو دیکھی وو چلن[1] ہور اسکی وو چال　　　کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال
کہ لگتا ہے مجھے وو شاہ یو نیں　　　سنبھالوں بار کمکن ہے تلک بیں
ہنیں وو خوب جو ہونا پشیماں　　　سنبھالے[2] کوئی دن تو کیا ہے نقصاں
وو کرنے[3] کوں جو آوے سیج پر چال　　　ہنر سوں دیوے ستو تی اُسے ٹال
غرض مندی کے لے آوے تو وو فن　　　کرے بھالے سوں دفع الوقت وو دہن
جڑیا سو دن یو دن ویں برہ کا بھا　　　اسے دکھلائی اپیں کر کو بیمار
نہ دی دوست پھری کس بات کوں راہ　　　پڑی برہے میں نس دن کھینچتی آہ
تھی آپس[4] میں اپے روتی و تپتی　　　رہی نرجیو ہوا اس جیو کوں چپتی
لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات　　　سنویاں تے کہتا[5] ہوں جیو کی بات

---

[1] چلنت ۔ ج و ھ ۔ [2] سنبھالے گر تو کیا اس میں ہے ۔ ج و ھ ۔ [3] سونے ۔ ھ ۔ [4] اپس میں آپ وہی ۔ د ۔ [5] کہوں اس شاہ کی ۔ ھ ۔

ہرن کا طیر ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر جیوں
پھر یک تدبیر سیتی وو دکھایا شکل انسانی

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا
رہیا تھا سب کسی سوں ہو[1] آ بھولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو تھا یوں
جو مشک اچھتا اہے نافے منے جوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے
گھٹے خونے جگر نافے کے نمنے
خونِ جگر

جھلکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپھی
بچکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپھی
بدکتا

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے
ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سکے درد دل کس سات ظاہر
غصے سوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی
دریغی سوں کہے یوں دل میں روئے

خدا اس کوں دیکو گا کیا بھلی باٹ
گیا ہے جن جنگل میں یوں کلا کاٹ

دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں پیش آ
برائی دل میں سنتی کیوں اندیشا

کرا اول کرم مجہ سوں دوستی کوں
کیا مجہ سرد آخر دشمنی سوں

سمج نیں تھا بلا یوں لاکو بھاگا[2]
ڈالے گا
بلا میں بھاد غا یاں دکوں جاگا
جائے گا

---

[1] ابولا۔ ا۔ [2] باگا۔ ا۔ عہ ھ

بہرحال اس سند چند روز تھا شاہ   سو دیکھا رے[1] میں یک طوطے کوں ناگاہ
نہ ہلتا ہے نہ چلتا ہے موا تھا   تمام اڑنے سوں کام اسکا ہوا تھا
دیکھ اس شہ دل میں لایا ایچ یو خوب   کہ طوطے سوں کروں میں اپنے مطلوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود   مرا اس کام میں بیگی[2] اچھے سود
گُندا (گوندھ) اپنے دل منے اس پات کا ہار   مدن کے نادراواں کا ہوا سار
جُدا یک زندگانی کا کیا سنت ۸۲۰ خضر کے ناد کیتا (طوطا) سبز کسوت
کر اپنی روح کا طوطی پہ سایا   زمرد کے نوے پنجرے میں آیا[3]
پھر اکر جیبس آ ہو کا ہو کر طیر   یکایک وہیں اڑا سو[4] ود سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر   پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور (جانور)
اسی کے گھر کے جا اپرال اتریا   وہیں باتاں منے[5] درحال اتریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں سجد ہو   لگیا کرنے کوں پھاندا استعد وو
تُرت راواں خیال اس کا سمج کر   اچا گردن، مونڈی (منڈی) کوں اپنی کج کر (پھندا)

۱؎ شہ موے طوطے۔ ا۔ ۲؎ شاید۔ د۔ ۳؎ بھایا۔ ا۔ وھر۔ ۴؎ ہو کر۔ د۔ ۵؎ ہیں وو۔ ا

کیا[1] یوں وو اپس کے راز کوں کھول — اٹھایوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈن ہار — ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں مج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہو اس پڑیا ہوں کام میں میں
ولیکن بیچ توں منج شاہ کے پاس — دو لک[2] ہن میں نہ دے گر کم ہو یک پاس
کر ایسا شرط را وو اس سوں ہر حال — کیا آپ سوں حوالے اسکو در حال
بچارا[3] وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اسکے تن میں جان آیا
شتابی سوں لیجا اس شاہ کوں دے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر[4] ایسی وو سن راوی کی گفتار — رہیا[5] حیران ہو وو شاہ مکار
مٹھی باتاں سوں اس کار کہ مٹھو ناؤں — رکھیا اس[6] سوں تی ہنی تھی جیس ٹھاؤں
شکر کی اس چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا
اتھا چند روز یاں واں وو راواں — دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

[1] مصرعہ اولیٰ موخر ہے۔ د۔ [2] نہ دے یک لک میں گر یک کم ہوئے۔ د۔ [3] ھ۔
[4] شکر ایسا سن اس راوی کے گفتار۔ ا۔ [5] تعجب ہو رہیا وو۔ د۔ [6] وو۔ د۔

کتک دن کنے بچھیں فرصت جو پاکر زباں آہستہ نرمی سوں اچا کر

کہیا اس وہن یوں آسروِ آزاد ۴۸ جوانی کا ہوا کے رنگ[1] بربادا

ہوا کے خم بنفشہ کے منن قد جو کرتا تھا سدا[2] اے سروکوں رد

کلی کے نادِ دل کے ہے تراتنگ گل سوری منن کے زرد[3] ہے رنگ

رہیا نیں زلف کے سنبل کرا[4] تاب گیا رخسار کے کے پھول کا آب

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر ہوا کے غم سوں گل کر دل ترا نیر

ترے دو نین کے دستے ہیں بایاں پڑے کیئے مہ کے نمنے مکھ پو چھایاں

جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ دیتی پھر کر جواب اس ونتا و ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات دیوانیں سو سہاوے کس سندرات

جو نیں جس کے اچھے گا موں میں تنبول وو کیوں (چراغ) کر خوب دستا مو (طرح) سوتوں بول

جو ناپھرتا اچھے جس تن منے دم کیوں اچھتا تو بچ اس کا یو عالم

برہ میں جیو دینا بھوت آساں ۵۰ ہے جینا یو برہ مشکل کر جان

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

---

[1] باغ۔ د۔ [2] سرواں کے تئیں۔ د۔ [3] ہے ترا۔ د۔ [4] ہے میں کچ۔ د۔

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں — ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں"

جو طوطی نے[1] اس ناری میں دیکھیا — محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپسے ڈھال کر ڈھال — کھیا سب[2] اس دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن[3] — لگیا اس آئے نیوں پھر تن میں[4] جیو

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں — لگیا اس آئے تیوں پھر کر سلیماں

عجب کچہ دیس راحت کا اہے وو — بچھڑ کر گئے سو یاراں آ ملے دو

ہنر لیتی ایس کے نفع کا پوچ[5] — لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا[6] طوطا وو یوں اس سبت بھری سوں — جیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے کن وو نلا جا[7] — اسوں یوں بول نیں[8] توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں یو جن — کہ دھر تا تھا وو نقلی روح کا فن

مہنچے[9] گا ہے دیکھیا تا تھا وو عاقل — دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل[10]

دیکھانے گر ہنر آئیگا تو کافر — موئی قمری کوں اس کے سامنے دھر

[1] بارے میں۔ د۔ [2] کھول۔ ا۔ [3] داماں۔ ا۔ [4] منے جان۔ ا۔ [5] بوج۔ د و ا۔ [6] کہیا طوطے نے یوں۔ د۔ [7] اعاقی۔ د۔ [8] کہہ نیں ہے توں وو شاہ گیانی۔ د۔ [9] دکھانا تھا مجے گر گہ وو دانا۔ د و ھ۔ [10] توانا۔ د و ھ۔

کرے[1] جب روح کوں ناہوے تیوں فام | وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام
حرم میں یک دن آیا سو وو کول | سکی تھی[2] جس روش سو تیوں اٹھی بول
اچھل پڑ کر کہا حجت[3] اپر آ | توں کیوں منج آزماتی ہے سوا زما
ہوئی قمری کوں لیا کر درمیانے | متی سنتے ہیں جیوں کئی آزمانے
ہنر کا[4] اپنے دکھلانے کے تیں زور | سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور
وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھا | جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا
ترنت[5] جیو کوں اپس کے اس میں پاڑیا | پکڑ کر ٹانگ قمری کی پچھاڑیا
سلیماں کے نمن پھر[6] تخت بیٹھیا | خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا
کھڑیا سوں دکھ سراسر کھول کر موں | کریا اظہار اپنا حال سب سوں
دنیا پھر کر کری ساز عروسی | لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی
یکایک[7] کئی وزیر ایسے منے آ | اول مدح و ثنا شہ کا بجالا

---

۱ کہ اس کی۔ ج۔ ۲ سکی تھی تیوں سکی اس سوں۔ ا۔ ۳ محبت منے آ۔ ا۔
۴ دکھانے کوں ہنر کا آپنے۔ د۔ ۵ اس کا جیو در حال۔ ا و ج۔ ۶ ہو۔ ا۔
۷ ندیم ایسے منے یک شاہ کا آ۔ د ھ۔

کیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع — گیا بدبخت وو یوں ہو کہ ضایع

جوں یک شہ نحل کوں کئی عورت کیے ابرال — ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

(بھول کر کوئی)

یو سن کر بات شہ اس دھیر کر رخ — اسے یوں پھر کو پوچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں — گنوایا ہات سوں اپنے نگیں کیوں

(بھولا)

قصا سنتے پو ہے کر شاہ کا من — لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

(قصہ — سامنے — پڑ)

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت — وو ایسے حسن کا لیانا عبارت

داستان[1] سمن بر

صفت دلبر سمن بر کی ہمایوں تھا فِدا جس پہ
کہ جس کے حسن و خوبی کی ثنا کرتے تھے مالنانی!

کر نہارا دو جیباں سات تقریر — پرت کی بات یوں کرتا ہے تحریر

کہ یک کوئی شاہ تھا اول عجم میں — اتھا مشہور حاتم سوں کرم میں

خجل تھا اس سخاوت کے انگے سو — اتھا بخشش انگے شرمندہ سمارور

[1] عنوان از۔ ا ۔

جو کھولے وان سوں جب بات دانی　　ابھالاں رشک سوں ہوتے تھے پانی
کرم میں شاہ کا دیکھ گرم[1] بازو　　دھریں سر بھنوئیں لہو[2] کی آترازو
اپنا کچھ تھا سکت ان تخت ور کوں　　کرم سوں موم کرتا تھا پتھر کوں
کرم کا گرم تھا بازار اس سوں　　دھرم کا تازہ تھا گلزار اس سوں
اتھی اس بادشہ کوں ایک بیٹی　　سو لکھن بھاگ ونتی[3] نیک بیٹی
کہے کیوں کوئی اس کوں نیک دختر　　نہ تھی دختر اتھی یک نیک اختر
نہ تھی دختر ارم کی یک پری تھی ۸۹۰　　پری نیں تھی گگن کی مشتری تھی
نہیں تھی مشتری تھی نازنیں حور　　نہیں تھی حور سر تے پانوں لگ نور
صفت کرتے تھے ہر یک کوئی اما　　ولیکن حسن تھا اس کا معما
کنک اس چلبلی کے دیکھ کنتل　　لگاتے تھے چیراغاں ہور مشعل
کنک کرتے[4] اتھے دیکھ اسکے رخ کوں　　ایس میں آپ دست بوسی[5] خوشیاں سوں
نین ہور بال اس کے دیکھ کتنے جان　　برنگالی کے مل کرتے تھے ساماں

[1] زور - ج - [2] کریں کرتش لہوے کی آترازو - د - [3] سہتی - د - نیتی - ا - [4] گرتے تھے دیکھ اس کے بھنواں کوں - د - [5] دسبوسی - ا -

نظر پڑتی تھی جو نا سک سندر کی ۔۔۔ تو جاتی تھی سُدا اُڑ ہر یک بھنور کی

کتے تھے اس کے لب ہر کئی نجھاکر ۔۔۔ یو وو ہے جس گیا ڈھنڈ نے سکند

جو کئی باتاں سنے سو اس سندر کی ۔۔۔ ستے[1] بچاراں بنگالے کی شکر کی

گلا جو کئی سنے سو اس سدہن کا ۔۔۔ ہوس کرتے نہ تھے پھر نے چمن کا

ہنسی میں رین کوں آتی تو وو دھن ۔۔۔ کتے[2] موتی پروتے اس کے سامن

کتیاں کرتیاں انجھیاں اس رخ منے ڈیک ۔۔۔ لگا[3] کاجل کوں سو گی کر سیدھی ریک

کتک اس دھن کے موں کے سامنے آ ۔۔۔ دیکھیں مانگاں کوں پیشانی پہ پسلا

ستے[4] سو وصف جوبن کے بھلارے ۔۔۔ ہنر بیں یک ہنر اپنا بسارے

پچھانے گا وہی اس کی کمر کوں ۔۔۔ دیکھیا ہے جو جوانی کی نظر سوں

کھر ہور چال دیکھ ہر یک کئی کئے ۔۔۔ کہ دو صندل کو کیوں یک ٹھار پر رہے

کتے تھے دیکھ کر ہر کوئی وو قد ۔۔۔ ہوا ہے جس سوں سحر سامری رد

---

[1] سفر۔ ج و ا۔ ستے راہاں بنگالے کے سفر کی۔ ھ۔ [2] پروتیاں تھیاں کتیاں بوت ...... ا۔ سکھیاں موتی پرو بیویں اسی جھن ۔ ھ ۔ [3] لگا کاجل کو سو گی کے سدی ریک ا۔ [4] صفت سن اس کے جوبن کی بھلارے بڑ رکھے گند تے تھے گینداں ہاتھ سارے۔ ک ۔

چرن نازک ہر یک کوئی اس کے دیکھ کر | لگانے جاتے تھے لے اپنے سر پر
گر آوے نیبر کن وونس کوں پھرتی | تو کھلتے تھے کنول سب ایک دھرتی
سو دھن کی یاد کر نا سک کوں پھر پھر | بھنور بیتاب ہو پڑتے تھے گر گر
سو لکھن[1] نانوں اس کا تھا سمن بر | انھا اس زلف سوں عنبر[2] معطر
جو تھا مکھ نور بے اندازہ اس کا (نیک بخت) | پڑیا تھا شہر شہرے آواز اس کا
دیا سو نور اس کا سور کوں نور | ہوئی یو بات ملکے ملک مشہور (ملک ملک)
سنے یو بات لوگاں جو کدھن کے | جو تھے پورب پچھم[3] اُتر دکھن کے

بیاں عشق کے ہمایوں کا ہے اس معشوق سے ملیا
یکن کا روپ یک دیکھ کر ہوئے سو عاشق جانی

کتے یک مصر[4] کا تھا شاہزادہ | انھا صورت میں یوسف سوں زیادہ
نزاکت میں رخ اس کا تھا جو یک پھول | دو ملکے (بلکہ) پھول تے تھا خوب مقبول
مکھ[5] اس کا تھا رکا[6] جیوں شمع خوباں | تھے پروانے تس اوپر جمع خوباں

---

۱ مبارک ۔ د ۔ ۲ سنبل ۔ ج ۔ ۳ پچھم اُتر دکھن ۔ ج ۔ ۴ میں ۔ د ۔ ۵ کتنے تھے مکھ کوں اسکے شمع خوباں
ھ ۔ ۶ بلکہ ۔ د و ا ۔

صفت اس مکھ کی کرنے کو کسے حد بلند تعریف سوں تھا وہ بلند قد
اسوں تھی نت سرگ کی کارسازی اسوں تھی سرو کی جم سرفرازی
ہر یک کئی دیکھ بھواں کی اسکی تقطیع کہے خوبی کے فرماں کا ہے توقیع
دسیا سو اس کے مکھ پر تازہ ریحاں لگیا ریحان دیک اس ریحاں کوں ریحاں
خدا اس کوں دیا تھا خط میں توفیق کیا تھا خط سوں اپنے نسخ تعلیق
دیکھت دو خط ہوا سب پر محقق لکھیا ہے صنع کار[۱] اقسم محقق
کہے ہر کوئی دیکھ اس خط و رخ کوں زمیں پر چاند اترا ہے کھلے سوں
سہانا تھا اسے یوں مکھ اپر خط مگر کیا حسن کوں دیتے ہیں سر خط
جوانی کے چمن میں تازہ و تر دمیاں تھا تازگی کا سبزہ یکسر
دو سبزہ لب اپر اس کے دسے یوں خضر چشمے کنے بیٹھا اہے جوں
سیاہی یوں دکھے[۲] اس ادھر پر کہ جیوں بیٹھیاں ہیں چمٹیاں آ شکر پر
تھے دل کے نین اس کے خط سوں روشن جگت تھا تس کے فرح رخ سوں گلشن
نین دو ثلث کے تھے عین جیو صاد دیکھ اس ناک سک الف آنا اتھا یاد

۱ کاتب ۔ ۵ ۔ ۲ دسے ۔ د و ل ۔

دسن میں سین نہنا ہور لب ننھا لے　　علامت حسن کی ننھی اس میں سب لیے

سنیا وو جان جیوں اس نار کی بات　　سو آیا دیکھنا کر دل میں سو رات

جو آئی اس صفت کے پھول کی باس　　لگیا تس دیکھنے کا دل کوں وسواس
خواہش

اچا ہٹا[1] دل سو اس چو سار کا ویں　　چلیا ماں باپ ہور ہور یار کا ویں

دیا سٹ مال و دہن اس دہن کی خاطر　　خراب اپسے کیا اس دھن کی خاطر

مسافر ہو پرت کا گھر سوں نکلیا　　برہ وندی کے بھگی[2] ڈر سوں نکلیا

نکر فاش آپنا کس دھبر وو راز　　غریبی سات غربت کا کریا ساز

کری سو جوش دل میں عشق کی آگ　　ہو[3] وینا گی لیا سر اپنے وبتاگ

پرت کی لوٹ انگے ناچل کو چارا　　چلیا ماٹی اڑاتا ہو کو بارا

نہیں کر وصل کا اس باج تدبیر　　کیا رخ اس سندر کے ملک کے دھیر

مشقت سوں کتک نس دن چلیا سو　　بہر حال اپڑیا اس شہر کوں وو

وہاں جو دیکھتا ہے تو ہر یک ٹھار　　ہوا ہے عاشقاں سوں شہر گلزار

کتک رخسار کوں اس دھن کے دھیان　　کریں ہیں پھول کے نمنے گریبان
دھیاں لاکر

[1] اچا ہٹا۔ ج۔ اچا تنیا۔ ا۔ اچاٹا۔ ھ۔ [2] نہ کی۔ د، نسخہ۔ برواندے کے نہ کی۔ ا۔ [3] سو۔ د، نسخہ۔

کتنک سوسن کے[1] نمنے کر اُپر، موں   صفت کرتے ہیں اس کا سوز باں سوں

کتنک کر یاد اس دھن کے دہن کوں   کلی کے نادر ہے، تھے موندلے موں

کتنک اس دھن کے قد کوں دلمیں کر یاد   کھڑے ہیں پانوں پر یک سرو کے نا

کتنک بلبل نمن کر سُد فراموش   ہوئے ہیں ہجر کے غم سوں سیہ پوش

کتنک دھر دل میں اس غبغب کرا شوق   سٹے ہیں گل میں قمری کے نمن طوق

کتنک لے ناامیدی کا نپٹ درد   کئے تھے دم کو اپنے باد تے سرد

نہ رک سک ان ہی دل میں عشق کا سوز   محل کن اس کے جاتا تھا شب و روز

ادک بیزار ہو جینے سوں اپنے   ۹۵۰ جلے دل ہور جلے سینے سوں اپنے

صبا اٹ سوز سوں جا لے گگن کوں   اڑاوے آہ کی چنگیاں رین کوں

نین تے کالوے ٹھوکے بہاوے   شفق کے نادکر دامن دیکھاوے

کہے نت یوں اَمیرے بخت کے سور   اچھوں کو لگ نہ دیسے نین کوں نور

گگن تے حسن کے جوں چاند بھار آ   نین تے دور کر میرے اندھارا

چندر ایسا سندر دیکھلا کو رخسار   نظر سوں دور کر توں میری اندکار

---

[1] نمن کر دھن کدھن۔ ج و ھ

کتک دن یوں ہاں رونا اچھے جا ۔۔۔ نین پانی سوں مکھ دھوتا اچھے جا
جو طالع اس کوں دیکھے کھول کر آنک ۔۔۔ وو چنچل[1] ایک نس دیکھی اسے جھانک
ادھر تے ان بی دیکھیا سو یکایک ۔۔۔ ہوئے بیتاب دو نوں دل نہ رک سک
دو دھر تے تیر نکلیا سو نظر سوں ۔۔۔ گئے ہو صاف سیناں کے سپر سوں
نظر آرو برو جس تل سوں باندے ۔۔۔ پڑے جادو نو بی یکبار ماندے
نچھا آہستہ گھنگٹ کھول اس کوں ۔۔۔ اٹھی دھن نازسوں یو بول اس کوں
کہ توں[2] کاں کا ہے آیا کاں تے اس ٹھا ۔۔۔ اچالے عاشقی کا سر اپر بھار
نہیں ہے خوب یوں اس ٹھار آنا ۔۔۔ اپس کوں سب میں رسوا کر دکھانا
سنیگے گر میرے ماں باپ یو بات ۔۔۔ روا رکھے نہ تجہ منج کوں کسی دھات
بچالے[3] جا اپس اس ٹھار تے توں ۔۔۔ ہو فارغ اس بلا کے بھار تے توں
دیکھی عاشق کو اس دھاتوں سوں کس کر ۔۔۔ پرت کی دھات کی باتوں سوں کس کر
کسے بن بھی سمج ہوتا نہیں زر ۔۔۔ سمج ہوئے بھی اس کسنا ہے بہتر
زباں سوں بولتی تھی گرچہ اس دھات ۔۔۔ ولے نیں وو سمجتے جیو کی بات

[1] سو دھن اٹ نازسوں۔ د۔ [2] کدھر تے کون تو۔ د۔ [3] بنجا۔ ا۔

سمجنے اس نہ دی ابیں سنبھالی	ولے دل میں اتھی اس تے اتالی
یو بات اس تے سنیا جیو وو پریشان	لگی موت اس کے آنگے بھو آسان
دل آزمانے کون جو اس کا وو دھن آئی	چھپا کر رخ پو کانل زلف دکھلائی
دیسا وو یوں کہ کرنے جیو آسان	خنجر کوں ناز کے جانوں دیتی سان
لگیا وو یوں اسے جو مرغ دل کا	بغیر دانا پڑے جیوں دام میں جا
کری سو نازسوں ٹک بات وو دھن	ہلوں دیکھ اس کو وہیں تھرکاتی نین
یو باتاں جیوں سنا وو لاابالی	ہوا رنگ زعفرانی جا گلالی
کیا اے موہنی آ عشق تیرا	دیا ہے دل میں میرے جب تے ڈیرا
نیٹ دی ہے منجے بے قوتی بات	صبوری کی چھٹی ہے ہات تے نات
پرت تیرا ہوا ہے مجھ سوں لٹ پٹ	لیا و تنا گ سر راحت دیا سٹ
لگیا سو باو منج تیری پرت کا	پڑیا ٹٹ گرسنوں دل کی سکت کا
ہے میرا باپ گرچہ مصر کا راج	ولے انکھیاں مری ہیں رو دنیل آج
مراتو نانوں ہے گرچہ ہمایوں	ولے برھے سوں تیرے دل ہے پر خوں

لے تھرکائی۔ ا

سنی تھی ناؤں وو اول سوں ناری　　سمج کر بھی لگائی چھپ[1] سو یاری
کیا منج حسن تیرا غائبانا　　کیا دل سوز میں سٹ کر دوانا
ستم تیرے بدل ملک آپنا چھوڑ　　رہیا ہوں زندگانی سوں بی مکھ موڑ
کہی "توں یک چمن کا ہے جدا[2] پھول　　میں یک بن کی کلی کنولی ہوں مقبول
تو نا محرم اہے میں ہوں حرم کی　　اہے تو مصر کا میں ہوں عجم کی
اہے یک برج کا توں سور جوتی　　ہوں میں یک درج کی سو ڈھال موتی
تری سچ ہے، مگر کیوں بات جانوں　　سچا عاشق ہے کر تج کیوں پچھانوں
سمجنا کیوں چندر[3] ہے یا ہے تارا　　پرت میں[4] کیا توں آ وڈھا ہے کہ سارا
کتے عاشق نہیں سو چپ کیے آتے　　طبل کے ناد خالی شور او چاتے"
سنیا سو ہوش سٹ پھر ہوش میں آ　　کہا اس دھن سوں یوں پھر کر سوں اکھا
جو کئی مالک اہے تجہ صاف دل کا　　جو کئی خالق اہے مجہ آب و گل کا
جو کئی صانع[5] جو تیرا رخ کیا گل　　جو کئی ناظر[6] جو کتیا مجکوں بلبل

---

[1] چیپ سوں باری۔ د۔ یاری۔ ا۔ [2] منجھل۔ د۔ [3] کہ مہ یا ہے۔ د۔ [4] کے نن میں۔ د۔ [5] اول۔ ا و ج و ھ۔ [6] آخر۔ ج۔

جو کُئی قادر[1] دیا تجہ زلف کوں تاب — جو کُئی قاہر کیا[2] سو مجکوں بیتاب
جو کُئی محسن جو تجکوں حسن دیتا — جو کُئی ناظر جو عاشق مجکوں کیتا
جو کُئی باعث جو لایا منج ترے پاس — جو کُئی صابر جو لیایا[3] وصل کا آس
ہے شاہد وو کہ میری جھوٹ نیں بات — پرت میں دل سوں لایا ہوں ترے سات
ایس کا ہے کگر منج جان لے توں — مری اس بات کوں سیچ مان لے توں
نچھل ہوں منج میں ذرہ غل و غش نیں — کہ تیرا عاشق جاں باز ہوں میں"
دیکھ[4] اس میں عشق کے چالے وو بالی ...! اتر کر[5] آہلوں سینے سوں لالی
ہر یک[6] میں کاں جو ہے ایسے وو چالے — پرت کے سر بسر دیکھ اس میں حالے
سچا عاشق ہے کر اپنا بچھانی — اپے بی ہوئی دیوانے کی دیوانی
جگت سوں اس کے نمتے[7] پار کی ہوئی — انے بی بار نی اس یار کی ہوئی
سکیاں سوں[8] اپنے تو یکبار گی ہوئی — اپے بی بار نی اس یار کی ہوئی
ارم کی اس پری کی تس پرے سوں — گمت ہونے لگیا کیں آسرے سوں

[1] قابض۔ ا و ج۔ [2] جو کیتا۔ ج۔ [3] دیا مجہ۔ د۔ [4] دیکھی سو اس میں یو۔ ج۔ [5] لگی رونے کوں سر۔ د۔ [6] د۔ [7] اس کے نمتے یار۔ ا۔ [8] پری سوں تس پری کوں۔ ج۔

ولے معلوم نیں تھا کس کے تئیں کچ — کہ کئی پکڑیا ہے اس بالی کے دو کچ

نہیں بوجی تھی کوئی دیتا ہوں کر کر — دغا دے کر دیا سو ان، اُسے کر

نہیں دیکھے تھے کئی وصن کا ہوئی ہار — وو بایا تھا گلے میں باسنو کے ہار

سُنے (سونے) کی ہے کہ نپلی دیکھنے گن — کسوٹی پو (ڈالا) کیا سو سیج کی پر آن

نہیں سمجی تھی کئی کیوں کر کسیا سو — ۱۰۱ پرت کی مجہ پہ خلوت میں گھنیا سو

اگرچہ ظاہرا ستے تھے تن دو — ولے باطن میں تھے مل ایک دل ہو

کتک دن تھے یکس پر ایک بند خیال — یکس کے ایک تھے درسن پہ خوش حال

چلے اس دھات سوں چوری کتے دیس — کپٹ (کینہ) سوں عشق کی زوری کتے دیس

ہوا یو راز سب عالم میں ظاہر — پڑی سو بات یو پردے تے باہر

کئے یک نس دونو مل مشورت یوں — بچارے آپنا دونو پرت یوں

دیکھے نیں لگ یکس کوں ایک نیں تاب — نہ دن آرام ہے نا رات کو خواب

اپس میں آپ رھیں خلوت منے مل — یکس سوں یک گلے لگنے سوں تل

---

۱ وو کسے کچ۔ ا۔ ۲ کہ کئی پکڑے۔ د۔ کہ کئی پکڑیا سو اس بالے کے دو کچ۔ ا۔ ۳ ہونے۔ ا۔ ۴ گھنیا۔ د۔ ۵ کہنیا۔ ا۔ ۶ میں۔ ج۔

جو آتے خوے[1] کدھیں چھاتی اپر تو	دو سگتے درمیانی جیوں ندی ہو
رھتے[2] جو گانٹھ چولی کے بسر کر	دو دستے درمیانی ہو کو ڈونگر
سنے یو بات خاص و عام سالم	سنے یو بات ناداں ہور عالم
سنے یو بات اپنے ہور بگانے	سنے یو بات دانے ہور دیوا
سنے یو بات آیاں[3] ہور بابا	سنے یو بات دایا ہور دادا
سنے یو بات پیراں ہور جوانا	سنے یو بات ماباں اور بھاباں
سنے یو بات تا مطرب و[4] ساقی	رہیا ہے شاہ یک سننے کوں باقی
غصالا[5] بھوت ہے اول تے وو شاہ	مبادا راز پر اس ہوئے آگاہ
نہ چھوڑے گا ہمن دونوں کو سارے	نہ رھے سے چپ بغیر[6] دونوں کوں مارے
کدھاں[7] لگ یاں اچھیں اس دھا کہ ڈرسوں	بھلا وو ہے نکل کر جاویں گھر سوں
اچھیں یک ٹھار جا کر یوں ہمن[8] دو	کہ جیوں اچھتا ہے مل کر پھول بن بو

۱ خوب ۔ ا ۔ خون ۔ ج ۔ ۲ رتنے جبکانت جوتنے کے بسر پہ ۔ ا ۔ ۳ اماں ۔ ا ۔
۴ تے ۔ د و ا ۔ ۵ رضالا ۔ ا ۔ ۶ ہماں ۔ د ۔ ۷ کتنے دن لگ اچھیں
اس دھات ڈرسوں ۔ د و ھ ۔ ۸ ہیں ۔ ج ۔

رہیں[1] تا بھانک کر یوں یک و طن میں — رتنا ہے جوت جیوں مل کر تن میں
کریں یوں دونوں مل یک ٹھا ربستی — رتی ہے جس سند سوں مے میں مستی
کریں پانی جگر کوں دشمناں کے — سٹیں انکھیاں میں ماٹی درجناں[2] کے
فلانے باغ کوں جانے رضا لے — صبا آتی ہوں اس بہار تے ضا لے
کہیا[3] ان بی اپلے آتا ہوں ملکر — وہاں تے جائیں مل دونو نکل کر
سجن[4] سوں جیوں اندیشی تھی وو پیا — کری وو ں باغ کوں آنے کے تیں پل
کہے[5] تیوں شاہ زادہ بی گیا تھا — وو راتے رات واں جاکر رہیا تھا
ملے یک باغ میں آکر پھر وو معشوق و عاشق جب
چلے پر ملک کوں دونو ہوے روے سہانی
سمن بر باغ کوں آئی[6] کہ سن باغ — بچھایا تھا چمن میں پھول چن باغ
چمن پھرنے کوں وو آئی کہہ مقبول — وو رستا[7] ل کھڑے تھے بار بند پھول

---

[1] اچھیں نا بچھانک ۔ د ۔ بہانک کر اوٹیک تے ہیں ۔ ا یا ہے خوب جوں ملکر تے ہیں ۔ ا ۔ [2] در میا ۔ د ۔ دشمناں ۔ ا ۔ [3] اول اچھے توں اس جاگے پہ چلکر ۔ د وھ ۔ [4] دوجے دل جیوں ۔ د ۔ [5] اسی دھیا نوسوں عاشق بھی ۔ د ۔ [6] آتے ۔ ج ۔ [7] آ ۔ د ۔

مدن مدکی مستی آتی کہ لالے — کھڑے تھے ہت میں لے مئے کے پیالے

چمن کے نرگساں آتی کہ وو نار — پسار انکھیاں رہے تھے نا پلک مار

نھنی ہوکر منتظر آوے تو وو دھن — دعا کرنے کوں وس جیبا سوسوسن

کلیاں[1] دھن کے دہن کوں کھول کر انگ — تھے چھپ کر دیکھنے پاتاں میں تھا تنگ

وو نیں[2] ہلتے تھے بن میں باسوں سرو — تھے دستے دھن کے قد کے ناد سوں سرو

ہرے ہور لال پیلے پات جھڑ کر — چمن میں ہر طرف ہر ٹھار پڑ کر

ہور نگیں تس چمن کا آب گینا — دسیا یوں جوں کرے ہیں بھر کہ مینا

بھنور پھولاں پو بیٹھے سو دسے یوں — کہ مکھ پر[3] گل رخاں کے خال ہے جیوں

پھر بن پھولاں پہ بلبل کھول یوں بال — کہ اڑتے ہیں پتنگ جیوں شمع ایرال

پیتمبر[4] باند پیلے پلکاں آئے — کنواریاں کر منجھی کیا اپس دکھلائے

کبینے[5] باند نوریاں سب سنواریاں — عروساں[6] کے نمن سرخاں نگاریاں

گلے میں اپنے قمریاں ہانس بھایاں — اپس کوں شاروال چکسے لگایاں

[1] گلاں۔ ج۔ [2] نہیں ہلتے۔ ق۔ [3] منجھل خوباں کے رُخ پر۔ ق۔ [4] پتنبر باند پیلی پیلکاں آئے کنواریاں کر منجے کیا اپس دکھلائے۔ ق۔ [5] کو بینی کبینی۔ نسخہ ق۔ [6] عروساں ہو کو جلوے کیا نگاریاں۔ ق۔ ہار پایاں۔ ا۔

مشینے[1] تن بھر اپنے لائے چندن   لگائے تھے کچل سو کیاں کھیچن
ہونٹوے آئے موراں ناچنے کوں   کرے تھے لال طوطیاں پالکھاں موں
دونوں کے وصل کی دیکھ شادمانی   چڑی تھی باغ کوں پھر کر جوانی
کری تھی شرط اپنے لال سوں جیوں   دوجے دن باغ کوں آنی کہے تیوں
اُسے[2] واں دیکھتی ہے تو وو چنچل   رہیا ہے پھول جیوں پاتاں کے اوجھل
نین نرگس کے نمنے کھول کر وو[3]   دیکھی اس سرو کوں بیٹھا اٹھا وو[4]
ملے[5] پھر وو کلی ہور پھول اس ٹھار   لگا کر شرط کا بھی تازہ گلزار[6]
صبا کے سار کے ترکیاں پہ ہو سار   اڑے ہو بلبلاں وو دونو چو سار
سنگاتن کوں سنگاتی لے کہ سنگات   چلیا ناٹھار کر بیں دیس ہور رات
تماشے دیکھتے ہر ٹھار کے خوب   چلے دونو وو طالب ہور مطلوب
النگ کر گئے کتنک ملک و ولایت   گئے ست کر کتنک بھی پاڑ پربت
سو آن پڑے شہر کوں یک جا کو بارے   اتھا[7] وو شہر گنگا کے کنارے

[1] مشتی تن پر۔ د۔ مشینے۔ ا۔ [2] سجن کوں دیکھتی ہے۔ د۔ [3] آنک۔ ج۔ [4] ہے ناچھانک۔ ج۔ [5] ملے ہر حال جیوں کیے یار۔ د۔ [6] بھی عہد و شرط محکم کر کو بک بار۔ د۔ [7] وو معمورہ ندی کے تھا کنارے۔ د۔

کتے تھے ناؤں اس کا شہر سندکر　　قراریوں تھا کہ وو ہے اصل ہندکر

تھے گھر پر گھر بتے[1] اس شہر میں ڈاٹ　　کہ واں بارے نیں تھا شخص کوں باٹ

نہ اس[2] خوبی کے آنے سک برابر　　گگن پر جا رہیا خجلت سوں کوثر

انھا نیر اس ندی کا دود تے صاف　　مٹھائی میں کرے وو شہد پر لاف

تچھل نیر اس ندی کا دیکھ جیوں　　سٹیا غیرت سوں دریا میں اپس کوں

دیکھ اس آب رواں کوں شط بغداد　　پڑیا غربت[3] سوں جا دریا میں آزاد

دیکھ اس میں خوب گن بیداو پنہاں　　چھپیا ظلمات میں جا آب حیواں

مدد منگتے تھے دریا اس سوں دائم　　دریا کا آبرو تھا تس سوں دائم

حباب اچھتے جو اس ابرار کے تھے ۱۰۰ اگر دیدے اولی الابصار کے تھے

ادھر پر کیف زنجیری پگ میں بھاری　　انجو عاشق نمن انکھیاں تے جاری

چتر چو سار راجا اس نگر کا　　وو پُرا لکار راجا اس نگر کا

کنارے اس ندی کے تھے کتک گھر　　چتاریا[4] تھا چتر سوں انت[5] بہتر[6]

---

[1] کہ بس دن، دن کے بس سہل تی انفی رات۔ د۔ [2] مٹھائی کے نہ آنے سک۔ د۔ [3] غیرت۔ ا۔ [4] سنواریا۔ د۔ ستاریا۔ ا۔ [5] اپ۔ د۔ [6] بہتر۔ ج۔ ع۔ د۔

کہ ہر کئی آ اتر نا کر مسافر ۔۔۔ رہے لگ عیش کرنا کر مسافر
کرے تھے واں ہر یک گھر کا نعین ناؤں ۔۔۔ انھا یک گھر سو "بیت العاشقین" ناؤں
مناسب دیکھ اپنے حال کوں وو ۔۔۔ رہے تس گھر میں جا کر عاشقاں وو
محل کے کھول کر کھڑکیاں ہر یک تل ۔۔۔ ندی کوں دیکھتے تھے شوق سوں مل
ندی پر بیس[1] دونو دیس سارا ۔۔۔ یکیس کے ہت سوں یک پیتے تھے سارا
صراحی گردناں ایکیس کی یک لے ۔۔۔ پیالے[2] لعل منگتے تھے ادھر کے
چمیاں[3] (جمع گردن) کا چاکنا کر چاکتے تھے ۔۔۔ کنا چاکیں بی پھر چاکیں کتے تھے
یکیس کے ایک تھے دیدار پرست ۔۔۔ چنتر پر ان ان اس چو سا پرست
خوشی سوں تھے[4] کتنک دن دونو اس دھات ۔۔۔ کھڑے نا بہانا کر کہیں دیس ہور رات
ہما یوں تھا بجد[5] اس بات کا سر ۔۔۔ جسے لگ کس پہ نا ہونا کہ ظاہر
چھپے اس راز کی باتاں کے گوہر ۔۔۔ بکھیرے ہر کدھر نیں گئے[6] تو بہتر

---

[1] بیٹھ۔ د۔ [2] پیالے منگتے تھے لیکن لب لے۔ [3] چمیاں کا چاکھنا چاکیں کی تھے۔ بیویں ہور پھر بھی چاکیں کہے تھے۔ د۔ [4] کتنک دن اس روش سوں تھے خوشی سات۔ د۔ [5] بجد تھا شاہزادہ کت یو کس پر۔ کسی دھاتوں نہ ہوئے فاش کہکر۔ د۔ [6] کیں۔ د۔

بسر جا کر سمن بر نے نصیحت سب ہمایوں کا
کہی سب حال اپنا سو اُس مالن سوں نادانی

سٹے جس ٹھار مشکل[1] لیا کہ تقدیر — کسی کا نیں ہے اس جاگہ پہ تدبیر

بہر حال ایک تھی کُٹی مالنی واں — کہ ہاراں پھول کے دیتی تھی جاباں

ہمیشہ بادشاہ کوں پھول نیڑا ئے (کوئی) — سمن بر کیاں بی پھولاں کوں لے کر آئے

کدھیں پھولاں کی لاوے لٹ گُنا کر — کدھیں موئے بندِ چوٹی[2] لاوے گند کر

کدھیں لیا وے نزاکت سوں تُرے گند (گوندھا) — کدھیں پروردہ کر کر لیا وے ہار گند (گوندھ)

کدھیں بالاں میں لیا پھولاں کوں بھاوے — اندھاری رات میں تارے دکھاوے

کلیاں کوں ان کھلی زلفاں منے جوڑ ۱۰۹۰ دکھاوے سنبلاں کوں آئے تیوں موڑ

دکھاوے زلف کے لیا طرہ درمیاں — رُپے کے گیند ہور نیلم کے چوگاں

بچھانے پر[3] بچھاوے وو چنبیلی — کدھیں نگرا کدھیں چنپا چنبیلی

بچھیا ناگل سوں اس چندر بدن کا (بچھوتے) — سہایا کر دکھاتی تھی گگن کا

---

[1] اس کل۔ ا۔ [2] چونڈے۔ ک۔ اصل۔ [3] ک میں یہ شعر یوں ہے۔

بچھاوے سیج پر لیا پھول ہر انس۔ کدھیں چنپا چنبیلی ہور نرگس۔

رکھی تھی اس کی خدمت میں سدا خیال — اپسے ہو مالنی کر اس کو بھول ڈال
سمن بر میں ہو راس میں تھا مروت — لگی یوں پوچھنے یکدن حقیقت
بلا لیوں مکھ پہ تیرے بول بالی — توں کس کے باغ کی ہے پھول ڈالی
توں کس باغِ ارم کی ہے پریزاد — اہے توں کس چمن کی سرو آزاد
فدا[1] ہے مکھ پو تیرے سب ہی ذات — ٹک کہ کھول منج باندی سوں یو بات
نصیحت[2] کر ہیایوں کا فراموش — سٹی اس راز پر کا کاڑ سرپوش
جچبی[3] سو بات کوں اس سوں اٹھی بول — کہ جیوں تھا تیوں کہی سب موں موکھو ل

ضرورت سوں کری تعریف مالن نے سمنبر کی
سنیا اس شہر کا شہ جیوں مست کر عشق او دھانی

قضا سنگتا ہے ہر یک کرنے جو کام — کراتا ہے پکڑ کر ہات وو کام
نہیں تقدیر کوں تبدیل ہرگز — قضا کوں حق کی نیں تحویل ہرگز
کہ یک دن مالنی گندنی سوں گل دیکھ — سمن بر اس کوں گند کر ہار دی ایک

---

[1] اہے قربان سب تجہ پر۔ ج و ا۔ [2] وو کر بند شاہزادے۔ د۔ [3] اٹھی اس بات کے تئیں رو برو بول۔ د۔

وو مالن وقت کر راتب کرا باد　　لے کر گئی پھول شہ کن روز کے ناد

جنگیری شاہ کوں سے سین بھیس رکھ　　ہوئی پنچہ پانوں پیں نا ہو کری سکھ

خوشی سوں دے خوشی کے پھول شہ کوں　　کھڑی رہی جوڑ کر ہاتاں ادب سوں

دیکھت گل شہ نین نرگس نمن کھول　　اٹھیا سوسن کے نمنے بول سوں بول

کہ توں کس دیس سے آتی ہے اس ٹھا　　توں نت لیاتی ہے گیند کر پھول کے ہا

کدھیں ہار آج لگ ایسا نہیں لیائی　　ہنر تیرا تو نیں سچ بول کاں پائی

اگرچہ بہوت غدراں سوں کری بات　　ولے غصے سوں بولیا شہ پھر اس سات

منجے ہے اسکے سیوں جو حکم سوں جس　　چمن میں ہر طرف کھلتی ہے نرگس

ہنسے[1] سوں اس کی جو ظاہر جگ میں کر صبح　　صبا کی بھیج مشاطا کوں ہر صبح

نگارے گلعذاراں کوں چمن کے　　عروساں کوں دلاوے جلوہ بن کے

اگر توں راستی سوں سرو کے دھات[2]　　نہ بولے[3] گی تو منجہ سوں راست یو بات

تجے اس بات کوں نل تل ملایا　　کروں گا ٹکڑے ٹکڑے پھول کے نا

١؎ سنوں اس کی جو ظاہر جگ میں کر صبح - ا - ٢؎ سار - ک - ٣؎ لیا سے سامنے تو راست گفتار - ک - عہ ک -

گدی[1] کوں چیر کر تیری زباں[2] کوں — بنفشہ کے نمن کاڑوں قفا سوں

کھڑگ[3] سوں توڑ کر تج قد کی ڈالی — دکھاؤں خاک کا رنگ کر گلالی

سٹوں گا کاٹ کر تج عمر کی بیل — کروں گا سر ترا دو پھانک ناریل

کھڑگ سوں بید کی کر تج ادارہ — کروں گا پھول نمنے پارہ پارہ

رسینا خنجر سوں نیلوفر کے کر چاک — دکھاؤں لہو کر لہو سوں تری خاک

جو دیکھی عذر کوں کیں نیں رچیا ٹھا — سنی سو تیوں کری سب سوں اٹھا

صفت کر شاہزادے کا بہو وفا — سمن بر کی چلائی حسن کی بات

سنیا سو بات اس کے حسن کی شاہ — رکیا یک عشق آ دل میں کیا راہ

کیا سو دکھ سینے میں عشق چکلاٹ (چکلاہٹ؟) — ہوا یک باٹ دل ہور صبر یک باٹ

کریا سو عشق دل میں ٹھار اس کا — منگیا جا دیکھنے دیدار اس کا

دیکھا جو شاہ اس کوں نپٹ بے ہوش بے دل ہو

پڑیا جا چاہ زنخداں میں دیکھ اس کے گال کالالی

محبت کے دریا کا ہے سو غواص — یوں آتا ہے لے موتیاں ان بندی خاص

---

۱ زباں د ۲ جفا۔ د۔ ۳ لھوے۔ ک۔

دریا پر نیل کے جوں سور کا طیر (سورج) لگیا کرنے کوں موسیٰ کے نمن سیر
گگن پر سور نکلیا سو دسیا یوں دریا پر نیل کے موسیٰ چلے تیوں
حشم فرعون کا ہو سب نتارے نظر میں سوں ڈبے سو جگ کے سارے
بہانا صید ماہی[1] کا کیا شاہ منگایا ایک کشتی خوب دلخواہ
وو کشتی[2] تھی توی جیوں چندر السی بہشتیاں کے تھی بلکے وو گھر ایسی
کتک لوگاں سوں مل شہ اس ابن بیٹھیا برہ سوں جل نہ سک کر[3] جل میں بیٹھیا
چلی پانی پہ کشتی باد کے سار فلک کے[4] ناؤ کس جا گے یہ ناٹھار
ہو کر گہ کج کماں کے جاو وبج سوں سیدھی گا ہے چلے جیوں تیر سج سوں
پڑی ٹک باری باری صید کی فام سٹے پانی میں مچھلیاں کے بدل دام
(ٹک یا ٹک؟) چلے پانی میں انکھیاں کھول جالے وو[5] جا مچھلیاں کے بیڑا گھر کوں گھالے
گہراں تے مار بہار ئیک ڈہیر کر بھائے گلے میں بھا کہ سریاں[6] کھینچکر لیائے
چلیاں نیساں بچھو کی ہو کے ڈانکیاں سویاں ہو کر گلے مچھلیاں کے ٹانکیاں

---

[1] مچھلیاں کے۔ او ج۔ [2] اتھی کشتی بھلی وو۔ ا۔ [3] جا۔ ق۔ [4] کلک۔ ا۔ [5] وجا لے مچھلیاں کے پرا کہر کوں ڈالے۔ ا۔ [6] اسیریاں۔ ا۔ لڑیاں۔ ھ۔

گئی نابود ہو پانی میں تے بام — رہیا نیں اس ندی میں کھول کا نام
منگے تو کیں مرل دارو کو رہی نیں — ڈھنڈے تو واں پدہن دستی نہ تھی کیں
کئے[1] ریچال کوں اس ٹھار تے دور — ہوے سب پر کلیاں رگڑے تلے چور
کرے[2] مچھلیاں کوں خالی اس[3] سندساٹ — نہیں پانی میں رہی مچھلیاں کی کیں ذات
گیا بس صید سوں ذرّا نہ کیں ٹھیر — چلیا واں تے سمن بر کے محل دہیر
جو آکر دیکھتا ہے شہ محل تل — سکا تے یال بیٹھی ہے وو چنچل
ندی پر سوں دسے دوگن کی سمدرو — کہ جیوں کوٹرا پر بیٹھی اہے حور
جو[4] کھولی تھی سو وو جو[5] سالار بالا — پڑے ہیں مکھ پو عنبر بار بالاں
دسے یوں اس نو رانی رخ اپر بال — کہ جیوں چھپایا ہے بادل چاند پر ال
دسے یوں اس چنچل کے مکھ اپر کیس — ملے یک ٹھار پر جیوں رات ہور دیس
دسے کنتل میں یوں چنچل کے نین — کہ جیوں جا لیے منے سنپڑے ہیں کھنجن
دسے بالاں منے رخسار آلی — کہ جیوں سنبل منے ہلکی سی لالی

---

[1] ہور پچالاں گیاں۔ ا۔ [2] کئے۔ ک۔ [3] روش۔ ک۔ [4] سٹی سو کھول۔ ک۔
[5] جیوں سار۔ ا۔

دسے اس کے ادھر یو رکنٹل اس وقت — کہ یو سو آبِ حیواں و وسو ظلمات

جو بن پر دھن کے یوں دستے تھے بالاں — کہ آپچھاڑاں یہ اترے ہیں بھالاں

نظر شہ کی پڑی سو وو پری زاد — ہوا ویں آپ خودی کے بند تے آزاد

نہ چل کر عشق کے موجاں سوں چارا — صبوری کا ڈبیا اسباب سارا

پڑیا گرداب میں برہے سوں دردا — گیا ناموس کا لنگر سے ہو پردا

ہلیا پیرت سوں دل کا ایک سکان — رہیا نیں عقل کا اس ٹھار اوسان

پرت کا دل کو ماریا دیکھ طوفاں — رہیا نیں عقل کا اس ٹھار ساماں

اتھا نزدیک جو لنگر ہوئے غرق — نہیں تھا دور وو گوہر ہو غرق

ہوے دیکھ حاضراں یو حال حیراں — لئے سب مل کو بارے شہ کو گرداں

جو تھے کشتی کے چاروں دھر خلاصی — دئے اس موج سوں غم کی خلاصی

محل میں شاہ کوں پھر لاکوں بسلائے — وزیراں تھے سو یک یک پوچھنے آئے

دسیا سو شاہ کا احوال مشکل — کہے یوں شہ سوں سب یکبار گی مل

۱؎ طوفاں سوں برہے کے چارا۔ د ۔ ۲؎ د میں نیچے کے شعر کے نسخے کے طور پر یہ شعر لکھا ہے۔ ۳؎ د میں مصرعہ اول ثانی ہے اور مصرعہ اول یہ ہے "نہ تھا کچھ اس میں قوم توستا میں فرق"۔ ۴؎ جو تھے تھا ۔ د

کہ ہیں شاہاں کوں واجب یو کتنے کام ۔ کریں کیا عرض ہے سب شاہ کوں فام

نہ جانا نیر پر کشتی منے بیس ۔ نکلنا نا منگل اپر ہبیس

نہ پھر نارات کوں نابول گرس ۔ نہ کرنا رات دن پیالے کی مجلس

سو اس کا ماں یو کئی شاہاں نہ جانا ۔ کہے ہیں عقل کے یوں پہلوانا

کیا شہ سب کوں یو معلوم ہے حال ۔ اگر کئی شہ کرے تو ملک پر چال

ہے ممکن دفع اس لشکر سوں کرنا ۔ اگر لشکر سوں نیں تو زر سوں کرنا

فاتما عشق کا سلطان عزت ۱۱۷۰ جو آوے ملک دل کوں کرنے غارت

منجے اس ٹھار کیا تدبیر ہے کو ۔ مرا اس ٹھار کیا تقصیر ہے کو

نہیں بھاتا ہے تخت و تاج مجکوں ۔ نہیں بھاتا ہے کچ خوش آج مجکوں

سٹوں کفنی میں اپنے آج گل میں ۔ کہ تا وو منہری منج آوے پل میں

منجے کیا کام آوے پادشاہی ۔ نکو گو آج تے میری درائی

نکوں منجکوں سٹو اس غلبلے میں ۔ میں اپنے بھانوں گا کفنی گلے میں

منجے ہوئے تو ہوتا ہے وہی دھن ۔ اگر نیں تو نکو یو مال صور دھن

---

۱ نچا نا مست ہاتھی پر اپر بیٹھ ۔ د ۔ ۲ ولے شہ عشق کا اوچا کو ڈھالاں ۔ ج د ھ ۔ ۳ کا کرنے نالاں ۔ ج ۔

ہریک دھاناں سوں میں کرتا ہوں یو کام   مرے ہاناں سوں میں پیتا ہوں یو جام
سُنے اس بات کوں جوں لوگ سارے   سبھ کر چپ رہے کئی دم نہ مارے
وساوے درد زہر اگر کہا شہ نے بچن فن کا
عجب کیا مکر افسوں سوں ہوئے ہو یو کام آسانی
ولیکن سب وزیراں میں وزیر ایک   فراست میں انھا سو بے نظیر ایک
کہیا جو کچھ کہے سو شہ ہے معقول   ولے مذہب میں تیں شاہاں کے مقبول
ہے واجب بادشاہاں کوں سنگینی   ہے لازم خسرواں کوں دوربینی
جو کچھ ہوئے کبھی ہمت کوں نہ سٹنا   نہ سٹنا صبر کوں دولت نہ سٹنا
شتابی سوں نہیں ہوتا ہے کچ کام   ہریک آہستگی میں ہے سرانجام
کلیاں آنے میں دیں کھلنے نہیں پھول   کھلے تو ہر کسے ملتے نہیں پھول
بلند آہستہ ہوتا ہے کنگورا   پنم کی رات ہوئے چاند پورا
اگر ہوئے تو منج کوں شہ کا فرماں   سر انکھیاں سوں میں اس فرماں کوں مان
رکھونگا تو تلک اس کام میں دل   ہوئے تا شاہ کا مقصود حاصل

١ شہ جو کہتے ہیں سو۔ ک۔ ٢ کہ تا شہ کا ہوئے۔ ک۔

ہر یک دھاناں سوں اُس تار کو توڑوں ۔۔۔ لے[1] کر تارے کوں اس نجہ مہ سو جوڑوں
کہیا[2] شہ اس کوں "سچ توں دور بیں ہے ۔۔۔ کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے
ولے نیں ہے کتے (کہتے) وو پھول بِن خار ۔۔۔ سنیا ہوں میں کہ ہے اس گنج پر مار
بڑے یک بادشاہ کا کوئی فرزند ۔۔۔ دوانا ہو دل اس کی زلف سوں بند
دے کر چھوڑ آپنا گھر دار یکبار ۔۔۔ لے کر آیا ہے[3] اس چنچل کوں اس ٹھار
وو چنچل بھی[4] لگا کر جیو اُس سات ۔۔۔ رہی ہے جورو ہو مل دیس ہو برات
اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا (نکال ڈالنا) ۔۔۔ ہلوں اس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا
دغا شہزادے کوں اُس دھات دینا ۔۔۔ اول حیلے سوں جیوں اس وضع لینا
جو وو دشمن[5] مجہ سوں آزردہ نہ ہوئے ۔۔۔ وو نازک[6] پھول پژمردہ نہ ہوئے
کیا پھر شاہ سوں وو حیلہ انگیز ۔۔۔ کیا یوں مکر کی وو آگ کوں تیز
ندی کے یک کنارے کوں اپی جا ۔۔۔ ضیافت کا مجالس کر مہیّا

---

[1] لے کر نجہ ماہ سوں تارے کوں جوڑوں ۔ ک ۔ [2] کہا شہ کئی زانیں ہم قریں ہے ۔ ہزاراں عقل پر تجہ آفریں ہے ۔ ک ۔ [3] کیں اس دھن ۔ ج و ا د ھ ۔ [4] کتے لاجوں سوں اُس سات ۔ سنگات ہو کو اچھنی کیں بی دن ۔ ج ۔ [5] من میں ۔ ک ۔ [6] وو گل ہے مجہ سوں ۔ ک ۔

بلاکر بھیجنا اس جان کوں واں　　اس یک دو دیس کے مہماں کوں واں

پلانا[1] دم بہ دم مئے پاکو بھانے ۱۲۰۰　ہر یک بازی لیا کر[2] در میانے

شرط بندنا اگر ہارے تو جو کئی　　ندی میں ڈوب تنگے آنگ جیو بھوئی

کنول کا توڑ کر یک پھول لیانا　　کنول کا پھول لیا سب کوں دکھیانا

نہ لا عذر اس ہماری بات کوں سن　　بہوت مشکل نہیں گر جان کراُن

قبول البتہ وو غافل کریگا　　کریگا تو بیچ آپی ڈب مریگا

نہنگاں کا ہوے گا لقمہ وو جاں[3]　　نہ جاتے تیوں رہیں[4] ہو واں تے انجاں

سمن بر کوں گماں آسے نہ اکثر　　سنم سوں اُس، ہمیں مارے میں لے کر

کرے تھے مکر سب دل میں دغا دینے ہمایوں کوں

ضیافت کی مجالس کر بلائے اس کوں مہمانی

پسند آیا یو اس کا شہ کوں حیلا　　ہوا روشن لگایا سو فتیلہ

ضیافت[5] کا دے شہ اس ٹھارا قرار　　وزیر ہور آپ مل کو ندے ہے جس ٹھار

---

[1] پلانا دم بدم مئے کے پیالے۔ بھی شہ شطرنج کی بازی نکالے۔ ھ۔ [2] واں تے لیا کر۔ ا۔ [3] جواں۔ ھ۔ [4] ہمیں ہویں۔ ا و ک۔ [5] ا و ج میں یہ شعر یوں ہے۔ ایس میں آپ دونوں کوں ندے ٹھار۔ ضیافت کوں مقرر کر کوں اس ٹھار۔

ڈبانے گھر بدی کی کھود کر چاہ بلا بھیجا اُسے اس ٹھار پر شاہ
محبت سوں ادک منظور رکھ بات ۱۲۱۰ کیا شہزادہ آسنہ سوں ملاقات
کریا تھا شاہ بزم آراستہ خوب (زیادہ) کھڑے تھے ساقیاں دو راستہ خوب
تھے بیٹھے مطرباں کر ساز و ساماں چھپے سو کھولتے نغمے کے رازاں
ربابال بجتے تھے تن تن تنا تن طنبورے بولتے جھن جھن جھنا جھن
پرت تے تھے حقیقت کھولتے موں ہے توں توں توں ہی توں توں توں ہی توں توں
دفاں ہور دائراں سوں جل جلاجل کتی تھی جھل جھلا جھل جھل جھلا جھل
مغنّیاں بیچ کر اول درو داں لگے گانے کوں مستی کے سرو داں
اے ساقی دے منجے وو بادۂ ناب مہیا جس میں راحت کا ہے اسباب
اے ساقی دے منجے وو آب گل رنگ جو لیوے اہل دل متی مراسنگ
اے ساقی دے منجے وو آتش تر جو جاوے جل کو غم کے بال ہور پر
اے ساقی دے منجے وو شور مستی ۱۲۲۰ جوانی پر کرے جو[1] پیش دستی
اے ساقی دے منجے وو بادۂ صاف کرے صافی پر[2] اپنی دل مرا لاف

---

1. جم - ۵ وا - 2. اس کے دل - ا -

دے ساقی وو شرابِ ارغوانی جو سُنی کوں کرے دل مہانی
دے ساقی راح راحت بخش منجکوں سدا اس سوں فراغت بخش منجکوں
سنج کر شاہ کا رخ ساقیاں آئے پیالے یک طرف تے دور میں لیائے
کھلے زلفاں ملی انکھیاں سوں ساقی دیکھیا وے حور دیکھے جس کوں ساقی
عجب ہے حظ یہ حظ راحت پہ راحت خوشی بے حد ہے شادی بھی نہایت
وو راحت نازنیناں کچ کے بیں آتا نہ وو حظ دل میں منے کس کے سماتا
عجب وو ذوق ہے ناکے میں آتا نہ دل میں شوق وو کس کے سماتا
کہوں القصہ میں بارے دو قصہ ڈبا شہزادے کوں مارسو قصہ
کہا[1] شہ شاہزادے دھیر کر موں ۱۲۳۰ خوشی کی مے کوں پی کر دل خوشی سوں
دونوں پیویں شراب عشرت انگیز اچھے تیزی منے جو آگ تے تیز
وہاں[2] تے بیٹ[3] کر شطرنج کھیلیں دنیا کی فکر یک دھر تے ریلیں
پتیا اس کینہ ور کوں شاہزادہ پیالے سوں پیالے لے کوں بادہ

---

[1] کہا شہ شاہزادے دھیر رخ کر۔ منڈل کا اوٹ تک "آنکھوں کوں پھر"۔ د اصل۔ نسخہ میں متن کا شعر ہے۔ [2] ہمیں اور تم دوئی شطرنج کھیلیں۔ ا۔ [3] بیٹھ۔ د۔

ڈبیا مستی میں وو بچھ اس کھا کو بازی سٹے وہیں درمیانی لیا کو بازی
کھدیا تھا یوں بندیا شہزادے سوں ہوڑ کہ تھا اس ھوڑ میں شہزادے کا موڑ
شتم کے فن سوں پھر کے اس کوں بھانے بساط اول سٹیا وہیں کھول میانے
فسوں سازی سوں رخ مہرکے سٹ سندے دو دھیر تس مہر یا صفا چھا
پچھیا دیکھ کرنے کوں وو زیر شہ کوں چلیا وہیں بیٹھوا کر شاہ رخ کوں
چلیا تیزی سوں میں جلدی کوں لے پیش کریا پھر شاہ بازی نازکی اندیش
کیا جوں دست لا اس کھیل میں شاہ اڑے سوں رخ کیا اڑا وو ناگاہ
شکست کرنے کوں شہ بازی منگیا سو بڑی کشتی سوں کیتا فیل بند وو
ولے یک بارگی شہ اس کیا مات کہ تھا اس مات میں شہزادے کا گھات
ہوئی جوں زیر شہزادے کی بازی بڑی جا بند اس آزادے کی بازی
ہے واں صدرنج کہ کئی نیں پچھانیا گھڑے گا یوں کہ منصوبا نہ جانیا

۱ے کھاگھ۔ ج۔ ۲ے وو شاہزادے کوں شطرنج میں ڈوباتے۔ بساط انجن سٹیا اس دھن کوں پانے۔ ۵۔
۳ے مہرباں کے کر۔ ا۔ ۴ے لاک۔ ۵۔ ۵ے آپ آ۔ ج۔ ۶ے وو بند۔ ھ۔ ۷ے مغلوب۔ ۵۔
۸ے وہیں۔ ۵۔ ۹ے شطرنج۔ ۵۔ اصل۔ ۱۰ے کرے گا۔ ا۔

ہوئی جیوں ہار بازی اس جواں کی ۔۔۔ کھری[1] رکھنے کوں بات اپنی زباں کی
کھڑے ہوشہ کے انگے جیوں کہ درپن ۔۔۔ کھنڈی کے ناد ننگا کر اپس تن
وفا کا شرط شہزادہ بجالیا ۔۔۔ تروندا ہو پڑیا پانی اپر جا
ڈبیا غواض کے نمنے یکایک ۔۔۔ لگیا گوہر[2] کے ناد یکبارگی تک
دیتی مچھلی یک اس کوں بطن میں بٹھار ۔۔۔ رہیا مچھلی میں وو یونس کیرا سار
سٹیا لے کر فضا مچھلی کنے اس ۔۔۔ چلی مچھلی وہیں لے مو منے اس
وفا سوں وو جیاو بسی جفا میں ۔۔۔ وفاداری سوں بانچیا اس جفا میں
وفا کہتے سو اھرت کا جھرا ہے ۔۔۔ جی[3] و یوے گا وفا میں جو گھرا ہے
وفا سوں خضر جیتے ہیں اجوں لگ ۔۔۔ لیتے عیسٰی وفا سوں عیش[4] کا جگ
وفاداری سوں ماہی کے شکم تے[5] ۔۔۔ نکل یونس فراغت پائے غم تے
دئے سو جاکہ بھایاں چاہ کا رنج ۔۔۔ وفا سوں پائے یوسف عیش کا گنج
پڑیا یو بیت ڈبتا تو وو مظلوم ۔۔۔ کیا سب پر اپس کا حال معلوم

---

[1] سچی۔ ج و ا۔ [2] پاکیزہ گوہر کے نن تک (نگ نسخہ) د " تھک۔ ھ۔ [3] جیوے گا وو ا و ھ۔ [4] ذوق۔ د و ھ۔ [5] سوں۔ ج۔

کہ نیں یوں کوئی دندی دندساریا　　　بولا منج دوستی سوں یو منج ماریا

وو ظالم تین دن لگ تعزیت کر　　　دکھایا غم زدی کا چپ کے گت کر

انجوں بادل کے نمنے ڈھال بےغم　　　سٹیا بارے نمن چپ آہ کے دم

ڈبیا سو سور کوں اس دل میں کر باد　　　پکاریا دردنیں سو رعد کی ناد

خوشی سوں واں تے جاکر اپنے گھر کوں　　　بلا بھیجا ترت اس حیلہ گر کوں

کہا جا بول جو کہنے کی ہے بات　　　مرادل لی ہے سو اس موہنی سات

وزیر آپی وو حاجب ہو گیا واں　　　سمن برکر مقام اچھنی انتی جان

سمن بر تین دن تے[1] دکھ میں پڑکر　　　رہی تھی پیو کے بچھڑے سوں[2] اڑکر

نہ سک[3] تھا دیس کوں نا نس کوں آرام　　　تپے ہور روئے بن دوجا نہ تھا کام

گیا سو پیو کے بچھڑے سوں پردیس　　　کری بھڑکیاں سوں دل کی رات کوں دیس

نہ رک سک سوز دل کا عشق کے سات　　　دھوئیں سوں آہ کے دن کوں کری رات

انجو ہور سوز سوں ہر روز و ہر شب　　　اگن پانی میں تن من غرق تھا سب

لہو میں نین کے دستی تھی دھن یوں　　　شفق میانی سورج جلتا رہے جیوں

[1] برسے منے پڑ۔ ک۔ [2] سنتی اڑ۔ ک۔ [3] سکے۔ ک۔

دھوئیں[1] میں آہ کے دستی تھی یوں نا　　کہ خاکستر[2] میں جوں جلتا سوں انگار

درد نی پھیر ہوس ملنے کی رہ جائے　　گھڑی میں سو براں ہوٹاں میں جیو آئے

سُنے کے سار تھا رنگ اس کا بیلا　　سفید نیلم کری تھی مار نیلا

دکھی دل ہو دکھیا سو (سونے) سب سہاوا　　درد دکھ سوں کری غم کا پراوا

برہ سوں لال کرلی تو نچہ بالاں　　دکھائی دکھ بھرے وو کر کو گالاں

کشاکش میں پڑیا سو جیو ہور دل　　دسیا جینا نظر تل بھوت مشکل

سجن[3] کوں یاد کرتی غم سوں روتی　　گھر آنجواں[4] کے بن دھاگے پروتی

لگی یوں بول کر آپس میں رونے　　دریغی سات مکھ انجواں سوں دھونے

کتی تھی یوں اپس میں ہو کہ دلگیر　　دریغی سات کاڑ انکھیاں ستی نیر

کتی[5] تھی یوں سینہ سیں بار بھر بھر　　کسے میں جا سناؤں اپنی یہ سر

نہ جانی میں سینا ستی...... ڈانٹ　　جنگل میں یوں دو جا گا کر گلا کاٹ

اول اپنی پریت کی کر دیوانی　　دو آخر یوں کرے گا کر نہ جانی

۱؎ جفا کی آہ ۔ ق ۔ ۲؎ دھوئیں میں یا جیوں دسے ۔ ق ۔ ۳؎ پڑی تھی کر سجن کوں یاد ۔ ق ۔ ۴؎ گھڑی انجواں کے دیں دھاگے ۔ ج ۔ ۵؎ از ۔ ھ ۔

نہ بوجھی تھی منجے اس ٹھار لیا گا   لگانا[1] ہو منجے یوں چھوڑ جا گا

گھریا ہے نین نل اند کار میرے   رہوں تج باج کیوں اے یار میرے

تو[2] کاں ہے کی نہ جانوں اے مرے پیو   سنبھال اپنا رکھوں کس دھات جیو

ترا بچھڑا کریا سو منج پو مشکل   کلیجا لھو ہوا پانی ہوا دل

منجے کیا کام ایسا آوے جینا   ہے بہتر جو اوچا[3] کر زہر پینا

بلکتی تھی دو یوں جینے سوں آ باز   سو ایسے میں سنی دستک کی آواز

دو سمجھی یوں کہ دو پیو آج لکھول   دلاسے کے بدل بھیجا ہے کچھ بول

ننگے سر ہور ننگے پگ دوڑ کر آئی   کہی جا آسرے سوں کیا خبر بھائی

خبر بارے اول اس پیو کی بول   خبر نر جیوں کوں[4] اس جیو کی بول

مرے جیو کے گگن کا سور کاں ہے   مرے دل کے نین کا نور کاں ہے

دو میرے جیو کا من میت کاں ہے   دو منج نر جیو کا مر میت کاں ہے

---

[1] منجے اس ٹھار لیا غربت میں بھاگا۔ ق۔ [2] ق۔ میں اوپر کے شعر کی بجائے یہ شعر ہے: "اے میرے جیو بلکہ جیو کے پیو۔ سنبھال تجھ باج کیوں اپنا رکھوں جیو"۔ [3] چپ۔ ق۔ [4] سوں۔ ق۔

نرا دھاری کوں منج تھا[1] ایک آدھا — منجے اس باج عالم سب ہے اندکار

لگیا ہے تین دن تے منج کو رونا — نظر تل تے گیا سو وو سلونا

منجے کر واقف اس کے حال سوں بیگ — جلا پھر منج کوں دے کر جیوں توں بیگ

سنیا وو بے کر[2] با تاں[3] سٹن آروں — اپے بھی مکر سوں دیں[4] لکھا کو افسوس

کیا[5] اظہار شہزادہ موا سو — وو گوہر غرق دریا میں ہوا سو

کیا بھی شہ کیا سو درد ہور غم — لگا لگ تین دن کیتا سو ماتم

کہا

سمن بر بات وو دکھ کی سنی جیوں — لگیا اسمان[6] سر پر ٹٹ پڑے تیوں

سمن بر جب سنی یوں بات اس کے غرق ہونے کی

سکل تن تے گیا جیو سب ہوئی بیتاب بیجانی

سمن بر جیوں سنی وو لیس بھری بات — لڑی تیوں سانپ کچ کا کچ ہوا دھات

یکا یک[7] درد سوں ماریا سو[8] ل جوش — پڑی جوں گائے اڑ اڑ کر ہو بے ہوش

پڑی جھبیں پر منڈی لے[9] ڈھال کر یو — ہرن جیتر کھایا سو پڑے تیوں

---

[1] تھا وہی یک - ک - [2] بیکڑ - ک - [3] کنی - ا - [4] کر - ک - [5] کہا مکار - ک - [6] سر پر گگن ٹٹ کر - ک - [7] اگن سوں درد کے اوھ - [8] بی ڈال - ک -

لگی یوں تر چھپڑا[1] نے مار چھاتی　　کہ مچھلی بن بن جوں سپھر پھڑاتی
لگی لڑنے کوں غم کی لگ چھری یو　　پنکھی کاٹے سو پڑ کر تلملے جیوں
ہوا دل ٹکڑے ٹکڑے بھو ٹیوں بھوٹ　　لگی لینے دکھوں سر ہور سینا کوٹ
چمن کوں دل کے مارا ہو کہ غم برق　　گلالاں میں ہوا سارا سرو عرق
دکھت انکھیاں میں آیا سو دسیلیو　　ہرن پکڑے ہیں لالی مکھ منے جو
لگی بارے نمن ماٹی اڑانے　　لگی بادل نمن رو رو پلانے
ابال آیا دریا دل کا جو دکھ سوں　　ڈبایا نین کے مچھلی پٹن کوں
دریغی سوں لتی بال آپنے لوچ　　کجل[2] انجواں سوں انکھیاں کا سٹی پوچ
انگاراں سوں انجو کی نین[3] گئے جل　　ہوے جل کر دو نیناں جوں کے کاجل
سٹی سارا زریا تن پو کا کاڑ　　ٹکٹ کی لال کسوت کوں سٹی پھاڑ[4]
پرا وا تن پو تے اپنے کری دور　　کنگن ہور چوڑ ہاتاں کی کری چور
کنگوٹی[5] کوں برہی ٹکڑے کری توڑ　　سٹی موں دیکھنے کی آرسی پھوڑ

[1] چھپڑانے د - ہ - ج - [2] کحل - ا - [3] نین کا جل - ا و ھ - [4] کنگائی - ک - [5] بھوڑ - ا -

کڑے ہور چوڑ ہاتاں کے کری چو　　　کہ جد دو ہات سوں پنے گیا نور

گیا سو ہات سوں وو لال لٹکن　　　ستی کاڑا بنے ہٹ کی لال لٹکن

نکل دل کا گیا سو لال اپنا　　　رکت رو رو کیتی موں لال اپنا (خون، کری)

دکھیا دل سو رہی ہٹ سہاوا　　　کری تن غم سوں ماتم کا پراوا

ورد سوں ہوسنے کے سار پیلی　　　بندی نیلم کے رنگ کی جیر تیلی (سونے، سازی)

برہ سوں لال کر کر دھن اپس موں ۱۳۲۰ دکھائی کر کلیاں اپنے ادھر کوں

لگی[1] بارے نمن ماتی اڑانے　　　لگی بادل نمن رو رو بلانے

نصیباں کے نہ پڑ سک زور سہنے[2]　　　لگی جیبھی سوں ہاتاں چور لینے

لگی یوں بول کر رو رو بلانے　　　لگی اس دھات سوں افسوس کھانے

دندی یوں گھر ڈبانگے کر نہ جانی　　　دریا میں غم کے بانگے کر نہ جانی (ڈانگے)

سمجھتی[3] تھی تو یوں ہو گا نگر میں　　　چھپا رکھتی اسے دل کے بھتر میں (اگر، اندر)

۱؎ یہ شعر ھ سے منقول ہے ـ

۲؎ مہنی ـ ک ـ

۳؎ سمجھتی گھات ہوئیگی اس نگر میں ـ ھ ـ

نین پتلی کر اسس رکھتی نین میں ۔۔۔ جتن[1] رکھنی کر اس کوں راز من میں

سمن برکا دیکھت دکھ درد حاجب ۱۳۳۰ بستر[2] گرمی رہیا ہو سر دحاجب

نہ سک اس شمع (بھول) سوں کچھ بولنے کوں ۔۔۔ دھویں کے ناد کالا لیے جلیا موں

کیا وو کینہ ور پھر واں پر کچہ مکر کے افسوں

ولیکن ان وفا .... کرے نیں کام افساقی

گیا شہ پاس ہور بولیا وو سب حال ۔۔۔ سمن برکا جو کچھ دیکھیا سو احوال

وو سن کر بات شہ ہو بھوت دل گیر ۔۔۔ کیا یوں پھر کہ شہ اس حیلہ گر دھیر

توں ہور یکبار اس موہن تلک جا ۔۔۔ منجے بورائی سو اس دھن تلک جا

ہر یک حیلے سوں ہور تدبیر سوں توں ۔۔۔ ٹھنڈی[3] کر اس کے ماتم کی اگن کوں

بجھا[4] اس دل کے غم کی آگ اوپر ۔۔۔ نصیحت کے توں پانی کوں چھنک کر

محبت میں مری اس گرم کر توں ۔۔۔ ہلو اس سنگ دل کوں نرم کر توں

ترے دھر اتنی باناں کیا کہوں میں ۔۔۔ ملا (آہستہ) ہر حال اس کوں توں مرے تئیں

[1] چھپا رکھنی اسے جوں راز ۔ ڈ ۔ [2] دے سٹ ۔ ج و ل ۔ [3] دے لٹکیں ۔ ڈ ۔ [4] ٹھنڈی کر ۔ ڈ ۔

نہ کرسے کام یو دو جا ترے باج ۔۔۔ تجہ ایسا عقل میں کم کوئی ہے آج
سمن بر کن[1] چلیا ہر حال پھر وو ۔۔۔ پکڑ کر بھوندنی کی چال پھر وو
گیا اس دھن کنے بھی پھر کو وو ناگ ۔۔۔ لگانے شہ کی برہے کی اسے آگ
سمن بر کوں ہلو نا ہوے نیوں فام ۔۔۔ وہیں چیلے کی باناں کا سٹیا دام
کھا اس دھات پر[2] حکمت کے منتر ۔۔۔ کہ نیں ہے بات یو پوشیدہ کس کر
مسخر کرنے شہ کی اس پری کوں ۔۔۔ لگیا یوں مکر کے پڑنے کوں افسوں
جو کوئی[3] دیکھا ہی اس جگ میں گنوارا ۔۔۔ ہے[4] آخر گور میں وو جا نہارا
جو ہر یک پھول ڈالی پر چڑیا ہے ۔۔۔ فنا کی باو سوں آخر جھڑیا ہے
ہوا ہے چیز جو دنیا میں موجود ۔۔۔ سو آخر ہو نہارا ہے وو نابود
جو دستے ہیں چمن کے پھول سارے ۔۔۔ خزاں کے ہات میں ہیں پڑنے ہارے
یو جینا ہے سو جیوں دوپہر کی چھاؤں ۔۔۔ دنیا میں کچہ رتا نیں ہے بجز ناؤں
ابد کا نیں کسے بخشے ہیں خلعت ۔۔۔ جو اُسے[5] نیں ہوا کس کے یو دولت

---

[1] کیاں ۔ ن ۔ [2] کہ ۔ ن ۔ [3] جو کوئی دیکھا ہے ہر آدم ۔ ن ۔ [4] چلے بن گور میں نیں اس کوں چارا ۔
ن ۔ [5] سدا جینے کی نیں دستی ہے ۔ ج ۔

ا[1] ہے ظاہر یو سب عالم اُپر بات — خدا کی ہے جو قدرت کا قوی ہات

اگر[2] مغرب میں دیوے چاند کوں ٹھا — اسی ساعت میں لیاوے سور کوں بھا

اگر دارا تے لیتا چھین کر راج — سکندر کوں اسی دن بھر دیا تاج

اگر چہ دیس[3] کوں جگ تے نبا ڑے — اسی تل میں رین کوں بھار کا ڑے

گیا نو کیب ہوا دارا گذر کر — سکندر پر ہوئی شاہی مقرر

دنیا[4] کا کام نیں اچھتا ہے پر کم — غنیمت کر سمجھنا ہے ہر یک دم

دنیا کا کام نیں رہتا معطل — نہ سٹنا کام اپس کا کُئی محول

منجے[5] پوچھے تو یوں لگتا ہے یو خوب — کہ تشنہ طالب اچھے ہور توں سوں مطلوب

سمج لے کر توں اس یوسف کوں ماضی — ہے بہتر اس سلیماں سوں ہو راضی

تری ہے عاشقی میں شاہ صادق[6] — ہے[7] تج کوں عاشق صادق موافق

کریا ہے تیری نہ کا دل سوں سودا — چڑیا ہے زلف کا سر اس کے سودا

---

[1] یونا ہو کر ہے روشن سب پو یو۔ ج۔ [2] اگر مہ کوں دیوے مغرب منے۔ ک۔ [3] اپا ڑے۔ ک۔ [4] کے کام نیں اچھتے۔ ک۔ [5] اگر پوچھے تو منج۔ ج۔ [6] یک رنگ۔ ج۔ [7] تجے منگتا ہے یتوں، تو بھی اسے منگ۔ ج۔ مصہ ک۔

سمن بر اُس تے یو باتاں سنی جیوں[1] ہوا تحقیق وو اُس کے اُپر یوں

کہ شہزادے کوں مار سو یہی ہیں دندی ہو دند سارے سو یہی ہیں

کہی یوں لعو بھر یا موں اس طرف لیا غصے کے جوش سوں دیں لب پٹ کف لیا

اول تے دیکھ کر سمجی ترا موں بڑا فتنہ[2] بڑا مکار ہے توں

وسے صورت میں تو گرچہ کالنا ہے ولے سیرت میں توں تبن خناس

تجے سمجی نہ تھی ایسا ہے کرتوں مرا تج کل کلا وسے کیوں ڈ ردں

کہے یاں آکو کچ[3] واں جاکو کچ کَے قلم کے ناد تجکوں دو زباں ہے

فرنگ کے دھات مکھ دکھلاکے پہلو ولیکن یوں ہے توں جوں سیف دو رو

وسے پانی نمن گرچہ ترا خو ولیکن تیغ نمنے ہے توں دو رو

ترا ہے سنگ تے کر سخت سینا سٹیا کیوں پھوڑ کر وو آبگینا

تو صورت میں ہے گرچہ آدمی زاد ولے سیرت میں ہے ابلیس کے ناد

بلا ہیں[4] کیوں لجا کر اس کوں کھالیا[5] شکر کے ناد کیوں پانی میں گالیا

---

[1] مکر کے اچھر سنی جیوں ۔ ک ۔ مکر کی باتا ۔ ھ ۔ [2] ہے سر سیں پاؤں لگ فتنے کی جڑ توں ۔ ھ ۔ [3] ک میں مصرعہ یوں ہے ۔ ترا دل جوں دوات ہندواں ہے ۔ [4] دریا ۔ ل ۔ [5] ڈالا ۔ ھ ۔

لگے[ع] تن من میں نیناں میں بن اس یار — خوشی غم ہور صحت درد گل خار

لڑیا ہیں سانپ ایسا میرے دل کوں — جو بخشے گا اثر تیرا یو افسوں

نین[1] اس دھات نیں گئے مند میرے — جو آوے نیند گانے سن کوں تیرے

نہیں ہوں وو کنول جو اس سرج باج — شگفتہ ہوؤں[2] پھر کس چاند سوں آج

وو چانک[3] تن موں میں جو سانت پر — ہر یک پانی سوں لب اپنا کروں تر

پرت کی رہ روش میں ہے بڑا ننگ — جو گئے پر ایک دوجے سوں کروں سنگ

وفاداری میں ہے اس بات کا عار — دکھانا کھول کر دوسرے کوں رخسار[4]

مرے نھنا عم کے رُکہ کا او یک ڈال — سٹیا ہے ماریکبار اس کوں ہو کال

محبت میں نہیں کچھ عیب اس باج — جو دوجے کوں بجھانا چھوڑ کر لاج

محبت[5] میں منجے گفتار ہے ایک — خدا ایک ہور نبی یک یار ہے یک

توں منج جلتی کوں پھر کر یوں نکو جال — نکو ڈبتی کوں منج دریا منے ڈال[6]

ع د میں یہ شعر یوں ہے۔ لگے من تن میں نیناں میں بن اس سار۔ خوشی غم ہور محبت درد کل چار۔

[1] سوں گئے نیند۔ ا و ج۔ [2] ہوئے۔ د۔ [3] دو جانک نینوں میں جو سانت گئے پر۔ ہی یکیانی سوں اپنا لب کروں تر۔ ا۔ [4] دیدار۔ د۔ [5] مروت۔ ا و ج۔ [6] کھال۔ د۔

نکو ہرگز توں پھر اس بات پر آ — تجے سوں ہے کہ جیوں آ باہے تیوں جا

رھیا نیں دیک کر کیں بات کوں بھار — پچھر با وو حیلہ گر واں تے نہ دم مار

وزیر کے ملک حوالے کر چلیا شہ نیہ لیا وا

پکڑ دربار اس وحن کا... کر نیں کوں دربانی

کھیا سب شہ کوں[1] غصے کی کہانی — جو کچھ کی تھی بڑہ کی وو دیوانی

کیا[2] جا شہ سوں سب اسکی زبانی — کہ صورت شاہ کی[3] اس من نہ مانی

سنیا سو بات شہ رو کر اچھیا ویں — دریغی سوں کہا اس حیلہ گر نیں

کروں کیا فکر ہور کیا ایں کروں فن — نہیں ہوئی مہرباں کیچ مجہ پو وو

حکومت کا ترے دے سیس پر بھا — پڑوں گا جا کو تنہا اس کے دربا

رکھ اس کے آستانے کے اپر سر — کروں گا یاد اس کا ناؤں پھر پھر

کہ آخر یوں تو بی اس پیار آئیگا[4] — نہیں[5] بھایا تو کیچ یو تو بھائیگا

کہا تیوں جا کو اس کا دار پکڑیا — نین ہور سیر جا اس ٹھار گڑیا

---

[1] شاہ کوں غصے کی کانی۔ ا۔ [2] کہا۔ د۔ [3] کن۔ د۔ [4] آگی۔ ج۔ [5] وو پل کے پل میں ہیری نار آگی۔ ج۔

صباات[1] وصل کا رہ دیکھنا جائے
سلام آوے نہ اس کوں نئ علیک آئے

قرار آپس آپ یک شغل دے لے
محبت کا گنجیفا دل[2] میں کھیلے

کہے باندیا ہوں میں بازی سر اپنا
تجھے میں دیوں گا آخر سر اپنا

نہ کوں بازی پرت کی توں[3] جفاگن
اہے بازیاں جتنے اس کوں جفاگن

سنا کر منج گلا دھن کر توں بات آج
توں اپنے وصل کا دلا بے رات آج

نہ کر ٹکڑے[4] جدائی کی فرنگ سوں
یرہ بھری کسے جنگل تجھے جھڑاتوں

تو اپروپ آ دکھیاگی تو منج اے دھن
زیادہ تر خدا دے گا تجھے دھن

نہیں ہے کچھ تماشا اے دھن جدائی
منجے کیا واسطے افغاں ہیں بیابائی

توں کیا کام[5] پر نہیں لیاتی مری پس
سبب[6] کیا تجھ کوں نیں بھاتی مری باس

کرے سورات کو باتاں نت اس دھا
لگا کر دھیا دھن سوں دیس ہور رات

لگی[7] مدت اسی دھاتوں گذرنے
انھا نزدیک شہ برہے سوں مرنے

---

[1] اٹھ ۔ د ۔ [2] روز ۔ ا ۔ [3] گنجیفا ۔ ج ۔ [4] منجے توں وصل کے رک صاف رنگ سوں ۔ [5] کم ۔ د ۔ کس خاطر ۔ ھ ۔ [6] کہ اس کا اجر دوگنا ہی خدا پاس ۔ د ۔

[7] لگیا اس دھات سوں مدت ۔ ج ۔

سنیا سو مصر کے شہ نے موا کر پوت اپس کا سو
چلیا اس شہر پر ہم سوں غصے تے دل منے آنی

شجاعت کی جنے یو بات بولیا | زباں کے گوہراں اس دھات تولیا
جو تھا شہ مصر کے شہزادے کا باپ | رہیا تھا جو بچھڑ کر پوت سوں آپ
سدا بیٹے کے بن تپتا اچھے وو | اسے دیکھے بدل جیتا اچھے وو
صبا اُٹ اپنے اس یوسف کوں کر یاد | کیا تھا نین وو یعقوب کی ناد
نین کی روشنی ہونا نہ کیوں دور | جو کہتے پوت کوں ہیں نین کا نور
دغا شہزادے کوں دشمن دئے سو | یکایک شاہ کوں اینڑی خبر وو
سنیا سو موں دکھایا درد[1] ہور غم | ہوا تاریک اس کے حق پہ عالم
خوشی ہوئی دیکھ دل کی غم سوں برباد | لگیا لڑنے کوں بھیں[2] پر گیند کی ناد
لگیا کرنے کوں غم سوں غم وو غمناک | لے سٹ جوگیاں کے نمنے سر پر خاک
ملے چو پھیر آ شہ کے وزیراں | جو تھے سردار ہور سالم امیراں
لگے نعلین پر سب شہ کی پڑنے | پیشانی پانو پر لاگے رگڑنے

---

1. غم اپر غم ۔ ک۔ 2. غم سوں ۔ ج۔

کہ اے شہ غم اپنا کرنا نہیں خوب | دل اپنا درد میں دھرنا نہیں خوب
سراسر شہ کے مطلب کوں اپڑ کر | دلاسا دے کہے یوں پانو پڑ کر
نہیں[1] کچھ فائدہ کرنے میں زاری | کئے ہیں منع کرنا اشکباری
خدا کن منگ لینا ہے صبوری | وہی دیگا صبوری کی مزدوری
کہیا شہ کیونکہ[2] ایسے میں سنبھالوں | نہ کیوں دل کی اگن سوں تن کوں جالوں (جلاؤں)
کہ منج اندلے[3] (اندھے) کی یک لکڑی کتے (آپ تو) ہیں وو ۱۴۲۰ | سٹیا ہے توڑ کر ستمی جفا جو
مرے تھا عمر کے دُکھ کا وو ٹیک ڈال | سٹیا ہے توڑ کر ستمی جفا مال
دریا[4] ہو کر ابلنے کوں لگیا خوں | اجل کنچو اد کے بیٹھی جا پچھراموں
ہے واجب باپ کوں بیٹے کی خاطر | بلا جو کچھ کھڑیگا[5] سو لینا سر
اناں آنا ہے یوں منج دل میں یکبار | عدو کے ملک پر برساؤں انگار
(اب) پڑوں دندے[6] کے گھر پر ہو کو بجلی | سٹوں جا تھر کی لشکر پو بجلی
ولایت میں اجاڑوں اس کے شر شور | دکھاؤں تیغ سوں بازو کرا زور

۱ے کہ نیں۔ ا و ج۔ ۲ے یوں میں اپسے کیوں۔ ج۔ ۳ے اندہ دے کے انڈیلکی جو لنکڑے تیں وو۔ ا۔ ۴ے ا و ج میں ندارد۔ ۵ے کھڑے سو لینا اپ سر۔ ہ۔ ۶ے دشمن کے ہو کر گھر۔ ا و ج۔

سراسر رزم کا دھر دل میں مطلب کیا لشکر کوں حاضر بعد ازاں[1] سب
ملے ہو مستعد شمشیر بازاں کیس تے ایک نامی بکہ[2] تازاں
ملے ہو گرم سب تازی سواراں جو تھے لاکھاں اوپر بھاری ہزاراں
ہلیا لشکر لے شہ جاگے تے اپنی ہلیا[3] عسکر لے شہ جاگے تے اپنی
دسیا دل شہ کا یوں تیزی کے سنگات کہ جیوں چلتا ہے بادل باو کے سات
لگی یک دھر تے کُبّاں کُبّاں بجنے لگے دھم دھم دمامے سب گرجنے
اٹھیا چو پھیر[4] پیشاپوش کا شور نقاریاں کا ہوا باجا بہوت زور
گیا بادل[5] تلک یو شور ہور غل پڑیا غوغے[6] سوں لشکر میں تزلزل
اٹھیا[7] الیسا زمیں تے شور ہور شر ہدرنے کوں لگے تھے سات اَمبر
گیا آواز جو اسمان پر لیے رکھے انگلیاں ملک کاناں میں لے
جدھر چلنے اٹھے وو راہ داراں سنے میں دھرت کے پڑتے تھے غاراں
ھتیاں کے پاؤں سوں سب کوہ و کُہسار اول کے نا دیکھے ہوتے تھے ہموار

---

[1] آپنے۔ ج و ا۔ [2] ایک نازاں۔ د۔ ترکنازاں۔ ھ۔ [3] ہلیا لشکر تے۔ ج۔ [4] بھیر پیشا پوش کا۔
ا۔ [5] اسمان لگ۔ د۔ [6] غوغا۔ ا۔ اس شور سوں۔ د۔ [7] اٹھیا اتا۔ ج۔

دھرت پر لوگ یوں پسرے تھے سارے
گگن پر جس روشن دستے ہیں تارے

دھولارے تل چھپا ہو دیس بے نور
دسے ہو اس میں وو شہسوار[1] جوں سور

چھند رتارے کے تمتے تل نہ کیں ٹھار
کئے سو رات دن نا صبر یلغار

ولایت کوں جو اپڑے ہند[2] کی جا
خبر اپڑائے شہ کوں سند کے آ

کہ یک کوئی شاہ لے بے حد سپہ دل
بڑی زوری سوں آتا ہے ادھر چل

نہ جانے بھی خیال اس کا کدھر ہے
ولے دیکھے تو رخ اس کا ادھر ہے

تمیں ہے کون پوچھے تو وو یوں کہے
ہمیں سارے[3] دلیراں مصر کے ہے

سنیا سو دل میں شہ کے فکر یوں آئے[4]
مبادا دل گیا تیوں ملک بی جائے

ہے مشکل بعد ازاں اس دھن کوں پانا
نہیں ممکن وو موہن ہات آنا

سکت رہنے ہے منج[5] تخت ہور تاج
سکت رہنے کوں نیں اس موہنی باج

گیا تو ملک نیں کس بات کا غم
ولے ہے منج بڑا[6] اس بات کا غم

۱ے شہ سوار ۔ ا ۔ ۲ے سند ۔ اوج ۔ ۳ے سالم ۔ اوج ۔

۴ے فکراں شہ رکی یوں آئے ۔ ج ۔ ۵ے کوں ۔ ک ۔

۶ے ایر ۔ ا ۔

دھمک سوں شاہ ہندی نے کہلا بھیجا سو وِس شہ سوں

صُبا کے دن ہمیں ہم دم دکھاویں جنگ میدانی

لگایوں فکر کی تیزی کوں مہمیز ۱۴۵۰ دیں جھگڑے کی آتش کو کیا تیز

اول دانا[1] کوں یک بارے بلاکر
کیا یوں بول اس کے دھیر جاکر

سبب کیا ہے یہاں لگ پیش آنے
ہمارے ملک پر لشکر چیلا[2] نے

ہمیں ہندی اگر جھگڑے پر آویں
گھڑی میں مد مصریاں کوں بھگاویں

ہمارا فن ہے کرنا ترک تازی
ہمارا کام ہے شمشیر بازی

ہمارے راوتاں کوں تے[3] ہتیاراں
ہمارے راوتاں دشمن شکاراں

دلیری[4] میں یو ایسے ہیں دلیراں
انن کوں دیکھ جنگل پکڑے شیراں

دلیری دیکھ ہر یک لشکری کی
کمر بیٹھی ہے دھاکا[5] سوں ہر یک کی

ہمارے لشکریاں ایسے ہیں جنگی
پلنگاں ان کنے سکنے پلنگی

نہیں چپک سوں کس کوں کام اتھار
انوں کی بات سوں جھڑتی ہے انگار

---

۱ دانے ۔ ا و ج ۔ داین ۔ ج ۔ ۲ اوچانے ک ؛ ا ۔ ۳ کرتے ۔ ا ۔ ۴ دلیراں ۔ ج دلیروں ۔ ھ ۔ ۵ دھاکوں ہر نری کی ۔ ک ۔

لیویں[1] ہاتاں میں جب غصے سوں جمدھر　　ہر یک یک ضرب تل دو دو گرے دھڑ

اگر نکلیں جو لے ہاتاں میں بھالے　　وہی بانچے خدا جس کوں سنبھالے

شجاعت میں انہوں کوں دیکھنے[2] تو　　ہر یک بجلی رہے دشمن لکھے وو

سروہی[3] کوں صراحی بوجتے ہے　　سمجھتے ہے عدو کے لہو کوں کر مئے

پیالے سر کے کانسے کر کو جانے　　کباب اعدا کے دل کوں کر پچھانے

مسلماناں میں جھگڑا کافری ہے　　نہ کو جانو کہ جھگڑا سرسری ہے

یہاں تے جاویں گے تو چھوڑ کر ناؤ　　رہے گا تو تمہارا جگ میں کچھ بھاؤ

اگر نیں تو صبح معلوم ہوگا　　یو جھگڑا کس پو آخر شوم ہوگا

ثنائی سوں گیا جیوں وو گہر سنج　　بکھیریا بات[4] کا اس سامنے گنج

ہوا وو دھیر جھگڑا جیوں ظفر پاتشاہ مصری نے
پکڑ لا شاہ ہندی کوں کئے محبوس زندانی

سنیا شہ مصر جیوں جا جب سوں تقریر　　لگی وو بات ہو کر کان کوں تیر

---

[1] دلیراں گر لیویں ہاتاں میں جمدھر ۔ ج و ا ۔ [2] جھنکی تو تو ۔ ک ۔ [3] اس کے مقابل ج میں یہ شعر ہے۔
سروہی کو صراحی کا کہیں آب ۔ عدو کے لہو کوں کر سمجھے مئے ناب ۔ [4] بات کا ۔ ا و ج ۔

کھڑگ پر شاہ وہیں غصے سوں سٹ ہات کھیا یُوں بول پھر اس سنگدل[1] سات
کہ تو لیتا ہے ناحق (وہیں) جیو جس کا سو ہونا ہوں سگا میں باپ اس کا
لگی ہے دل کوں میرے آگ اس تی جھگڑنے کوں نہ کر سوں تجہ سوں سستی
ڈرانے کوں ترے ہرگز نہ ڈرسوں تجے مارے بغیر میں نا کدز سوں
سنایا توں دلیراں کی دلیری دکھا بارے دلیری منجکوں تیری
کیا توں اپنے سب لشکر کی تعریف سناؤں اب مرے لشکر کی تعریف
کہیں ہم نا جگت دشمن ترا شاں ہمارا نام ہے درجن نرا شاں
ہمیں (ہم کو) جھگڑے کوں نیں تکتے ہیں ذرا نظر میں کس کوں نیں رکھتے ہیں ذرا
ہمارے لشکریاں ہے باد بارے ہے عاشق جنگ کے یکرنگ سارے
سمج کر دلبراں[2] کی زلف غازیاں کریں جا برچھاں[3] سوں دست بازیاں
قداں ہے سرو قداں کے لگر جان لبوں ہیں تیراں سوں جاہتاں کوں گرداں
سدا جھگڑے کے دھر ناڈر کو دیکھیں دھنک کوں دھن کے ابرو کر کو دیکھیں
ہے[4] ایسے فن میں جھگڑے کے تو ی ل گنے[5] پلکھاں کوں تیراں کے مقابل

---

[1] بے وفا۔ ڈ۔ [2] دشمن کے زلفاں ہے۔ ج۔ [3] برچھیاں۔ ڈ۔ [4] پیر سینے کی کرا ایسے ڈ و ھ۔ [5] کتے۔ ڈ۔ کئی۔ ڈ نسخہ۔

لھوے[۱] کا جھل جھلانا دیکھ جھلکار دیویں بوسے سمج کر دھن کے رخسا
ہماری تیغ کوں ہے ناؤں اونا کہے اونا کرے وو کام دونا
اسی تے اس کوں ہے سب ٹھا قیمت سینے کا پھول سو ہے اس کوں حجت
نہیں تجہ میں مسلمانی کے شیوے نہیں تجہ میں کچہ ایمانی کے شیوے
اہے لازم مجھے تجہ سوں جھگڑنا ہے واجب بلکہ تیرے سات لڑنا"
یو باتاں بول کر وو شاہ دانا کیا حاجب کوں اس شہ کے روانا

وو حاجب جا کوں بولیا شہ سوں اپنے سنیا سو آکوں بولیا شہ سوں اپنے
نہایت[۲] تھا سو مطلب شاہ پایا ۱۴۹۰ عداوت کے علم کوں دیں اچایا
چلے دو دھرتے دو لشکر کے سردار سکندر[۳] ہور دارا آئے یک ٹھار
مگر یک ٹھار دو دریا ملے کیا وو لشکر دو طرف تے یوں بھڑے آ
چلے دو دو دھرتے یوں لشکر کے پہاڑا ملے جوں دو طرف سوں کوہسارا

---

۱ جھلکتے دیکھ لھوے آبنیر کے سار۔ ا و ج۔ ۲ جو کچہ مطلب جو تھا سو۔ ا و ج۔ ۳ ہلے دو دھرتے دو لشکر کے سردار۔ ا و ج۔

یکایک دوطرف فتنا اٹھا جاگ　　　اٹھی دو دھر تے جھگڑے کی سلگ آگ
ملے ہر حال آکر اژدہا دو　　　ہوے دو دھیر تے لٹ پٹ بلا ہو
سلح پوشاں کی یوں دسنی تھی فوجاں　　　مگر سمدور کی آتی تھی موجاں
دلیراں کے دسے یوں تن پو جوشن　　　غضب کی آگ جیوں کینتے ہیں روشن
ہواں چار آئینے سوں تل سے یوں　　　اگن پانی میں تے نکلے اہے جیوں
کھڑا سو قائم اپنے پانوں کوں کر　　　دسیا صف یوں کہ جیوں سد سکندر
نکل آیکہ تازیاں دوطرف سوں ۱۵۰۰ ہوے اگے پیچھے کر اپنی صف کوں
اول تنور پر جھگڑے کی جیوں آئے　　　اگن ویں تیر کی لکڑیاں سوں سلگائے
لگے سٹنے سراں پر زور سرکاں　　　کنگوریاں پرسٹے جوں چور سرکاں
دلیری سوں دلیراں ہات میں ہات　　　ملائے گرز ہور شمشیر کے سات
ٹھناٹھن دیکھ ہور سن کر گھناکھن　　　لئے داناں میں کر انگلی دہر تھکھن

۱؎ زرہ ۔ ا ۔ ۲؎ کہ ہیں کیا قہر کے دریا کی موجاں ۔ ج ۔ کہ جیسی قہر کے دریا کی موجاں ۔ ھ ۔ ۳؎ د میں مصرعۂ ثانی پہلے ہے ۔ ۴؎ غصے ۔ ج ۔ ۵؎ تل ۔ ج ۔ ۶؎ تندیر ۔ ا ۔ تندور ۔ ھ ۔ تندی ج ۔ ۷؎ وہاں تے ویں ۔ ا و ج ۔ ۸؎ گئے داناں میں انگلیاں سر دنت کہن ۔ ا ۔

ہوا ایسا شفاشف اور فشافش — زمانا گھابرا ہو کر کیا[1] غش

لگیا تیراں سوں ہور بھالیاں سوں آکام — گئے چھاتیاں کے سب پیٹاں کوں پیغام

بیتے نیزے[2] سہے سینے کے سپراں — جھجر[3] ہو کر رہے سینے کے سپراں

تماشے روبرو آکھول کر آنک — یکس کے ٹیک سینے تے[4] دیکھتے جھانک

یکس کی ٹیک چھاتی[5] میں خنجر مار — ملو کر کاڑ[6] سٹتے تھے دلاں بہار

موں میں نیزے رہے لگ سو دسے یوں — ہتیاں گانڈے لئے ہیں موں منے جیوں

دلیراں تن کوں لگ تیراں[7] پڑے سو — نظر تل سارسل ہو کر دسے وو

دھنک سوں تل دس آیا یوں ہر یک تیر — مگر کیا قوس میں آیا اہے شیر

تبر بیٹھا سو ہر یک سیس کوں پھوڑ — دسیا یوں مرغ کا جیوں لھو[8] بھریا موڑ

کھنترا[9] ایسا ہوا ایسا کھچا کھچ — فلک کی ہیبتاں سوں گئی مکر دھچ

ذرہ سوں[10] لھو نکل جوں بہار آیا — ہر ہنیاں نکے نیں کا تھا سمایا

۱؎ گرا۔ ج ۔ ۲؎ تیراں۔ ک ۔ ۳؎ جھنجر۔ ک ۔ ۴؎ ہیں سوں دیکھتے۔ ا و ج۔

۵؎ چھاتیاں۔ ج۔ ۶؎ کہار۔ ھ ۷؎ تیر۔ ا۔ ۸؎ لھوپر۔ ک ۔ ۹؎

کھنترا۔ ج ۔ ۱۰؎ صرف۔ ک ۔

گیا[1] آواز سو اسمان میں ایے — رکھے انگلیاں ملائک کان میں لے
یتے رگڑے گئے جھگڑے[2] تلے اس — یتے ہو چور گئے رگڑے تلے اس
بھریا تھا سب ہوا روحاں سو جاں[3] تا — وجوداں تل زمیں[4] دستی نہ تھی کاں[5]
دریا ہو کر اُسے ملنے جو لگیا خوں — اجل کچھ اکو جا بیٹھی پھرا موں
ہوے اس ٹھار پر عالم یتے ٹھار — چلیا وکچہ ہو کو عزرائیل بیزار
گیا چھپ کر ڈھلار کے تل اسماں — ہوئے غائب نظر میں تے چند رہا
نہ دیک سک کر یو فتنا ھور یو جنگ (دیکھ) — دنیا جینے سوں اپنے آلی تھی تنگ
بھیا جوں مصریاں پر فتح کا باؤ — کنارے کوں لگیا مقصود کا ناؤ
یکایک مصر کے شہ کے دلیراں — وٹا[6] کر دل میں جو بیٹھے وو شیراں
پھرا باو[7] پکھ اس شہ کا سر دل — سو پائے مصریاں یکبار گی بل
خدا تے فتح ایسا مصریاں پائے (سالارِ لشکر) — جو شہ[8] کوں ہند کے جیتا پکڑ لائے
پڑی[9] جوں دشٹ شہ کے تس کے اوپرال — گیا غصے سوں اس کوں ابدافعال

---

[1] صرف د۔ [2] منہ۔ ج۔ [3] جاں تہاں۔ ھ۔ [4] وورو حاں۔ او ج۔ [5] وہاں۔ ھ
[6] او ٹھاکر۔ د۔ [7] موں کوں۔ د۔ [8] واں کے شاہ کوں۔ اوج ھ۔ [9] پڑا شہ شہ کے بس میں شہ اوس
اوپرال۔ ھ۔

توں اپنے نفس کے کاماں کی خاطر گنہ گاری کوں لیتا[1] آپنا سر
گنوایا ہات تے آخر کوں شاہی ستم توں لالیا موکوں سیاہی
نہ یاں رہی ذرّی[2] تیری آبروئی نہ واں کی کچ توں پایا ہے[3] نکوئی
عبث[4] جگ میں ہوایوں آج بدنام خدا کوں خوش نہیں آتے سو یو کام
تجے اس کام پر لیائی تری موت کرے کیا کوئی آئی ہے تری موت
توں شہزادے کوں ماریا جس[5] روشن سو اسی دھاتاں سو مرنا ہے جوں تو
جو مچھلی کے گلے میں لکھ کوں پتر بند بھیجے جوں
خبر اس کی حیاتی کی دو دن کوں پھر لیکر آنی
کیا پھر شاہ کوں اس ٹھا سوں عرض رضا ہوئے تو کروں یک بات کوں عرض
خزینے میں مرے ہے یک مچھلی نہ مچھلی اس کے سم کوئی آوے سچلی
کئے[6] ہیں اس کوں حکمت سوں حکیماں گھڑے ہیں بہوت صنعت سوں حکیماں
طلسم اس پر لکھے ہیں خوب اول تی سٹے پانی میں تو آپیچ چلتی

---

[1] دینا۔ ا۔ دے کر۔ ق۔ [2] درتے۔ ا۔ [3] سرخ روئی۔ ق۔ [4] ازق۔ ھ میں مصرع ثانی اول ہے۔ [5] سند۔ ا۔ [6] کرے۔ ا و ج۔

حقیقت قعر کا جناں کنے سوں　　لکھالاتی اہے پانی منے سوں

خبر بارے اول شہزادے کا لیو　　نمیں منگتے ہیں جیو بعد از سزا دیو

منگا بیگی سوں اس مچھلی کوں درحال ۱۵۴۰ کہے تیوں لیکے پانی میں کے ڈال

وو مچھلی اس حقیقت کا خبر لے　　نکل کر آئی دو دن کو بہتر لے

مچھل خط سوں لکھی تھی اس میں یو بات　　جو شہزادے کو کینتے نیں ہیں گھات

لے کر گئی تھی پکڑ کر ایک ماہی　　منگیا رکھنے کوں اس کوں جو الہی

نگلنے کوں وو ماہی اس کوں ناسک　　کتک دن تک ابس کے مو منے رک

سٹی جاکر جزیرے پر سمن کے　　کہ جاں ہوتے ہیں پھولاں یاسمن کے

وہاں کھاتا ہے ہور پیتا ہے وو جاں　　پریاں کے بند میں جیتا ہے وو جا

سنیا جو باپ بیٹے کی خبر وو　　موا نیں ہے وو جیتا ہے مگر وو

ہوا دل کا ابال اس کا تلے ٹک　　سنک اس کوں لکھ دکھایا کم ہوا دک

لہ جتے پانی میں دکھلایا ہے جی موں ؛ لکھالاتی ہیں جناں کے کنے سوں۔ ا و ج۔ ۲ہ کہ جیوں منگتے ہیں تیوں ا و ج۔ ۳ہ ہر۔ ا و ج۔ ۴ہ اول باری۔ ک۔ ۵ہ جوں شہزادے کوں پانی میں کئے گھات۔ ک۔ ۶ہ جو آپی۔ ج اپتے۔ ا۔ ۷ہ جواں۔ ھ۔ ۸ہ یوں ا د ۹ہ ووں۔ ا و ج۔ ۱۰ہ دکھ۔ ک و ھ۔ ۱۱ہ جا ج

اچھو کر تو تنک اس شمع کوں رکھ یک ٹھار
چلیا اپنے شہر کوں وو شہریار

چھپیا کنعاں منے یوسف بدل ڈھنڈنے سمن بر
چلی تھی باوری ہو کر پکڑ سوز زلیخانی

مسافر عشق کے شدت نگر کا بیاں کرتا ہے یوں محنت سفر کا

سمن بر جو پڑی تھی برہ دھرتی
دریا میں غم کے ڈبتی ھور ترتی

گیا تھا رنگ روپ اس کا ہو برباد
لگی جوں پیت جھڑی کے پات کے تاد

پرت کے گرم بارے سوں ہو مخمول
پڑی تھی بھئیں پو وو ملا کو جوں پھول

رھیا تھا ہو کو یوں اس نار کا حال
خزاں کے جوں سکے سو جھاڑ کا ڈال

پڑی سو باغ تے پنکھی منن دور
برہ کے درد دک سوں پانی تھی جھور

کدھیں برہے سوں جو تن دھک دھکاوے
ٹھنڈک ہونے کو چندن گرتن کوں لاوے

توں اس برہے جلی کے تن کے اوپر
وو جاتا تھا چندن جل راک ہو کر

کدھیں جو آگ برہے کی کرے جوش
بجھاو پھول بچھوے تل تک آ ہو تش

---

۱ پکی۔ ج۔ ۲ اوپر۔ ج۔ ۳ ھ میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ رہی تھی ٹھنڈیں دوری کی دکھی ہو۔ خزاں کی ڈال کے مانند روکھی ہو۔ ھ۔ ۴ کی جوٹوں سیں تھی جھور۔ ھ ۵ جور۔ ج۔ ۶ ٹھنڈک ہوئے تیوں۔ ل ج۔ ۷ [illegible] کی کری جوش۔ ا۔

تو اس کی آنچ سوں پھولاں سب یک بار | پھر لگ جل کو ہوتے تھے وو انگار
نہ لیا سک تاب پھڑے کی تلک سوں | غصے سوں ہر گھڑی جھگڑے فلک سوں
اگر طالع سوں یک تل جوڑے بخت | برے بختاں کوں اپنے پھر کرے بخت
سنی سو جیو کا اپنے وو میتا | موا نیں ہے پریاں کے بند میں جیتا
کہی اس ٹھار اچھوں یوں میں کیتے دن | بلکنی صور تپتی پیو کے بن
اگر یاں سو برس لگ کر رہوں ٹھاں | تو ہرگز مجھ پو آسے نا کسے پیار
حلق سک کر موئی پی سور جگر پھوٹ | نہ پائی[1] پیاس کوں پانی کی یک گھوٹ
خبر اس ٹھار میرا کئی نہ لے سے | منجے اس پیو کی (کئی)[2] آگاہی نہ دیسے
بھلا وو ہے جو ڈھنڈتی جاوں اس کوں | ہر بختاں سوں پھر کر پاوں اس کوں
پرت کے دیس[3] سفر کی ہوا نالی | کر اپنا چیر کھنٹا گل میں گھالی[4]
منگی چلنے کوں جب بر سے پلیٹی[5] | اپس پانواں کوں سب جھیٹر لپیٹی
بھبوتی[6] اپنے موں کوں پھر لگائی | ہنم کا چاند بادل میں چھپائی

---

[1] پاوے۔ ا۔ [2] کوئی۔ ج۔ [3] بو مسافر۔ د۔ [4] ڈالی۔ ھ۔ [5] پلیٹے۔ ک۔ سمیٹی۔ ھ۔
[6] بھبوت ک۔ شہ چندر کوں بادل میں ستیں۔ ک۔ عہ۔ زیادہ ہے

سفر کوں[1] مستعد ہوا اس روش سوں — چلی وہیں ڈھونڈ لینی اس سجن کوں

برہ[2] کے درد دک سوں پدمنی وو — چلی ہو اس لے بیسرا[3] اگنی ہو

پڑی دُک غم کی آ سینے اپر سِل — چلی پھرتی جنگل کی ہو کو کو یل

جتے تھے آشنایاں صور بگانے — لگے اُس دیکھ کر افسوس کھانے

کہ یو نازک[4] سندر نازک پگاں کی — یو نازک پھول تے نازک ڈگاں کی

یو نازک ناز کی ناری نویلی — یو نازک چھند کے چھب کی چھبیلی

کدھیں پھولاں اپر چلنی[5] جو جاوے — چھلے پاواں کوں آ کر تلملاوے

کدھیں چندن[6] لگاتی تن کوں[7] وو نار — لگے چندن ہو کر تن پر اسے بھار

دیوے کی چھاؤں جوں پڑتی تھی اُس پر — سنگینی سوں رہتی تھی اٹ نہ سک کر

ہر یک کوئی دیکھتے تھے تو نظر سوں — وو لگتی تھی نظر سوں زخم اس کوں

وو[8] ایسی نازکی تے ہات دھو شوخ — دیکھو نکلی ہے کیوں پردیس لے شوخ

یو باپی عشق کاں تے سر چڑیا اس — یو کاں تے ناگ بر[9] تھے کا لڑیا اس

---

۱ کی۔ ا و ج۔ ۲ برہ ناسوس پیو کی کارنی وو۔ د۔ ۳ سر آپنے وو۔ ا و ج۔ ۴ نازک سندھری۔ ا و ج

۵ یہ جو چلنے کوں۔ ج۔ ۶ جولاوے۔ د۔ ۷ تھی تو۔ ج۔ ۸ نپٹ آسودگی سوں۔ د و ھ۔ ۹ بچھڑے۔ د۔

بسر سدھ آپنے تن کی چلی ہے   خبر سٹ آپنے من کی چلی ہے
سمن بر جب چلی بیرت کیے زوروں   چلی اپنے بیٹر کے سٹ کیے زوروں
نہ پروا دھوپ کا نا چھانو کا تھا   نہ سدھ اس کوں جنگل ھو گاؤں کا تھا
کدھیں چُبنتے تھے اس تلوویں کانٹے   لگے تن کوں کبھی کانٹیاں کے بھانٹے
کدھیں نالے ندیاں جاں تاں النگنی   چھلیاں سوں پاوں کے کاہے وو لنگنی
پرت سوں پیو کے ہوکر دہیلی   وو یو چلتی اہتی لاڑاں کی کھیلی
سمن بر عشق سوں پیو کے چلی وو تیاگ لے جیو پر
پڑی آ ایک جزیرے پر اتھا وو جائے نورانی
عجب کچھ عشق ہے کچھ عجب عشق   جدھر دیکھے بی ہے سب عشق سب عشق
اگر نیں عشق تو عالم ہوا کیوں   مٹھی بھر خاک سوں آدم ہوا کیوں
اگر نیں عشق تو یوں عمر سارا   پریشاں ہو کو کے بھرنا ہے یارا
اگر نیں عشق تو یوں کے جلنے آگ   ہمیشہ کائے کوں اچھی ہے یو خاک

۱؎ دشمن من ۔ ج ۔ ۲؎ تن من کا ۔ ج ۔ ۳؎ ہمت ۔ ھ ۔ ۴؎ کبھیں ۔ ک میں ہر جگہ لکھا ہے ۔ ۵؎ کدھیں لگتے تھے اس ۔ ج ۔

اگر نیں عشق تو یوں آکو جو شاں　　دریا کیا و اسطے کرتا خروشاں
اگر نیں عشق تو کیے سبز ہے جھاڑ　　کھڑے کیے پانوں اپنے گاڑیوں پاڑ
اگر نیں عشق تو یوں تن کوں لاخاک　　سب کیا رات دن پھرتا ہے افلاک
اگر نیں عشق تو اس دھات تل تل　　ہر یک جا کیا سب روتا ہے بادل
اگر نیں[1] عشق تو وو برھنی دھن　　چلی کیوں آپنا[2] سٹ مال ہور دھن
خدا کے لطف کا مارا سو بارا　　کھلیا اس درد کے دل کا[3] اندھارا
بہر حال یک جزیرے پر پڑی دھن　　جزیرا وو نہ تھا تھا یک سرگ[4] بن
اجائے تھے سراں ان تو نہالاں　　تھے ڈلتے باؤسوں دونی[5] کی ڈالاں
جدھر[6] دیکھے بی جھاڑاں بار کے تھے　　جتے بھی جھاڑ طوبیٰ سار کے تھے
دسے رکھ ڈال سوں مل ڈال اس دھات　　لئے ہیں اچھڑیاں[7] جوں ہات میں ہات
تھے چشمے نیر کے ہر ٹھار بھر کر　　ہوا تھا جو کدل سبزہ زمیں پر
دسے یوں جھاڑ پانی کے بندارے　　کھڑیاں حوراں پکڑ کوثر کنارے

[1] یوں تو کیوں۔ ج ور۔ [2] چھوڑ اپنا ملک۔ ک۔ [3] انگارا۔ ج۔ [4] کھن۔ ج۔ [5] بن کے وو۔ ا۔ [6] جہاں۔ ک۔ [7] اچھڑیاں۔ ا۔

دسے سبزہ زمیں پر یوں ہریک جا — بچھائے پاچ[1] کا لیا فرش گویا
پھرے بنکھیاں[2] وہاں سبز اپر یوں — تلک پھرتے زمیں پر پاچ کی جوں
تجھا کر دیکھتی ہے وا جو وو نار — محل دِستا ہے یک ابرو اپس ٹھار
محل ویسا نہ تھا بھی کیں زمیں پر — شک آتا ہے کہنے کوں عرش تھا کر
مہندس فکر کا گم[3] ہو کو تھاواں — تصور[4] کا انتھا طراح حیراں
جتے اس فن کے تھے عالم میں استاد — رہیں دیکھ صورت دیوار کے نہاد
تھے چشمے اس کے جیو نیناں پریاں کے — دسے طاقاں بھواں جوں اچھڑیاں کے
جھلکتی[5] یوں دسے ہر یک دیوار — کہ جیوں آئینہ رخساراں کے رخسار
دسے سیج[6] اس ٹھار بانٹے تھے طرف جا — نہ تھا واں عقل کی پرکار کا کار
بلندی[7] میں نظر کا پست تھا کام — سر و قدوں قد تھے جیو ہر ایک تھام
نشیمن جاں تہاں دستے اچھے خوب — جدھر[8] دیکھے بھی تھے دیوان مرغوب
کرے تھے سنگ مرمر فرش اس ٹھار — وہاں لیپے تھے پانی[9] کرکو نیکار[10]

[1] تھے بچھانا پاچ کا کیا۔ ا و ج۔ [2] مرغاں۔ ن۔ [3] اس طرح پرگم۔ ن و ھ۔ [4] رہے تھے ہر شش واں طراح کے گم۔ د۔ [5] جھمکتی۔ ا و ج۔ [6] عجائب طرز۔ ھ۔ [7] صرف۔ ھ۔ [8] دریچے جاں کے تاں کیتے اچھے خوب ج۔ [9] سب سُنتے کی جھنکار۔ ھ [10] ہنکار۔ د۔ ملک ر۔ ا۔

نشاں اس ٹھار پر نیں تھا چُنے کا ملمع واں کئے تھے سب سُنے کا
ثریا سار کے اس پر منارے کنگورے ہور کلس چندر ستارے
جھجر[1] ہر یک طرف تھا زرنگاری کرے تھے جا بجا تصویر کاری
کتک بالاں ملا کر رک قلم نام کرے تھے بال تھے باریک سو کام
لکھے تھے بیل سوں مل کر کلیاں کیں لکھے تھے جھاڑ سوں مل کر پھلیاں کیں
لکھے تھے[2] پھل کو کیں ملتے سو پھولاں کھلے کیں پھول کیں کھلتے سو پھولاں
لکھے[3] تھے کیں تمے سو پھول ٹالیاں لکھے کیں سانڈتے سو اوس کو پالیاں
کہیں بھنور کہیں تیتر لکھے تھے کہیں بلبل کوں پھولاں پر لکھے تھے
عربی[4] صمغ سوں حل کر کو زنگار فلک[5] کے کیں لکھے تھے سبز زنگار
سُنے سوں سور کوں دکھلائے تھے کیں لکھے تھے کیں رُپے سو چاند کے ٹیں
شفق کوں کیں لکھے تھے شنگرف سوں لکھے کیں ابر کوں دریا کے کف سوں
لکھے تھے کیں گرہ بندے خطائی کہیں[6] تحریر کھینچے کیں سلائی

[1] مجحر - ھ۔ [2] مل کہ کیں بلبل سوں - ی۔ [3] ھ میں یہ شعر اضافہ ہے۔ [4] عنبر لے صمغ - ا - [5] کہیں دکھلائے تھے ایک پیر رخ دیوار - ی و ھ۔ [6] کہیں بند عراقی کیں لکھے تھے - ی۔

محبت کے کرے تھے بھوت کا ماں — نزاکت کے کرے تھے بھوت کا ماں
لکھے تھے قطب شاہاں کی کہیں بزم — لکھے تھے ترکماناں کی کہیں رزم
کہیں تھے صورتاں مستقبل اس میں[1] — کہیں تھے مورتاں مستقبل[2] اس میں
کہیں فرہاد[3] کہیں شیریں لکھے تھے — عجب کچھ صورتاں شیریں لکھے تھے
کہیں عذرا سوں مل وامق لکھے تھے — کہیں معشوق کہیں عاشق لکھے تھے
کہیں مجنوں کہیں لیلیٰ لکھے تھے — بھی تازی صورتاں کئی کئی لکھے تھے
بھوت واں چہرہ پردازی کرے تھی — ہنر[4] کے ہات سوں بازی کرے تھی
چتر ایسا چتارے تھے چتارے — چتارے[5] چین کے حیراں تھے سارے
شنیج[6] کر دو پریاں کا ہے لگر ٹھار — رہی کر برہنی اس ٹھار کر ٹھار
خرابا جا لبائی برہنی دھن — خرابے میں سدا اچتا ہے بیچ دھن
ہر یک[7] دن ہر گھڑی ہر تل ورونا ری — سجن کوں یاد کر کرتی تھی زاری

۱؎ لکھے تھے مورتاں۔ ھ۔ ۲؎ مستخس۔ ج۔ ۳؎ عاشق کہیں معشوق۔ د۔ ۴؎ جنہ کہیں نیں سو اس جاگے بھرے تھے۔ د۔ ۵؎ تھے حیراں چین کے نقاش سارے۔ د۔ ۶؎ د اورھ میں شعر یوں ہے۔ سمن بر دھن پری کا ہے لگر جا۔ سفر کا رخت اس جاگا سٹی آ۔ ۷؎ رہی تھی کھنچتی واں انتظاری۔ د و ھ۔

رہی تھی اس سند سوں شہ پری واں ۔ اتم اس لال کی وو مشتری واں

خوشی سوں ملک آرا لے چلی تھی گر کر یتوں

چڑی یک پاڑ پر جا وو دسیا وو محل تا بانی

کتے یک پادشہ کوئی اس کدھیں کا ۔ حکومت میں سلیماں کے من تھا

تھے اس کے زیر دیوا جگ کے سارے ۔ پریاں اس حکم سوں نیں تھیاں کنارے

تھے اس کے حکم میں جگ کے وو دوام ۔ کریں اس گھر میں جناں روز آ کام

بنی آدم تھے جیوں خدمت میں یکسر ۔ اتھے سب وحش و طیر اس کے مسخر

کتک دن کوں لیا وو ہور عالم ۔ سٹیا وو اس دنیا کے ملک کا غم

نہ تھا بیٹا سو کوئی اس شاہ کے گھر ۔ ہوا تھا راج بیٹی پر مقرر

کتے تھے عالم اس کوں ملک آرا ۔ وو بیٹی باپ کا لی ملک سارا

ہمایوں اس ہما کا لال چھتر ۔ جگت پر سب ہوا تھا سایہ گستر

حکومت کا اونچا اس ماہ کا ڈھال ۔ سٹیا تھا چھانو دو عالم کے اپرال

سہانا تھا مرصع کا اس اکلیل ۔ مسلم اس پہ تھا تسلیغ و تکمیل

ل دو پری ۔ ھ ۔ ۲ ھ میں یہ شعر زیادہ ہے ۔

بلند اس بخت[1] کی اقبال مندی — فلک[2] کوں جگ میں بخشی تھی بلندی

جڑت کے تاج کا اس کے تجھل نور — ہوا تھا سور نمنے جگ پہ مشہور
(جڑاؤ)

ہوا دیکھی جو یک دن یوں ہی خوب — خوشی[3] کا مئے چڑیا ہی ایسے ہیں خوب

سواری کا کری وو شہ پری موب — بھوت کچہ عیش عشرت کا کری موب
(سامان)

سواری کے بدل ہوئے روانا — ستی[4] دیک خوب ساعت بیش تنا

مندوت یک باغ[5] میانی خوب دیتی — خجل اسمان کے ڈیرے کوں کیتی

بندے زر باف کے چو پھیر فناتاں — کتنے ابریشمی اس کوں طنابان

بلند ایسا اچائی تھی وو منڈپ — گیا بدلا بدل کا نس تلے چھپ
(اٹھائی)

گگن[6] پھیر تا منڈے میں اس دیکوں — جنا لک جیوں پھیر فانوس میں تیوں
(بادل) (اس)

اجائی سوز ہیں پر بارگہ وو — وسیا سب کوں نوا یک آسماں ہو
(نیا)

ہوئی محمل[7] نشیں وو شاہ خوباں — چلی سیارہ دل لے ماہ خوباں

چلی چوڈول[8] منے وو بیت کر حور — لطافت کے گگن کے سور کا نور
(بیٹھ)

۱۔ تخت۔ د۔ ۲۔ جگت طالع کوں۔ د۔ ۳۔ خوشی کی سر چڑھی جو آگہ شد خوب۔ ھ۔ ۴۔ ستی یوں یکی۔ د

۵۔ جاکوان کے۔ ج۔ ۶۔ صرف۔ ھ۔ ۷۔ مجلس۔ ج۔ ۸۔ محمل۔ ھ۔

مرصع کے جو ڈھنگل[1] ہیں وو دسی یوں   دیوا روشن کرے فانوس میں جوں

ملے سو لوگ چو پھیر اس کے سارے   دسے یوں چاند کے چوگرد تارے

جکوئی دیکھے سو سب اس ماہ رو کوں   اچائے ہتھ زباں کوں یو دعا سوں

کہ یا رب[2] حسن میں ہے آج یو یک   بلایاں سوں[3] تو عالم کے نگہ رک

توں اس[4] چندر کوں رکھ گھٹنے سنی دور   نکو کم کر توں اس کے حسن کا نور

کھلا[6] اگلا کر اس چندر بدن[7] کا   زیادہ کر جلا اس کے رتن[8] کا

جو حلقہ گھن یو دستا سو کھلے کا   اسے توں ہانس کر اس کے گلے کا

کر اس کے ہات کا درپن تھبنے[8] کوں   کر اس کا فرش چرخ اطلسی توں

تماشے دیکھتی تازے ہریک ٹھار   چلی سو شہ پری پریاں[9] کی اوتار

پڑیا یک بار گی یک دشت تل پاڑ   کھڑا ہے صابراں کے نا دیگ گاڑ

بلندی میں ہے جیوں ہمت بلنداں   بزرگی میں ہے جیوں اقبال منداں

---

[1] تحل ۔ ھ ۔ [2] خدایا ۔ ج ۔ [3] پناہ میں توں اپس کی اس ۔ د ۔ [4] دو ۔ ھ ۔ [5] کہ تیوں چندر کے تئیں ۔ ج ۔ [6] گلا ۔ د ۔ [7] بدن ۔ ج ۔ [8] بیسے کوں ۔ ا ۔ درسی کوں ۔ ج ۔ سی توں ۔ د ۔ [9] بن پرکی ۔ ج و ھ ۔

عرش کے دھیر تھا رخ نیٹ اس کا — سُرج کوں تکیہ گہ تھا پیٹ اس کا
ملک[1] جیوں کو دکیاں اس سر تو پلیں — بدل اس گود میں جیوں طفل کھلیں
نہ اس کوں باد (کوہکاں) کے حملے سوں غم تھا — پریاں کی بات (بادل ایکی) کا نا کچ الم تھا
ہوئے[2] دشت اس کے پگ لگ جانہ سک بند — ڈھیگارا تھا اس انگے کوہ الوند
تھے پیدا عاشقاں کے اس میں لکھن[3] — اسی تے ہو کہ تھا گلزار[4] دامن
جو دیکھی پاڑ[5] (پہاڑ) وو عشرت اتالی — ہے اپنے مرتبے کے سار عالی
چڑی[6] اسمان پہ اس مشتری ہو — اڑی اس پاڑ پر وو شہ پری ہو
بلندی پر اسے[8] ہر کوئی دیک کے — نوا چندر[9] نوے اسمان کا ہے
خوشی سوں سیر کر پھرتی ہر یک سو — نظر کر دیکھتی ہے تو وو مہ رو
دسیا وو محل جاں وو نار رہی تھی (رہی) — برھنی بھار کر جس ٹھار رہی تھی (مقام)
اچنبا اس لگیا سو دیک وو ٹھا — کری لوگاں کے دھر پول اپنے اٹھا

---

[1] فرشتے۔ ج۔ [2] ک وھ۔ [3] لچھن۔ ھ۔ [4] جامن۔ ج۔ [5] اسکے تئیں۔ ک۔ [6] ک میں مصرعہ ثانی پہلے ہے۔ [7] دیکھ اس ہر ایک کئے۔ ا۔ [8] چندیو۔ ک۔ یہ۔ ھ۔

صفا جو دور تے دستا ہے سو　　ہر یک کئی کیا اچھے گا یک بو[1]

کتک بولے اچھے گا سور کا ٹھار[2]　　کتک کئے ہے صبح کے نور کا ٹھار

کتک بولے چندر کا گھر اچھیگا　　کتک بولے اندر کا گھر اچھے گا

کتک بولے گلستان ارم ہے　　کتک بولے ارم کہنا ستم ہے[3]

کتک بولے اچھے گا بیت معمور　　کتک بولے اچھے گا میں تو کہ طور

کتک بولے اہے بیت المقدس[4]　　کتک بولے وو بھی کچھ ہے کہ بس

بڑیاں سو ہور نسنیاں سوں وو کہی ہے دھات[5]　　مشخص خوب نیں ہوئی دیک کر بات

کہی یوں دید باناں کوں بلا کر[6]　　دیکھو وو دور تھے دستا سو جا کر

کہ وو کیا ٹھار ہے وو کون جا ہے[7]　　وو اونچا پاڑ ہے کئی یا اچھا ہے

وو ہے واں کون واں کا حال کیا ہے　　رتیے سو لوگ کا واں چال کیا ہے

نشانی سوں خبر اس ٹھار کا لیاو[8]　　صبا ہو باس او ہس گلزار کا لیاو[9]

---

[1] سو کہو وو - ک - [2] کا دھ - [3] گر کیا جام جم - ج - [4] ک و ا و ھ - [5] یا - ا و ج - [6] غرض بنگیاں - ک - [7] وو کیا ٹھار - ک - [8] ہرن کی دھات جاؤ - ک

[9] خبر بارے کے تئے بیگ لیاؤ - ک -

گئے سو دیکھنے کوں لوگ[1] یکسر خبر یوں لیایاں[2] واں دیک پھر کر

کہ ہے یک عرش ایسا محل عالی نہیں اس ٹھار کُئی دِستا ہے خالی

نہ اس کے[3] کئی بھیتر ہور بھار آدم نہیں تصویر بن اس ٹھار آدم

ولیکن دیکھتے ہیں تو سمجھ کر دسی واں یک عورت تخت اوپر

نہ جانے آدمی ہے یا پری ہے نہ جانے یا سرگ کی اچھری[4] ہے

ستارا کیا گگن پر تے جھڑیا ہے دیا[5] انبر تے ٹٹ چندر پڑیا ہے

نہ جانے کون ہے ایسی تو ہے وو وو ایسی دھات سو[6] ایسی تو ہے وو

ملی آکر سمن برسوں حقیقت سب سنی اس کا

ودسی دے دلاسا اوس نے اپنے تیں مہربانی

سنی جو وو[7] پری اس حور کی بات سنی وو ماہ جیوں اس سور کی بات

سو غبت دیکھنے کوں اُس کری ہیں چلی واں تے وہاں وو گن بھری ہیں

ملی اس پھول سوں جا کر کلی وو ملی تس خوب سوں آکر بھلی وو

---

[1] بیگ جاواں ۔ د ۔ [2] بیگی لیائے دیکھ یاں واں ۔ د ۔ [3] کوں کوئی بیٹرتا ۔ ج ۔ [4] اپچھری ۔

ھ ۔ [5] دیا ابرال تے تارا ۔ د ۔ [6] وو ماہ جیوں اس نور ۔ ج ۔ [7] جیوں وو پری اس حور ۔ ج ۔

دیکھت خوش حال ہوا یکس کے موں یک
لگے احوال پوچھن ٹیک سوں ٹیک

کہی وو شہ پری اُس حور سوں یوں
تو اپنا حال منج سوں بول ہے یوں

اول توں بول بارے کون ہے آپ
توں بیٹی کس کی تیرے کاہے ماباپ

کلی کنولی ہے توں کس کے چمن کی
ہے روشن شمع توں کس انجمن کی

کتے بے رحم باندیا تنج جلو آگ
دیا کن بے کٹر سر تیرے ویناگ

کیا بھیرا تنجے کس کا پرت چھر
لیا کس کی برہ کا درد تج پر

تنجے کس بن لگی یہ آہ و زاری
توں ہاری کس بدل صبر و قراری

منجے لگتی ہے توں بھو پیچ دکھاری
منجے دستی ہے توں و بیراگ ماری

سنے کوں ہم سوں کوندی کی سو کر راہ
جلے دل کی جلی وو مار کر آہ

انگارے نین کے ڈک سوں چھپائی
زباں کوں آگ کی کر جیب چائی

کہی یو درد کا طومار بھیرا
درازی میں ہے اثر سار بھیرا

۱۔ بیٹھے ۔ ک ۔ ہوئے خوش حال یک کے موں کوں یک لگ ۔ ھ ۔ ۲۔ مجہ سوں بول ہے تیوں نا چھپا بات ۔ ک
۳۔ بہتا ۔ ا ۔ نیر ۔ ھ ۔ ۴۔ کیا ۔ ا ۔ پڑا ۔ ھ ۔ ۵۔ یہ شعر ھ میں زیادہ ہے ۔ ک میں اس کے مقابل حسب ذیل
شعر ہے ۔ تجے لاگی ہے یہی لہتہ نالی ۔ توں ہاری کیا بدل صبر و شکیبائی ۔ ۶۔ توں ۔ ک ۔ ۷۔ بڑی ۔ ک ۔ ۸۔ کوندل کی ۔
ک ۔ ۹۔ انگار نجوال کی ۔ ا ۔ ۱۰۔ پھیرا ۔ ا ۔ تجے کن باندیا آگ سو بول ۔ دیا کن تیرے سر دیناگ سو بول ۔

نہ سر ہے ہجر کے غم کا یو نامہ ولو قلنا الیٰ یوم القیامہ
میرا ہے باپ دُک ہور درد مائی ہے میری بھان غم ہور رنج بھائی
انگیٹی جس کتے میرا بدن ہے مری جلتی بھٹی سو انجمن ہے
کسی بے رحم ہور نامہرباں کوں ہے بہتر جی کھرپا سو سہی کوں
نہ منجہ میں ہور بختاں میں یاری نہ طالع ہور منجہ میں دوداری
نہ منجہ میں ہور فلک میں مدارا نہ سیدھا ہے مرا منجہ سوں ستارا
نہ میرے لال کا منجہ کوں خبر ہے نہ میرے حال کا منجہ کوں خبر ہے
جو کچھ کے بھی نصیباں کوں کنا ہے نہیں تو ہونچ لے موں چپ پھنا
کنک بار اس روش سوں بھو دن رو رکت انجواں سوں کنبک وقت موں دھو
دریغی سوں ہزاراں کھول کر لب کہی گذریا سو اپنا درد غم سب
سمج اس برہ بھوتی بے کگر گئی بلولا مو کوں دک سوں ان ایک یک روئی
سو ایسے میں کنک آئل کو دایاں لے بھل نیر انسوں کا مکھ دھلایا

۱ ک و ھ ۔ ۲ ہے سر ۔ ک ۔ ۳ مونڈ ۔ ھ ۔ ۴ دکھ ۔ ک و ھ ۔ ۵ لہو کے آنسوؤں میں ۔
۶ ہر حال اپنا ماجرا ۔ ۷ برہ مار ہے کہ یہ ۔ ھ ۔

دلاسا[1] دے کہی وو گن بھری وو　　　محبت کے ارم کی شہ پری وو

تو غم[2] سٹ دے نکو یوں دل فگار اچھ　　　خدا کے لطف سوں امیدوار اچھ

خوشی تج آج تے دن دن نوی ہے　　　نکو ڈر توں خدا اس[3] پر قوی ہے

تو آوے گی اگر میرے نگر کوں　　　کروں گی کام تیرا ہر ہنر سوں

پریاں اول تے میرے حکم میں ہیں　　　وو سنتیاں ہور کرتیاں ہیں جو کچھ کہیں

سمج[4] توں منج ہوا ہے کام تیرا　　　ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا

سنی یو بات سو وو برہنی دھن　　　لگیا دل کا کھلیا[5] تیوں جیوں کو پھل بن

لگیا یوں اس کے جیو ہور دل کوں راحت　　　یکایک غیب تے جیوں آئی دولت

ہوئے خوش حال یوں سب چھوڑ کر رنج　　　کہ جیوں مفلس کے آیا ہات[6] میں گنج

کہی پھر عاجزی سوں اس پری کوں　　　مروت کے سرگ کی اچھری[7] کوں

منجے اس وقت پر ہو کر سگی بھان　　　ملا کر پیو سوں منج دے توں جیودان

---

[1] د میں مصرعِ ثانی اول ہے۔ [2] درد غم سٹ۔ د۔ [3] تج۔ د۔ [4] د میں اس کے مقابل حسب ذیل دو شعر ہیں۔ نہ سٹ سوں یں درنگ پر کام تیرا۔ ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا۔ سمج توں منج ہوا ہے کام تیرا دکھاؤں گی تجے لرکام تیرا۔ [5] گلے۔ ج۔ [6] ہات آتا ہے۔ د۔ [7] اچھری۔ ج

منجے[1] پھر کر سجن سوں آس ملا توں ۔ اکہ منج زجیو کوں پھر کر جلا توں
مرے حق ہو تو عیسیٰ ابن مریم ۔ توں میرے زخم کوں دل کے ہو مرہم
بہر حال اس سندر سوں دونوں کر بات ۔ اٹھے ٹیکس کے یک لے ہاتیں ہات
دو چنچل شہ پری اچپل سندر کوں ۔ چلی لے کر سنگات اپنے نگر کوں
بہوت عزت سوں اس کوں ستا لے جا ۔ رکھی[2] اس یک محل میں اپنے دے جا
رہیاں یک ٹھار مل کر دو سہیلیاں ۔ رہیاں گلجوڑ ہو وو دو سہیلیاں
اتھی یک حور دوجی سو پری تھی ۔ وو یک زہرہ تھی وو جی مشتری تھی
ہو آپس میں اپے یک جیو یک دل ۔ رہتیاں نھیاں کھیلتیاں ہنستیاں دونو مل

لکھائی ملک آرائے پریاں کے شاد کوں نامہ
سو اس محبوس ناحق کوں چھڑا دے کر مہربانی

اگرچہ ظاہرا وو برہنی نار ۔ تھی ہنستی کھیلتی اس سوں مل یک ٹھار
ولے باطن میں کچھ آرام نیں تھا ۔ تپے[3] بن روئے وو جا کام نیں تھا
دھنواں دل جل کو جس تل بھار آوے ۔ اترت بارے سوں غم کے اس اڑاوے

---

[1] ق و دہ۔ [2] محل میں اس رکھی دے آپنے جا۔ ق۔ [3] جلن۔ ق۔

جو مارے جوش جب دو نین کے دیگ　　کری پلکھاں کوں سرپوش اس پر ہیک
جو جاتا تھا پچھکا پڑدک سوں رخ لال　　اکر لے لال کر دکھلائی درحال
جو لب گرمی سوں غم کی سوک جاوے　　سو لب کوں جیب کا نخر ٹوک اپڑائے
سمجھنے نا دے کر اس دھات تھی وو　　ہو کر جیوں چھاؤں اسکے ساتھی وو
سو یک دن اس پری کوں یک کرشنا　　ولائی بات اپنے درد کی یاد
کہ کب لگ یا اچھوں اس حال سوں ہیں　　بچھڑ کر اپنے دل کے لال سوں میں
کدھاں لگ میں اچھوں اس دھات روتی　　انجو انکھیاں کی انکھیاں میں جروتی
اچھوں میں کو تلک روتی بلکتی　　اچھر دکھ کے سینے پر کسوں لکھتی
کتا ہیں عشق کوں دل میں کھوں داب　　تری زلفاں کی سوں میں منجہ میں کیچ تاب
یو سن کر با اس کوں پھر آکر　　کہی تلتی کے تئیں اپنے بلاکر
پریاں کے شاہ کوں لکھ ایک نامہ　　نزت کر مشک سوں تز بیگ خامہ
کہ یک کئی شاہزادہ اس طرف کا　　ہہیں حاکیاں منے عزو شرف کا

۱؎ سک کوں جب جائے۔ ا و ج۔ ۲؎ سکی سو جیب کا نخر ٹک اپر لیائے۔ ج و ا۔ ۳؎ سمج نادیک۔ د۔ ۴؎ ہوں۔ د۔ ۵؎ ک و ھ۔ ۶؎ خشک۔ ھ۔ نیک۔ ا۔ ۷؎ وو ہے۔ ھ۔

انا[1] جیتے اُدر جا کر پڑیا ہے — پریاں کے بند میں وو سپڑیا ہے
تفحص کر کہ اس ادھر بھیجو نو اس ٹھار — محبت کا ہوئے گا تازہ گلزار
دبیر اس دھات کی لے کر زبانی — کیا کافور پر عنبر فشانی
طبیعت سوں لکھا تقریر تازہ — کیا مقصود کا تحریر تازہ
نچھل صفحے اپر سطراں دسے یوں — کہ زلفاں مہ رخاں کے رخ[2] پہ ہی جیوں
دکھایا کر عجائب کار باراں — دریا[3] پر دود کے کئی کئی پہاڑاں
کیا سو ختم وو نامے کوں دانا — دے یک دانے[4] کے ہت گیتی روانا
پریاں کے شاہ کوں اپنڑا سو فرماں ۱۷۰۰ دیا فرمان کوں جب خاسوں مل ماں

چھڑا کر ملک آرا کے شہر کوں بھیج دے شہ کے
دیا سنگات پریاں کوں .... پر جانگہ باقی

دیکھ اپنا اس ہیں کر سو دسارا — سپتیا نامے کر امقصود سارا
کیا لوگاں کوں اپنے حکم وو راج — کہ بیدا ہر سند اس کوں کرو آج

---

[1] اناجیتی۔ ک ۔ اناجیتے ۔ انابیتی۔ ھ ۔ [2] موں ۔ ک ۔ [3] دردیا دود کے لکی کے لہاراں ۔ ا۔ [4] شانے ۔ ک ۔ قاصد۔ ھ ۔

وو[1] ہے کیں ملک آرا کا قرابت　　　بہوت دھرتی ہے کیں اس پر محبت
کہ عاشق ہے کیں اس کی بہان کا وو　　　کنول ہے کیں کتے[2] اس بہان کا وو
وو لوگاں جو اشارت شاہ سوں پائے　　　سمن کے اس جزیرے سوں اچالیائے
نظر شہزادے پر شہ کی پڑی سو　　　لگیا کہنے کوں یوں حیران ہو وو
یو سکہ ہور یو صورت عجب ہے　　　جو کچہ اچھنا سو خوبی اس میں سب ہے
یو اچھا شکل ہور[3] نیکا شمائل　　　پریاں ہونا نہ کیوں دیکھ اس پو مائل
یو نادر حسن ہور یو قدرتی نور　　　بھلے تو کیا عجب تس دیک کر حور
ہوا معلوم عالم یک طرف ہے ۱۱۰۰ سہادے میں یو آدم یک طرف ہے
بہت تعظیم سوں اس کوں بلایا　　　محبت سوں بلا کر بیسلایا
ملک زادے کرا نزدیک تے موں　　　شہنشہ دیکھتا ہے تو کرم سوں
رہی ہے زرد ہو کر رخ کی لالی　　　رنگا رنگ عشق کی دستی ہے چالی
رہے ہیں ہوا دہر خشک و نین تر　　　محبت سوں لیا ہے بحر ہور بر
بڑائی اس کوں عاشق ہے گرو ج　　　خبر سوں جگ کی تس کوں نے خبر یو ج

[1] وو ہیگا۔ ھ۔ [2] نکت۔ ج۔ [3] اچھا۔ ک۔

کیا اے عشق کی جنت کے رضوان — توں ہے کس حور کی خاطر پریشاں
توں اپنا رنج منج دھر کھول کر بول — توں رنج پایا ہے کس تے سربسر بول
اکیلا یوں تجے برجے میں سٹ کر — رہی سو کون ہے وو نار سندر
کنے یو زلف کا تجہ گل میں گھالیا دام — دیتی ہے تلخ اپنے ہجر کا جام
تجے کرنے دیوانا ہو کو آڑی[1] — پرت کی کوں یوں لیتی میں باڑی
پرت اینڑیا ہے تج کس چھندبھر کا[2] — لگیا آسیب تج کوں کس پری کا
پرت کے جوش کوں دل میں سکا دب — دیکھ کر[3] رخسار کوں گلذار کے آب
کیا وو پھر کوں یوں اے[4] شاہ عالم — چمن تازہ[5] اچھو تج شاہ[6] کا جم
مرے دل کا ہے رکھ[9] یو جڑ پکڑ کر — نہ آسے[8] ہات سوں کس کے اوکھڑ کر
پرت کا ناگ کیا کوں منج لڑیا سو — کہوں کیا زہر برہے کا چڑیا سو
ہوا پردیسیا منج پر دیس میرا — ہوا ہے نس[7] تے کالا دیس میرا
ڈبیا ہے عشق کے سمدور میں دل — محبت کا پڑیا ہے بند میں مشکل

۱؎ دیوانا تج کوں کرتی۔ د۔ ۲؎ شراب۔ ج۔ ۳؎ دوکر رخسار کے گلزار کوں آب۔ د۔ ۴؎ اس کوں کہ اے جم۔ ج۔ ۵؎ سبزہ۔ د۔ ۶؎ حکم۔ ھ۔ ۷؎ کرے ہے یوں مرا سب حال ابتر۔ د۔ ۸؎ رات کے سر۔ ج۔
۹؎ رُکھ۔ د۔

سمن بر یک کہنے سو ہے دلارام — لے کر گئی ہے وو میرے دل تے آرام
کدھر ہے کی نہ جانو وو سہیلی — چتر چنچل موہن مورت چھبیلی
نین کے ناد اس کی نت ہوں حیراں — ہوں[1] اس کی زلف کے نمنے پریشاں
دہن نمنے ہے اس کے دل مرا تنگ — ہے اس کے تل سوں میرا روز[2] ہم رنگ
کروں کیا میں ہے صد ہیہات ہیہات — نہ میری اختیاری ہے مرے ہات
اگر کچ اختیار اس ٹھار ہونا — تو نس[3] دن کا ہے کوں اس دھاڑ رونا
ایس اس شمع پر پروانہ کرنا — میں اپنے جیو کا پروا نہ کرنا
کیا وو شاہ شہزادے سوں پھر یوں — حقیقت سن کو بولیا اس کے دھر یوں
نکو تخمول اچھ یوں اے سجانی — نکو کر لعو کوں اپنے دکھ سوں پانی
رسا دُک سوں نکو لے پھوڑ اپنا — نہ کو[5] جینے سوں لے تڑ موڑ اپنا
نہ کو یوں گھابرا ہو اے گیانی — سنیا ہوں یک خبر میں آسمانی
کہ وو تیری پرت[6] کی بیم پیاری — اہے بیگچ تج سوں ملنے ہاری

۱؎ ہوا ہوں ۔ ج ۔ ۲؎ زرد ہے رنگ ۔ ج ۔ ۳؎ کہوں میں ۔ د ۔ ۴؎ د و ھ ۔ ۵؎ ستم سوں دل نکو لے توڑ ۔ د ۔ ۶؎ پرم ۔ ج ۔

پڑی سو کان میں یو بات اس کے ۱۸۱۰ رہی نیں اختیاری ہات اس کے
تحیر کا دریا آیا ابل کر پڑیا حیرت کے بھنور میں پھسل کر
کیا یارب وو طالع کاں ہیں منجکوں جو دیکھوں پھر کو میں اس چاند کا موں
مرے وو بخت کاں ہیں جو پھر اس پانوں جو دیکھوں وو مبارک اس کے ہیں پانوں
مرے بختاں کا نیں منج کوں پتارا جو ہووے دل پہوتیا سو پھر کو سارا
دلاسے سوں دل اس کا شنہ ہور تنگ کیا واں تے روانا معذرت منگ
مبادا ہوے کر بھی اس اپر گھات دیا کینک پریاں کوں اس کے سنگات
چلیاں وو واں رات تے رات لے کر اڑیاں اس گل کوں ہات تے ہات لے کر
دسیا یوں مل پریاں کے سات وو جان سواری جیوں کے نکلے ہے سلیماں
جب آیا زیب و زینت سوں محل میں ملک آرا کے
دیکھ اس کی شکل و صورت کوں خوشی یک دل منے آئی
بہر حال اس روش کے زیب و فر سوں جو اپڑے ملک آرا کے نگر کوں

---

۱ نکل ۔ ج ۔ ۲ نصیباں کاں ہے وو ۔ ھ و ج ۔ ۳ پھر کو سنیا سو یو سارا ۔ ھ ۔ ۴ ہوا پر جیوں کہ جاتے ہیں سلیماں ۔ ھ ۔

اتھا اس شہر کے نزدیک یک باغ　　ارم کے دل پو تھا اس باغ سوں داغ
جو چل کر آئے تھے سو باٹ ساری[1]　　اتروان ماندگی ساری اتاری
خوشی کی سن خبر وو ملک آرا　　سنگار اپنا سر اسر[2] شہر سارا
بلالانے مبارک اس ہما کوں　　کری اپنے روانا پیشوا کوں
رھیا تھا شاہزادہ ٹھار کر جان (رہا)　　تجمل[3] سوں گیا وو پیشوا واں
نظر اس کی پڑا جوں شاہزادہ　　ترنگ پر تے اوتر کر ہو پیادا
ادب سوں ہو اگلے تسلیم کینا　　ہو ہدہد عیش کا پیغام دینا
نوازش سوں پر پایاں بہوت کو[4] بھورا (سے لائے)　　محل[5] میں شاہزادے کوں بلالائے
بہوت حرمت[6] سوں شہزادے کوں وہ جا　　رکھے عشرت[7] کی یک جا پو لے جا (گئے)
وو عاشق عشق کا ناسوں سک سوز　　اچھے[8] اس موہنی کوں دیکھنے روز
چنچل پی دیک اس ایسیں دیکھیانے　　دھندی دل میں ہر یک تل نہانے
سنے چلتے تھے دن گن ہو کو آدا　　برہ کی رات کوں دائیں[9] اوچاوا

۱؎ جا کر۔ ج۔ ۲؎ رنگا رنگ۔ ج۔ ۳؎ بڑے خوشی سوں آیا۔ ج۔ بڑے تجمل سے۔ ھ۔ ۴؎ بھولائے۔ ا
۵؎ نگر۔ د۔ ۶؎ منت۔ ج۔ ۷؎ حرمت۔ ج ۸؎ بیٹھی۔ د۔ بیٹھا۔ ھ۔ ۹؎ دانے۔ ا۔

نہ تھی دونوں میں کچھ ذرا صبوری　　دونو کے حق پہ تھی ہور زہر دوری
پرت کی آکو دونو کو الالی　　بکس تے ٹیک تھے ملنے او نالی
لگیا ہے یار کوں جس یار کا دھیان　　لگیا ہے جس کے تئیں دیدار کا دھیان
کہاں دل کوں اچھے گا اس کے راحت　　کہاں اس جیو کوں سجنے فراغت
ہوا دو دھر تے دکھ اول تے دھورا [1]　　لگی جھلکنے کوں بر ھے سات پورا
لگی [2] ہوگی جسے جس سات [3] یاری　　لگی ہوگی پرت جس کوں پیاری
خوشی سوں سکھیوں [4] وو سو ھور جاگے　　اسے ان پانی [5] کیونکر خوب لاگے
پریشاں جس کرے یوں عشق پھر پھر　　اچھے کس دھات وو مجموع خاطر

بچالیا ملک آرا نے خدا کا شکر یک ازل تے؟
بھلی ساعت منے آکر ملے وو عاشق جانی

یکایک جیوں سعادت کا دن آیا　　نشانیاں سعدیت کی سات لیایا
سعادت
ہوا سورج کے نمنے جگ نورانا　　سٹیا پھر طرح تازہ لیا زمانا
للا
ڈالا

[1] دورا - ا - [2] ٹگی ہوئے گی - ھ و ج - [3] ساتھ - ج - [4] دل خوش اچھنے کیوں خوش آگا - ج - [5] ھور پانی کیونکہ بھاگا - ج -

جو دھرتا تھا سو کیچ رفتار اپنا دیا سٹ گنبد سے دوار اپنا
خدا کے فیض کی تاثیر تے آ ملے دو یار وو دو دھیر تے آ
لگیا مینہ فیض کا بادل تے پڑنے لگی رحمت کی بھوئیں اوپر تے جھڑنے
کھلے جگ میں خوشی کے پھول سارے سعادت کے ملے یک ٹھار تارے
دنیا سر تے نوا پھر رنگ رس پائی جوانی تے نکل جلوے منے آئی
اتم امرت گھڑی دیکھ یک موافق تڑکے کا وقت دیکھ ہور صبح صادق
ملے وو عاشق و معشوق دو جب جگت یک دھر تے پھر تازا ہوا سب
ملی یوں شہ کوں وو خوباں عالم سلیماں کوں ملیا جیوں پھر کو خاتم
ملیا یوں اس چنچل کوں سو گیانی زلیخا کوں ملی جیوں پھر جوانی
ملی[1] اس خوب سوں اس دھات وو خوب کہ جیوں بینائی پھر کر پائے یعقوب
ملی اس جان سیتی یوں وو جانا خضر کے تئیں ملیا جوں آب حیواں
یوں آیا وصل کا اس[2] تن میں وو لت ملیا ایوب کوں جس دھات صحت
دو دل دو تن رہے یوں[3] یک دل ہو نین[4] دیکھن میں یک دستے ہیں جیوں دو

---

[1] جیو کی ہمدم۔ ھ۔ [2] ملیا۔ ا۔ [3] دونو۔ ج۔ [4] دیکھتے۔ د۔

وو دونو ایک ہو یوں رہے تھے تا پہانک[1]   انکھی پتلی سو جیوں پتلی سوں ہے انک

یکس سوں ایک مل کر رہتے اس دھات   موں میں جیوں جیب اور جیو جیب میں بات

نہ ہے اس دھات سوں[2] وو خوش ہو دونو   اتھے یوں وو محبت کیش دونو

دیکھت یو حال ملک آرا ہو دل شاد[3]   دل و جاں سو خدا کا حمد کر یاد

ہوئی سو یو دنیا میں یادگاری   دوگانہ شکر سوں[4] حق کا گذاری

لکھائی ملک آرا نے دونو کے شاہ کوں کاغذ

ملے حق کے کرم تے پھر نمارے نور چشمانی

وو امرت گن کی پرابکار موہن ۱۸۶۰ کتک دن رکھ کو دونو کوں الپس کن

منگی کرنے کوں جو یو بات ظاہر   کہ جیوں عالم پو[5] ہے دن رات ظاہر

دو رخ زر حل کرے سو دیک کاغذ   لیکر رنگیں خطائی ایک کاغذ

شہا نے مرتبے سوں درج کر بات   لکھی ماں باپ کوں دونوں کے اس دھات

بحمد اللہ کہ جگ ہے آج تازا   زمانہ پھر کیا ہے ساز تازا

جدھر دیکھے ادھر خوبی کی صف ہے   جہاں میں عیش عشرت ہر طرف ہے

---

[1] پانہاک ۔ ا ۔ [2] یوں وو خوش ۔ ج ۔ [3] ہو کر شاد ۔ ج ۔ [4] کا ۔ ج ۔ [5] ہوا ۔ ا ۔

تمارے ہو گئے تھے نور دیدے — پڑے تھے جو تمن تے دور دیدے
دعاگو میں حقیقی ہوں تماری — کنواریاں میں تھی ہو یک کنواری
جو کچھ کرنے کی تھی تدبیر کیتی — ملانے کوں نہیں تقصیر کیتی
اگر فرمانگے تو بھیجوں گی اس ٹھار — دیکھو بارے کیس کا ایک دیدار
حقیقت یک تمام اول سوں آخر — دعا سوں ختم کر اس دھات سوں پھر
جھلکتا ہے سرت کا تاج جوں لگ — اچھو ہوتے تمن گھر کاج نوں لگ
محبت کے بیاں لکھ اس سند سوں — روانا ویں کری مصر و عجم کوں
گیا جوں اس شہاں کے وہیں قاصد — دونوں شاہاں ایس کا پاکو مقاصد
دو نامے لیکر اس کن تے ایس بات — ہوئے خوش حال اس کوں دیکھ اس دھات
ہوئے اس دھاتسن دو بات محظوظ — کہی نا جائے ویسی دھات محفوظ
اُسی ساں یوں ہوئے خوش اپنے من میں — سمانا تن نہ تھا اس پیرہن میں
کری سو دیکھ کر ایکار بھوت تیج — ہو ملک آرا کے منت دار بھوت تیج

لہ وخالف ہو۔ ا۔ لہ فرمانگے۔ ں۔ لے جو ہوتا ہے کنول کا کاج نونگ۔ ں۔ ہے رقم۔ ا۔ شہ
وو دو نوشہ سویا اس کا۔ ج۔ لہ ں ۔ شہ بیٹھے خوش ہو کر۔ ج۔ شہ بھوتی۔ ھ۔

جواب نامہ شاہاں کا جو انیڑیا ملک آرا کوں

اسی عنواں تے دو نوکوں کری شہراں کی بھورانی

محبت کوں الپس کے دل میں[1] دراہ لکھے یوں اُس کوں پھر کر دو دو نوشا

کہ جو لگ چرخ کے محبوب کے[2] ہات ہے لال[3] چھپے شفق مہندی کری سات[4]

سہانا کہکشاں کا ہار جو[5] لگ گلے کے ہار کا سنگار ہے لگ

ثریا کا ہے جو لگ[6] موی بندے ہے تارے جو ملک قوس قزح کے

فلک کا تخت ہے لگ آبنوسی نو ہے چندر کی ہے لگ نوعروسی

گگن کی سیج پر کر پھول تارے جدہاں لگ رات کی مالن پسارے

اچھو تو لگ تجے عصمت ہمیشہ خدا تیری[7] رکھے عفت ہمیشہ

نوازش نامہ بھیجی[8] سو کرم سوں سراسر لک محبت کے قلم سوں

سعادت کی گھڑی میں انپڑیا وو یک بیک بازو ہو شادی سوں دو دو

پڑیا[9] سوں نین تل وو عیش کا نور ہوا اندکار غم کا دل تے سب دور

۱؎ کا۔ ل ۔ ۲؎ دھات۔ ج۔ ۳؎ فلک۔ ج۔ ۴؎ ہات۔ ج۔ ۵؎ بے۔ ج۔ ۶؎ جب۔ م

۷؎ تیرا۔ ج۔ ۸؎ بھیجے سوکر۔ ج۔ ۹؎ از د

سیاہی ہور سفیدی اس کی تھی یوں　　سہاوے میں بھنم کا چاند ہے نیوں
رشتے یوں لفظ میں معنی ہو پنہاں　　کہ جوں ظلمات میں ہے آب حیواں
محبت کے ابالاں کا وو سمدور　　خوشی کے تھا جوا ہر سات بھرپور
تمن سوں وو ہے اب امیدواری　　محباں پر محبت دھر کو بھاری
مدد شہزادے کوں دے کر سرب دل　　دے کر سنگات لشکر کا اسے بل
کرو اس ملک پر اس کوں روانا　　جو شہ واں کا رہیا تھا ہو دوانا
ڈبایا تھا جو وو دے غفلت اس کوں　　جو مار یا تھا جسے بے نسبت اس کوں
کرینگے یو تو نیکی ہے تمہاری　　ابد ہے لگ رہے گی یادگاری
رہے خوبی ستی نوں جگ میں مشہور　　رہو نیکی سوں جو لگ چاند ہے سور
شہاں نامے کوں چھپ بھیجے لک اس دھات　　بھی کیتے دھات کے تحفے دے سنگات
وو نامہ جوں کے انپڑیا اس پری کوں　　اٹھ اس پاک دامن گن بھری کوں
اسی دھاتوں دے کر سنگات لشکر　　کری اس کوں روانا اس ملک پر

ل ہو - او ج - ل اگر اس دھات د - ل دے سات - ج - ل پھر انپڑیا جو
وو نامہ - د - ل محبت کے گگن کی مشتری کوں - د - عہ دیں - ک عہ - د و ک

بڑے یک ہاہوے ہور شور و شر سوں جو نکلے ملک آرا کے نگر سوں
بہر حال اس نگر کوں پچھیں اپنڑائے وہاں کے لوگ سن کر سامنے آئے
وزیراں مل اطاعت آ کرے سب ادب سوں ٹیک بیگ بھیں ودھرے سب
مقرر کر اس اوپر پادشاہی پھرائے ملک میں اس کی دہائی
خوشی کے طبل سب جاگے بجائے خوشی کا سب کوں آوازا سنائے
لگا خوش بوئی باٹنے بھیں کے پان لکھے چاروں طرف شادی کے فرماں
عدالت کار کہ اپنے سیس پر تاج فراغت سوں سدا کرتا رہیا راج
یو قصہ شاہ کے دھر بول زاہد یو موتیاں ان بندی سب دل زاہد
بہوت کچھ شاہ سوں پایا نوازش کیا ال دین دنیا سوں وو سازش
ہوئے جس دکھ سوں وو غم تے آزاد خدا سب کا کرو اس دکھ دل شاد
منجے دو جگ میں دے تو آبروئی بحال من نکوئی کن نکوئی

۱ دہلیے - ھ - ۲ شہر - ج ۳ ب - ت - درانی - ۴ ب - تو اور بابٹ - ح -
۵ عشرت سوں - ج - ٦ کر بادین و دنیا سوں ملکہ سازش - ج - ب ٥٠
رکھو - ق - ... ب

الٰہی گھن پوز ہرا کا چدھاں لگ نور ہے تب لگ
اچھو یو پھول سب بن میں شگفتہ ہور خندانی

درود اول نبی پر بھیج کر میں
مرتب اس حکایت کوں کیا میں

سچا پن سو نبی پر ہے مسلم
سنیاتیوں میں کیا واللہ اعلم

جو کئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی
وہی سمجھے مری یو نکتہ دانی

وہی سمجھے سمج ہے جن کوں کچھ بات
جو میں باندیا ہوں یو صنعت سوابیات

ہنر کوئی دکھائے سو دکھایا
صنائع ایک کم چالیس لایا

ہر ایک مصرع اوپر ہو کر بجد خوب
رکھا میں قافیہ لا مستند خوب

بندھا ہر حرف سیں یوں میں قرینہ
بوجھے سمجھی یہ صنعت کا نگینہ

دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا
صنعت کیتا ہوں شصت و نقش محل کا

رکھیا میں مثنوی اوپچی یو اس دھات
سکت نیں کس کوں نیبڑا نے دھات

ولے استاد سوں تشبیہ دیتا
چلی سو بات کوں میں نظم کیتا

مری ہے نظم میں انشا کے دھاناں
اہے انشا کے دھاناں ہو باناں

۱؎ یہ اور بعد کا شعر ھ سے منقول ہے۔ ۲؎ ابنڑا ئے۔ الف ب ۳؎ انشا۔ ج ولا ... ب ندلادا

غزل کا مرتبہ گرچہ اوّل ہے — ولے ہر بیت میرا ایک غزل ہے
غزل گر نیں کہے تو نیں ہے خامی[1] — جو کچھ بولے سو ہے ظاہر نظامی[2]
غزل نیں طوس کے استاد کوں ٹیک — ہزار از ما کو شہنامے[3] متے دیک
حضور[4] یاں میں اگر منج سلک اچھتا — گہر ریز اس تے یہ افلاک اچھتا
فراغت اس تے گر تک منج کوں ہوتا — لے موتیاں تو بیں اس تے پروتا
بڑیاں کے نا د اچھتا تو بڑا پن — مسیحا کا دکھاتا بات میں فن
زمانا نا سمج کر قدر میرا — بچھایا[5] بے دلی سوں صدر میرا
بزرگی کیا سبب چھپے[6] یوں لینا — کہ سن کر دیو تنگے ہر کوئی مجینا
رتن[7] اپنے صفت کیے نت نکو رول — ہنر کچھ[8] شعر کا سمجا ہے تیوں بول
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی — ولے کیا کام آوے بات خالی
کہے[9] ہیں شعر کوں کر تیر و حکمت — کہ بو ہے شعر کا کچھ ہونا نصیحت
اول بارے نصیحت اس میں اچھنا — نصیحت نیں تو صنعت اس میں اچھنا

۱ خاطر۔ ا۔ ۲ وو خاطر۔ ا۔ ۳ سول۔ بول۔ ں۔ ۴ ہ۔ ولہ۔ تا۔ ا۔ ۵ ا میں یہ لفظ چھوٹ گیا ہے۔
۶ کلینا۔ ج۔ ۷ بچن۔ ج ۸ کے۔ ا۔ ۹ صرف ھ۔

جو دو[1] فن[2] اس میں نیں تو ہیچ ہے سب　　　نہیں وو شعر لیے جا ہیچ ہے سب
ادسی تے طبع میرا نیں قبولیا　　　جو کچ بولیا سو سب یک بار بھولیا[2]
منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا　　　ہزاراں سو بچ بیتاں لکھ کو[3] اچھتا
اہے[4] انشا پو میرا میل دائم　　　طبیعت کوں میری ہے حظ ملائم
سنج ہر کس کوں میرا طبع ہوتا　　　لگر میں یک دکھایا ہوں نمونا
نہیں وو کیا کروں فیروز استاد　　　کہ دیتا شاعری کا کچ مراد اد
اہے صد حیف جو نیں سید محمود　　۱۹۴۰　　کتے پانی کوں پانی دود کوں دود
نہیں اس وقت پر وو شیخ احمد　　　سخن کا دیکھتے پاندیا سو میں سد
حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال　　　ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی　　　یو میں پڑتیا[5] ہوں سوچنا کمالی
اچھے گا جس منے ایمان کا بو　　　نہ ہوسے داستاں[6] سن کر ترش رو
کیا ہوں میں سو پو گت شعر کا ہے　　　کنا سچ جھوٹ سنت[7] شعر کا ہے

---

[1] یو۔ ا۔ [2] بولا۔ ھ۔ [3] لے کو۔ ج۔ [4] مرا ہے نثر اوپر میل دائم۔ ھ۔ [5] پڑھتا۔ ق
[6] رشک سوں۔ ج۔ [7] سبقت۔ ا و ج۔ صنعت۔ ھ۔

یو باتاں بولتے تو مست تھا ہیں   تکلف بات کا مستاں اپر نہیں

رکھو[1] معذور نا کر دل کو بھاری   قلم کے ہات تھی سب اختیاری

نہ کر ابن نشاطی خود نمائی   سٹے ہیں یاں ہمایاں سب تمائی

صفت میں "پھول بن" کی کر تبسم   سٹیا تازی غزل کا یک ترنم

اہے تاز انجمن پیوستہ میرا ۱۹۵۰ شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا

لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو   ہر یک مصراع جو ہے برجستہ میرا

دیا ہے جگ کوں رونق یک طرف تے   ہے یو بازار جو دو رستہ میرا

بہوت خون جگر کھا کو کھلیا گل   کلی نمنے جو تھا فن[2] بستہ میرا

کرم سوں حق کے پایا آج راحت   فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

کرے کیا شکر کوئی حق کے کرم کا   نہیں بھرنے[3] سکت یاں دم کسی کا

اگر تن پر کے جو ہر یک ہے روں   دو ہر یک روں کوں سو سو گر ہوئے مو

ازل تے تا ابد نا صبر یک چین   کرے تو ل کو عالم شکر انس دن

---

[1] ا میں الفاظ "رکھو معذور" چھوٹ گئے ہیں۔ [2] بر۔ ا۔ [3] بھرنے۔ ج

نہ کرنے تو بی آگا شکر اس کا	کرے ناجا[1] سے تو بھی شکر اس کا
الٰہی[2] دے تو منج بندے کوں توفیق	کروں منج شکر کے نکتے کوں تحقیق
توں اپنے شکر سوں معمور کر دل	توں اپنے شکر کی دے منج کوں منزل
سرا[3] سہ شکر کی دے بات منج کوں	دے نیترا شکر لکھنے ہات منج کوں
ہزاراں شکر یو تازا حکایت	سر انجامی کرا پایا سعادت
ہزاراں شکر یو قصہ ہنر کا	مٹھائی میں لیا جاگا شکر کا
ہزاراں[5] شکر میری بات کے پھول	پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر یو میری عبارت	فہم داراں کے دیتی دل کوں راحت
ہزاراں شکر میری طبع کا فن	ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام	ہنرمندی سوں پایا خوب اتمام
کیا سو ابتدا او یک ماہ رجب	کمالیت ال پنڑیا عید کو سب
یو پھل بن تین مہینے لگ لگایا	پنم کا چاند ہو پورا تو آیا

۱؎ توبی جاگا ـ ج ـ و ـ ب ـ اپہاوے توں ـ ا ـ ۳؎ ھ مصرعہ اولی ثانی ـ ۴؎ سوں ـ ا

۵؎ ھ میں ہر جگہ ہزریں درج ہے ـ

مشقت سوں بہوت دل لھو ہوا پر　کتک دن کوں دیسا یو مشک ہو کر
گفت[1] میں آئے سو یک بار بتیاں　ہے ستراسو پو دو بیس چار بتیاں
اچھو یو وو مبارک پھول بن وو　نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو
اونوں[2] پر بھی ہوئے دائم مبارک　جو کئی اس بات کی دھرتا ہے مارک
لکھن[3] ہاریاں کے تئیں بخشے سعادت　دیوے دائم پڑن ہاریاں کو راحت
مسلماناں سو یو امید ہے مجھ　سخنداناں سو یوں امید ہے مجھ
کرینگے جو میرا یو پھول بن سیر　کہو[4] یک بار گی کر عاقبت خیر
کیا میں ختم عالم کے کرم سوں　محمد مصطفیٰ مولی العجم سوں

تمت

---

[1] ا - ندارد - ھ میں اس کی بجائے ذیل کا شعر ہے - گنا جب میں یہ بتیاں پھول بن کیا - ہو یاں تین سو کیس بتیا
[2] از ھ - [3] پڑیاں ہاریاں - ج - نہیں ہاں - د - ق میں مصرعہ ثانی اول ہے - [4] پہنچے ہیں ایاں صرف مجھ